اَلَآ اِنَّ اَولِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ

وسطی زمانے کی مجسم یادگار، شریعت و طریقت کا سرچشمہ حقیقت و معرفت کا منبع۔ دلون مین کیکپی پیدا کر دینے والے شرانگیز مضامین کا انمول ذخیرہ۔ ارباب ذوق کے پُردرد دلون مین غیر معمولی جوش پھیلانے والے مطالب و نکات کا لبریز و معمور خزانہ المعروف

(بہ)

حیاتِ باقیہ

جس مین قطب دوران۔ مقتدائے زمان۔ سراج العارفین۔ رضی الملۃ والدین حضرت خواجہ محمد الباقی الاویسی النقشبندی المشہور بہ **باقی باللہ** قدس اللہ سرہٗ کی پاک زندگی کے بالکل سچے تاریخی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ معاشرتی حالات و واقعات سلیس اُردو مین نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہین

(مع)

کلماتِ طیّبات

یعنی بزرگ محترم خواجہ کے پند و نصائح سے بھرے ہوئے ملفوظات جن کو فاضل اجل جناب مولانا مولوی حافظ محمد رحیم بخش صاحب دہلوی نے حسب استدعائے خاکسار محمد عبد الغفار مالک افضل المطابع و پروپرائیٹر افضل الاخبار دہلی مرتب کیا اور خاکسار نے اپنے مطبع

افضل المطابع دہلی مین بحسن و خوبی طبع کیا

مختصر فہرست کتب ایجنسی و دیگر اشیا متعلقہ افضل المطابع دہلی و ایجنسی ...

حضرات ناظرین! ہم اور اشتہار والوں کی طرح چناں اور چنین کو پسند نہیں کرتے صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ ہمارے کارخانہ میں عربی۔ فارسی۔ اردو۔ پشتو اور سنسکرت وغیرہ مختلف کتابیں ہمیشہ چھپتی رہتی ہیں۔ طویل فہرست سے آپکو معلوم ہوجائیگا کہ ہماری ایجنسی جمیع علوم و فنون کی مختلف کتابوں کا ایک ذخیرہ رکھتی ہے۔ اسلامی اور انگریزی مدارس کی کتابیں شمس العلما مولینا حالی اور شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب شمس العلما منشی ذکاءاللہ صاحب کی تصانیف کا پورا سلسلہ اور اکثر مشہور ناول آپکو ہماری ایجنسی سے بکفایت ملینگے۔ مترجم و معرا قرآن مجید متبرک مقامات کے نقشہ جات دہلی بمبئی لندن کی مطبوعہ حمائلین خط لکھنے کا کاغذ لفافہ دہلی کی ساخت کی مشہور چیزیں سادہ کامدار زیور ٹوپیاں جوتے گھنٹے گھڑیاں اور اُن کے علاوہ دیگر ضروری چیزیں ہم بکفایت و احتیاط روانہ کرسکتے ہیں کتابوں کے علاوہ ویلو پے ایبل کی درخواست کیساتھ نصف قیمت پیشگی آنی چاہیے۔ پانچروپیہ سے زائد کے خریدار کو کمیشن بھی دیا جاتا ہے جسقدر تعداد خریداری کی ہوگی اُسی قدر زیادہ کمیشن دیا جائیگا۔ نیز ہمارے مطبع میں ہر قسم کی چھپائی بھی نہایت اعلی درجہ کی ہوتی ہے۔ خوشخطی اور صحت کا اہتمام بلیغ کیا گیا ہے۔ اردو۔ عربی۔ فارسی کتابیں عمدگی اور صفائی اور صحت کے ساتھ ہم اپنی ذمہ داری سے چھاپتے ہیں۔ سب سے بڑھکر اس بات کا انتظام کیا گیا ہے کہ اہل فرمایش کی خدمت میں اُن کی فرمایش وغیرہ ٹھیک وعدہ پر پہنچ جاتی ہے۔ باینہمہ چھپائی کا نرخ بھی گران نہیں جو خط و کتابت سے طے ہوسکتا ہے جو صاحب اپنی کتاب اس مطبع میں چھپوائینگے بشرطیکہ کتاب ۵ جزو سے کم نہوگی، کتاب کا اشتہار جو تقریبا ۱۰ سطر کا ہوگا افضل الاخبار میں ایک ماہ تک مفت شایع کیا جائیگا۔ اگر کوئی صاحب اپنی تازہ تصنیف اپنی لاگت سے نہ چھپوا سکیں تو بشرط پسند مطبع اپنی لاگت سے چھاپ سکتا ہے ہمیشہ معقول تعداد میں خرید لیتا ہے۔

سعادة الکونین فی فضائل الحسنین

آجتک اس تذکرہ کے متعلق (نظم و نثر) جسقدر کتابیں چھپی ہیں افراط و تفریط کے سبب اصلی واقعات سے خالی ہیں نظر برین ہم نے تذکرہ امامین کے متعلق یہ کتاب سعادة الکونین فی فضائل الحسنین نہایت مفصل چھپوائی ہے جسکی ہر ایک روایت مستند حدیثوں اور تاریخ کی معتبر کتابوں سے لیگئی ہے زبان کی سلاست اور محاورات کی نفاست ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اس سراپا الم کتاب کو بغیر ختم کئے ہاتھ سے رکھدیجیے رفاہ عام کے لیے قیمت بھی بہت کم رکھی گئی ہے۔ یعنی فی جلد صرف ۱۲ روپیہ جانتے ہیں

تصحیح الاجمالی مناقب آل و اصحاب

خلفاء اربعہ کے فضائل و مناقب عشرہ مبشرہ کے حالات ازواج مطہرات کے فضائل تمام اہلبیت کے ستودہ خصائل حضرات حسنین کے برگزیدہ فضائل سچ تو یہ ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کردیا ایک کالم عربی دوسرا سلیس اسد و جسمین عربی کا پورا پورا ترجمہ صفحہ بصفحہ ہے۔ یہ کتاب لایق دیدہے قیمت باوجود ضخامت حجم کے بہت ہی کم ہے۔ فی جلد صرف عصہ

جوہر الایقان فی حفظ الایمان

فاتحہ سوم چہلم محفل میلاد وغیرہ کا ثبوت غیر مقلدوں کے عقائد فاسدہ کا رد عبد الوہاب نجدی کا ذکر اختلافی مسائل کے رد کرنے میں اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں چھپی قیمت صرف ۱۲ر

... سوانح عمری ... ہندی

خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ کی بہت سی کتابیں ایسی چھپی ہیں... دو دوسری کتابیں... عارفانہ تصنیفات اور ... مصطلحات اہل تصوف ... کا حال ... ہندوستان میں تشریف لانا ... آپ کی اولاد کا ... درگاہ شریف روضہ ... حسین خنگ سوار کے حالات ... کتاب ہے۔ بڑی دلچسپ اور قابل دید ہے۔ صفحہ ۸۰ قیمت صرف ۸ آنہ

تذکرہ صا...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سراج العارفین رضی الملۃ والدین حضرت خواجہ محمد الباقی

رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات

محترم و بزرگ خواجہ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی قاضی عبد السلام تہا جو ایک عرصہ سے اپنے قبائل سمیت کابل مین سکونت پذیر تھے۔ قاضی عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اسقدر محدود ہین کہ ہم انکی سیرت یا لائف کا پورا تو پورا ادھورا خاکا بھی نہین کھینچ سکتے۔ مختلف تحقیقات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہی کہ آپ حسن سیرت اور اخلاق عالیہ کے علاوہ علم و فضل مین خاص امتیاز رکھتے تھے۔ مزاج مین انتہا درجہ کا عجز و انکسار تہا اور عام طرز معاشرت تکلف و بناوٹ سے خالی علوم تصوف اور فقہ و حدیث مین ضرب المثل تھے۔ اور بلحاظ دینی و دنیاوی تعزز کے ارباب فضل و کمال مین ایک نہایت برگزیدہ اور معزز شخص تسلیم کیے جاتے تھے۔ غرض دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس کے لیئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے قاضی عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ سے دریغ رکھی ہو اور غالبًا یہی فضل و کمال آپ کو کابل مین کشان کشان لے آیا تھا۔ کیونکہ اس عہد مین زمین کابل کے علاوہ اظہار کمالات اور اکتساب فضائل کا کوئی دوسرا موقع اہل علم اور ارباب کمال کے لیئے نہ تھا۔

محترم خواجہ کی ولادت سنہ ۹۷۱ ہجری یا سنہ ۹۷۲ ہجری کو علی اختلاف القولین ہوئی لیکن اگر ہم یون کہین کہ آپ سنہ ۹۷۱ ہجری کی اخیر تاریخون اور سنہ ۹۷۲ ہجری کے ابتدائی ایام مین پیدا ہوئے تو یہ اختلاف بالکل اٹھ جاتا ہی۔ جس زمانہ مین یہ نصیبہ ور اور خوش تقدیر لڑکا پیدا ہوا اسوقت باپ کی

کیا حالت تھی یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہی۔ قاضی عبدالسلام کے جزئی حالات دریافت ہونیکے بعد اس قدر اور صرف اسیقدر کہا جا سکتا ہی کہ وہ گو گھر سے خوش حال تھے مگر انکو چنداں تمول بھی نہ تھا اس لیئے خواجہ کی طفولیت کا زمانہ معمولی حالت مین گزرا ہوگا۔ مگر آگے چلکر یاوری اقبال سے وہ سامان پیدا ہوگئے جن کی کسیکو خبر بھی نہ تھی۔ اور بہت تھوڑا عرصہ نہ گزرا تھا کہ آپ کا دینی اقتدار یہان تک پھیلا کہ سلاطینِ وقت کی گردنین آپکے آگے جھکنے لگین۔ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ خواجہ اپنی خداداد قابلیت سے اپنی قوم و ملک کے فخر کہلائے جائینگے اور کیا کسی کے خیال مین یہ بات آئی تھی کہ افغانستان سے لیکر ہندوستان تک مین آپکے علم و فضل کا عَلَم شہرت گڑ جائیگا +

طفولیت کے زمانے مین آپ کی نصیبہ ور اور فراخ پیشانی سے اطوار بزرگی اور آثار اقتدار نمایان تھے۔ اور نجابت و شرافت پڑی ٹپکتی تھی۔ ابھی پورے دو سال کے بھی نہ تھے کہ آپ کی دل آویز طفلانہ حرکات سے قیافہ شناس لوگون نے معلوم کرلیا تھا کہ یہ بچہ ضرور ہونہار ہوگا۔ اور آئندہ کسی زمانہ مین یہی ہلال بدرِ کامل ہوکر دنیا مین چمکے گا۔ جس کی خنک اور تسکین بخش شعاعون کے اثر سے ایک عالم کے پژمردہ دل تر و تازہ ہون گے +

جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو متانت و سنجیدگی کے آثار چہرۂ شریف سے عیان ہونے لگے۔ اس زمانہ مین آپ دن دن بھر تنہا ایک گوشہ مین خاموشی اور سکوت کے ساتھ سر گریبان بیٹھے رہتے اور کسی شخص سے زیادہ از ضرورت بات نہ کرتے۔ اسی زمانہ مین آپ کی تحصیلِ علوم رسمی کا آغاز ہوا۔ آپکے والد بزرگوار قاضی عبدالسلام بجائے خود ایک بڑے جلیل القدر فاضل تھے اور اُنھین شروع ہی سے خواجہ کی تعلیم و تربیت کی طرف حد درجہ کا اعتنا تھا ہوش سنبھالتے ہی خواجہ کو ایک مکتب کے حوالہ کیا اور یون تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ قرآن مجید اور دیگر ابتدائی علوم سے فارغ ہوئے تو علوم رسمیہ کی سنگلاخ اور دشوار گزار منزلین طے کرنیکے لیئے کمرِ ہمت باندھی اور جمیع علوم مولانا صادق حلوائی کی خدمت مین پہنچے جو اُس زمانہ مین ارباب فضل و کمال کے حلقون مین یگانۂ روزگار اور علوم رسمیہ مین ضرب المثل تسلیم کیئے جاتے تھے خواجہ کو مولانا کی خدمت مین تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اُنھین سفر درپیش آیا اور آپ اُن کی رفاقت مین کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ چونکہ بزرگ خواجہ کی قسمت مین روزِ ازل سے مقتدائے مذہب اور

پیشوائے عالم ہونا لکھا تھا اسلیئے اُسکے سامان بھی خود بخود فراہم ہو گئے تھے اِدہر آپ کی سموچی ہوئی فطرت اور عقل سلیم اُدہر مولانا صادق کی آپ کی تعلیم و تدریس کے بارے مین مستعدی و سرگرمی اور سب سے بڑھکر ارادۂ ازلی کے اشارون پر چلنے اور علوم رسمیہ کی دقیق اور مشکل کتابین پانی کی طرح پینے اور ماوراء النہر مین تشریف لائے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ سلسلۂ درس پورا ہونیکے قریب ہوگیا اور آپکے زور طبع اور عقل رسا اور خداداد قابلیت کے چرچے جستہ جستہ لوگون مین پہیل گئے۔ اِسے خواجہ کی خوش قسمتی کہنا چاہیئے کہ مولانا صادق کو آپ کی تعلیم کے بارے مین خاص طرح کا اعتنا تہا اور غالبًا وہ سمجھتے تھے کہ عنقریب ایک مائۂ آنیوالا ہو جس مین اِس شخص کی بدولت دینی علوم کے شیرین اور خنک چشمے ولایتِ افغانستان اور تمام ہندوستان مین نہایت پیاری اور دلربا شکل مین بہین گے جنسے آیندہ نسلون کے ہونہار پودے نہایت سرسبز و شاداب ہوکر اپنی خوبی و دلربائی کی طرف لوگون کو متوجہ کرین گے۔

الغرض محترم خواجہ نے اکتسابِ علوم مین وہ ترقی کی کہ تھوڑے ہی زمانہ مین اپنے معاصرین مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جانے لگے۔ اور آپ کی ذہانت و طباعی کی شہرت حدودِ ماوراء النہر سے نکل کر دور دور پہیل گئی۔ علوم رسمیہ کی تحصیل مین قدرے قلیل حصہ باقی رہ گیا تھا کہ آپنے راہِ تصوف مین قدم ڈالا لیکن یہ آپ کی ذکائے فطرت اور صفائی نسبت کا بدیہی نتیجہ تہا کہ جو علوم تحصیل سے باقی رہ گئے تھے اُن مین بہی آپ کو کمال درجے کا درک حاصل تہا۔ جیسا کہ ایک واقعے سے اِس کا ثبوت اچھی طرح ہو سکتا ہے۔

ماوراء النہر مین ایک علمی مجلس قائم تہی اور اُسکا رکن اعظم ایک بڑا جلیل القدر فاضل تھا یہ مجلس ہفتہ مین ایک روز مرتب ہوتی اور شہر کے اکثر علما کی تشریف آوری اِسکو رونق و زینت دیتی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجلس مین بہت سے علما موجود تھے اور اِدہر اُدہر کی باتین ہو رہی تہین شدہ شدہ یہان تک نوبت پہنچی کہ محترم خواجہ کی تحصیلِ علوم کا ذکر چھڑ گیا۔ لوگون نے بیان کیا کہ اُنہوں نے جذبات الٰہیہ کے ہجوم کی وجہ سے علوم رسمیہ کی تحصیل کو ترک کر دیا۔ فاضل نے قدرے اظہار افسوس کے بعد کہا کہ اگر خواجہ چند روز اور مطالعہ کتب مین سرگرم رہتے حتی کہ اُنکی مولویت کمال امکان کے درجے کو پہنچ جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ محترم خواجہ نے فاضل کی یہ تقریر سُنی تو فرمایا۔ کمال مولویت کا مفہوم

صرف اسقدر ہے کہ کتب متداولہ کے سلسلہ مین جو کتاب سب سے مشکل اور ادق اور مالاینحل ہو آدمی اُسکا کماحقہ مطالعہ کرسکے اور نہ صرف خود مطالعہ کرسکے بلکہ دوسرے کو اچھی طرح سمجھا سکے۔ مین بلا مبالغہ دعوے کے ساتھ کہتا ہون کہ جس کتاب کو وہ نہایت دقیق اور حد درجہ ادق سمجھتے ہون میرے سامنے پیش کرین اگر کسی مسئلہ مین مجھسے اُنکی تشفی نہوسکے تو بیشک وہ سچے ہین اور مین جھوٹا ۔۔

مولانا صادق کے سلسلۂ تلامذہ مین ایک بڑا فاضل تھا اُسکا بیان ہے کہ جب ہم لوگون کے کان مین یہ بات پہنچی کہ خواجہ نے تحصیل علوم کو خدا حافظ کہکر راہ درویشی مین قدم رکھا ہے تو ہم لوگون نے متفقہ الفاظ مین کہا کہ ہمپر اِس نوجوان کی فطرت وہمت کے وہ گرانبہا جوہر نمایان ہوئے ہین کہ اُن سے بڑھکر کسی دوسرے شخص مین پائے جانے کی امید بہت کم ہے۔ ہم یقین کے ساتھ کہتے ہین کہ یہ شخص جس راہ مین قدم رکھیگا۔ اُسے بسہولت ضرور طے کریگا۔ اور جس کام مین ہاتھ ڈالے گا اُسے انجام کو پہنچائے گا اور انجام کار ایسا ہی ہوا بھی ۔۔

غرضکہ حضرت خواجہ کو تحصیل علوم کے زمانہ مین جو آپکے شباب کا زمانہ تھا راہ درویشی کا شوق دامنگیر ہوا اور باریافتگان محفل لِیْ مَعَ اللہِ کی صحبت کا مبارک ولولہ اور جوش پیدا ہوا یہان تک کہ آپنے تحصیل علوم کی راہ چھوڑکر دوسری راہ اختیار کی اور بلاد ماوراء النہر مین جو اُنون کبار مشائخ کا مرکز تھا اولیاء اللہ کی تلاش مین سرگرمی کے ساتھ گشت لگاتے پھرے بعضون سے مستفید ومستفیض ہوئے۔ اور بعضون کے ہاتھون پر توبہ وانابت کی تجدید کی ۔۔

ماوراء النہر سے جب آپ کی طبیعت اُچاٹ ہوگئی تو ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہان آپکے معاصرین مین سے بعض لوگون نے جو وجاہت اور ثروت اور شاہی مناصب سے ممتاز تھے بہتیرا چاہا کہ آپ بھی کسی معزز منصب پر مامور ہوکر دنیاوی مال سے تمول اور تونگری حاصل کرین مگر چونکہ آپ کی قسمت مین روزِ ازل سے دینی دولت کا کافی حصہ لینا لکھا تھا۔ اِس لیئے اُن کی تمام کوششین رائگان گئین اور جذبات آلٰہیہ کے سلطان نے آپ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اب آپ کو ارباب محبت ومعرفت کی کتابون کے پڑھنے کا شوق دامنگیر ہوا اور اُنکے اشتیاقِ ملاقات کی آگ اور بھی بھڑک اُٹھی۔ ایک درویش کا بیان ہے کہ محترم خواجہ نے اپنی زبان درفشان سے فرمایا کہ مین ایک روز ایک کتاب کے مطالعہ مین مشغول تھا دفعتًہ ایک ایسی تجلی نمایان ہوئی کہ مین آپے سے بے آپے ہوگیا اور تمام ہوش وحواس ایک ایک کرکے غائب ہوگئے

مین اسوقت محو حیرت تہا اور ساری دنیا حیرتکدہ نظر آتی تھی۔ آخر کار حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ کی روحانی کششون نے میری دستگیری کی اور مین نے تمام تعلقات کو بالائے طاق رکھکر ارباب معرفت کی طلب و سراغ مین نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ کوشش کی۔ ایک اور درویش کا بیان ہے جو ہمہ وقت آپ کی خدمت مین حاضر رہتا تھا کہ بزرگ خواجہ نے سالکون اور مجذوبون کی جستجو مین اسقدر کوشش کی کہ اس سے بڑھکر خیال مین بہی نہین آسکتی۔ برسات کا موسم تھا اور کیچڑ وگارے کی کثرت سے آدمیون کو تھوڑی دور بھی چلنا سخت دشوار اور مشکل تہا۔ مگر آپ باوجود نازک تنی کے لاہور کے جنگلون اور قبرستانون اور پہاڑون کو کسی صاحب دل کے اشتیاق ملاقات مین کھُوندتے پہرتے تھے۔ ایک روز میرے دلمین یہ ولولہ پیدا ہوا کہ آج مین بہی خواجہ کے ساتھ چلون اور جنگل وصحرا کی بہار سے دل پژمردہ کو تازہ کردن ہر چند آپنے منع کیا مگر مین اپنے ارادہ سے باز نہین آیا۔ تہوڑی دور چلا ہون گا کہ کیچڑ کی کثرت سے پاؤن سن پڑگئے اور پنڈلیون مین درد ہونے لگا۔ مین چاہتا تہا کہ نہایت بے صبری کے ساتھ اپنا حال ظاہر کرون مگر ادب اور حیا دونون عرض حال کی اجازت نہین دیتے تھے۔ حتے کہ خواجہ خود آگاہ ہوئے اور مجھے رستہ مین سے واپس کر دیا مجھے اسوقت اس امر کا یقین کامل ہوگیا کہ آپ ان ظاہری قدمون کی قوت سے نہین بلکہ دوسرے قدمون کی قوت سے اس قسم کی دشوار گزار اور سنگلاخ راہین طے کرتے ہین ع قطع این راہ بجز پائے جنون نتوان کرد۔

خواجہ کا ایک رفیق خاص مظہر ہے کہ لاہور کے قبرستان اور باغات کے حوالی مین ایک مجذوب رہا کرتا تھا صاحب حال۔ خواجہ کو اسکی کیفیت معلوم ہوئی تو مدتون اُسکے پیچھے پیچھے پہرا کیئے اور اُسکا حال یہ تہا کہ جب آپ کو اپنے پاس آتا دیکھتا بجز دشنام دہی کے اور کوئی بات ہی نہ کہتا۔ اور کبھی پتھرون کا مینہ برساتا اور گاہے آپ سے پیچھا چھڑانے کے لیئے دوسری جگہ چلا جاتا لیکن خواجہ طلب مین اسقدر ثابت قدم اور راسخ دم تھے کہ باوجود اس تنفر اور توحش کے اُسکا پیچھا نہ چھوڑتے تھے یہان تک کہ ایک روز اُس دیوانے کی مہربانی کی رگ جو حقیقت مین سو دانشمندون کا ایک دانشمند اور ہزار عقلمندون کا ایک عقلمند تہا حرکت مین آئی اور آپ کو اپنے پاس بلایا اور خاص نظرین ڈالکر حصول مرام اور کامیابی کے ساتھ مقصود دلی کے پہنچنے پر دعائین دین۔ یہ اُن ہی دعاؤن کا اثر تہا کہ خواجہ کو بے انتہا دینی و دنیاوی فوائد نصیب ہوئے۔

خلاصہ یہ کہ محترم خواجہ نے سالکوں اور مجذوبوں کی تلاش و جستجو مین انتہا درجہ کی کوشش کی اور بہت سے پاک دلوں کی صحبت مین رہکر فوائد عظیم حاصل کیئے جن ارباب معرفت کے ہاتھوں پر آپنے بیعت کی اور اجازت طریقہ و خرقہ حاصل کی اُن مین سے چند حضرات کے اسم گرامی ذیل مین مین درج ہوتے ہین ÷

حضرت خواجہ عبید رحمہ اللہ - یہ اپنے زمانہ کے بڑے مشہور علاّمہ اور نہایت جلیل القدر فاضل تھے. علم و فضل کے علاوہ صاحب کرامات و خوارق بھی تھے - اور ارباب معرفت و محبت کے حلقوں مین بہت بڑے اقتدارات رکھتے تھے - آپ خلیفہ تھے مولانا لطف اللہ رحمہ اللہ کے اور مولانا لطف اللہ خلیفہ تھے مولانا خواجگی دہبیدی علیہ الرحمۃ کے ÷

حضرت امیر عبد اللہ بلخی رحمہ اللہ - یہ بزرگوار بڑے پایہ کے آدمی تھے اِن کی تمام خدمات و اوصاف کو چھوڑکر اگر صرف علمی کمال پر نظر کیجاتی ہے تو پھر اُس عہد کا کوئی عالم و فاضل ایسا نظر نہین آتا جو آپ کی برابری کا دعوے دار ہو سکے - جامع علوم ہونیکے علاوہ فراست و درایت مین اعلے درجہ کا کمال تھا فن ادب علم الرجال و الانساب فقہ حدیث اور ان کے سوا تمام علوم مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ اپنے ہمعصروں مین باعتبار شہرت مقبولیتِ عام رکھتے تھے اور بڑے بڑے فضلا اپنے تئین آپکے سامنے طفل مکتب سمجھتے اور زانوے شاگردی تہ کرتے تھے ÷

شیخ سمرقندی رحمہ اللہ - یہ بزرگوار حضرت خواجہ احمد یسوی رحمہ اللہ کے بڑے معزز اور جلیل القدر خانوادہ سے تھے - محترم خواجہ نے آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر تجدید توبہ کی اور تھوڑے روز خدمت اقدس مین رہکر ما وراء النہر واپس آنے کی اجازت چاہی مگر شیخ نے اجازت نہین دی اور فرمایا تم ابھی نوجوان ہو چند روز یہان اور رہو لیکن آخرکار خواجہ کے اصرار سے رخصت دی - اور آپکے حق مین دعاے خیر کی کہ خداے تعالی دولت استقامت سے مالامال کرے ÷

حضرت شیخ بابامی والی قدس اللہ سرہ العالی - آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مین ایک بڑے ممتاز پیر تھے اور کشمیر مین سکونت رکھتے تھے - دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس مین اس سے بڑھکر اور کیا درجہ ہو سکتا ہے کہ باشندگان کشمیر کے واجب الاحترام مقتدا تسلیم کیئے جاتے تھے - وہان کے بڑے بڑے رؤسا اور خود حاکم وقت کی گردن تسلیم آپکے سامنے خم تھین اور تمام ملک و قوم مین آپکا نام

نہایت اعزاز و اقتدار کے ساتھ لیا جاتا تھا ؎

حضرت مولانائے اعظم خواجہ امکنگی رحمہ اللہ - آپ اپنے وقت کے مشہور و معروف مشائخ مین سے تھے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی جیتی جاگتی چلتی پھرتی یادگار تھے موجودہ مشائخ نقشبندیہ مین ایک آپ ہی ایسے شخص تھے جو خاص خواجہ بزرگ کے طریقہ پر پہاڑ کی طرح مستقیم و ثابت قدم تھے آپ معمر و سن ہونے کی وجہ سے بھی واجب الاحترام اور شایان بزرگی تھے۔ آپ کا نسب صرف دو واسطون سے خواجہ احرار رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے یعنی آپ کو اپنے والد بزرگوار مولانا درویش محمد امکنگی رحمہ اللہ سے ارادت حاصل تھی اور مولانا درویش محمد اپنے محترم ماموں مولانا زاہد وخشواری کے مرید تھے اور مولانا زاہدؒ حضرت قطب الاخیار خواجہ احرار قدس سرہ کے۔ جن دنوں مین بزرگ خواجہ ماوراء النہر کے شہرون اور قصبوں مین مشائخ کبار کی تلاش و جستجو مین پھر رہے تھے حضرت مولانائے اعظم خواجہ امکنگی واقعے مین آپ پر ظاہر ہو کر فرمانے لگے کہ اے فرزند ہم تمہارے منتظر ہین جلد آؤ۔ اور ہمارے انتظار کی تشویش کو دور کرو۔ خواجہ اس سے بہت خوش ہوئے اور ذیل کی ایک بیت بیساختہ زبان مبارک پر جاری ہوئی ؎

میگذشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمین | عالم آشوب نگاہے سر راہم بگرفت

محترم خواجہ کے مشائخ کی فہرست مین ہمین صرف یہی چند حضرات دستیاب ہوئے ہین جنکے اسمائے گرامی سے ہم نے اپنے ان چند اوراق کو رونق و زینت دی ہے قطع نظر اسکے جب ہم تھوڑی دیر کے لیے آپ کے حالات زندگی اور واقعات پر نظر ڈالتے ہین تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اویسی تھے یعنے حضرت خواجہ بزرگ بہاء الحق والدین اور آپ کے ممتاز خلفا بلکہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مبارکہ سے تربیت پائی تھی اور ان بزرگوارون کی نظر عنایات سے اس خدمت کو انجام پر پہنچایا تھا۔ جیسا کہ خود آپکے ایک مضمون سے ترشح ہوتا ہے۔ فرماتے ہین

ابیات

شنیدم کاشف راز نہانی | ابو القاسم چراغ کبر کانی
کہ بودے در دجان نام اویش | کہ باشد شربے از نام اویش
کیم من کین ہوس گیرد دماغم | نیابد نور این سودا چراغم
زبانم زین تلفظ گرچہ بندست | سرم بیخہ است صید این کمندست

اگرچہ یہ کمال آپ کو پہلے ہی سے حاصل تھا مگر چونکہ بدون پیر ظاہر کے اس کا اظہار مشکل اور سخت دشوار تھا

اِس لیئے آپ ماوراالنہر تشریف لیگئے اور مولانا خواجگی کے ہاتھ پر بیعت کر کے طریقۂ نقشبندیہ کی اجازت حاصل کی۔ اِس دعوے کے ثابت کرنیکے لیئے کہ محترم خواجہ اویسی تھے ہمارے پاس دو شاہد عادل موجود ہین صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہین کہ ایک صاحب صادق القول نے جو اکثر اوقات خواجہ کی خدمت مین حاضر رہتا تھا مجھسے بیان کیا کہ بزرگ خواجہ لاہور کی ایک مسجد مین فرض نماز ادا کرنیکے لیئے تشریف لائے اور یہ اسوقت کا واقعہ ہے کہ ابھی تک آپ ہندوستان سے ماوراءالنہر تشریف نہین لے گئے تھے ہم لوگ مصروف نماز تھے کہ دفعتہً آپکے سینے سے ایک نہایت ہیبتناک آواز پیدا ہوئی جس نے تمام نمازیون کو حیرت مین ڈالدیا۔ امام کے سلام پھیرتے ہی حضرت خواجہ نہایت سرعت کے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔ اور اُسدن کے بعد سے پھر مسجد مین رونق افروز نہین ہوئے۔ بلکہ اپنے دو تین ساتھیون کو جمع کر کے مکان ہی پر جماعت سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک اور عزیز کا بیان ہو کہ جو لوگ بزرگ خواجہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اُن مین ایک مین بھی تھا جو بلا ناغہ اِس مقتدائے عالم کی اقتدا سے فیض و برکت حاصل کرتا رہتا تھا۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ خواجہ نماز مین مشغول تھے اور ہم تین چار آدمی آپکے پیچھے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اثنائے نماز مین دیکھتا کیا ہون کہ حضرت خواجہ قبلہ رُخ کھڑے مجھے دیکھ رہے ہین یعنے آپکا رُخ مبارک قبلہ کی طرف بھی ہے اور میری طرف بھی اور جس طرح آپ سامنے کی چیزون کو ملاحظہ فرما رہے ہین اسیطرح پیچھے کی چیزون کو بھی دیکھ رہے ہین۔ اِس عجیب و غریب اور حیرتناک واقعہ سے میرے جسم پر ایک غیر معمولی لرزہ پڑا اور مین سر سے پاؤن تک تھر تھر کانپنے لگا۔ ہزار دشواریون کے ساتھ جون تون کر کے نماز پوری کی اور جو کچھ دیکھا تھا حضرت کی خدمت مین عرض کیا آپنے میری سرگزشت سنکر ایک نہایت خوش آیندہ مسکراہٹ کے بعد فرمایا کہ اِس واقعہ کا کسی سے ذکر مت کرنا۔

یہ دو خاص معاملے اِسبات کی صاف گواہی دیتے ہین کہ بزرگ خواجہ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال مناسبت اور تبعیت حاصل تھی کیونکہ پیغمبر صاحب کی سیرت پر نظر کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ نماز مین مشغول ہوتے تھے تو سینۂ مبارک مین ایک ایسا جوش اُٹھتا تھا جس کی آواز قریبًا ایک میل تک پہنچتی تھی اور یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اسیطرح پیچھے سے بھی آپ کو ہر چیز نظر پڑتی تھی چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت مین آیا ہی کہ

پیغمبر صاحب نے صفوف جماعت کو ہموار و برابر کرتے وقت فرمایا کہ صفون کو سیدھا کرو اور باہم ملکر کھڑے ہو کیونکہ مین تم کو عقب سے دیکھتا رہتا ہون جس طرح سامنے سے دیکھتا ہون محدثین کرام نے اگرچہ اس بیان کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات مین شمار کیا ہی اور کہا ہے کہ آپ کو یہ کیفیت ہر وقت حاصل تھی۔ لیکن عجب نہین کہ کسی بزرگ امت کو جو آپکے اتباع مین منہمک و مستغرق ہو کسی وقت یہ دولت حاصل ہو جائے۔ بالخصوص نماز کے وقت جسے معراج مومن کہا گیا ہے کیونکہ بزرگون کا قول ہی کہ تابع کامل کو متبوع کی تمام اوصاف و کمالات مین سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور پہنچتا ہے ؞

الغرض ان کمالات و حالات حاصل ہونیکے بعد بھی محترم خواجہ کوشش سے نہین تھکے اور مشائخ کاملین کی تلاش جستجو مین اسیطرح سرگرم رہے جسطرح پہلے تھے۔ باوجودیکہ اس زمانہ مین طلاب کا رجوع آپکے آستان مبارک پر کثرت سے تھا اور لوگ جوق جوق اکتساب کمالات کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ مگر آپ کی ہمت عالی مشیخت اور تعلیم طریقت پر مائل نہین ہوئی بلکہ ماوراء النہر اور بلخ اور بدخشان کی طرف کشان کشان لے گئی۔ تاکہ سلسلہ نقشبندیہ اور دیگر سلاسل کے ان بزرگون کی صحبت مین پہنچکر جو مسند ارشاد پر جلوہ گر ہین فوائد حاصل کرین اور احوال حاصلہ کی تصحیح فرمائین چنانچہ آپ شہر بشہر اور قصبہ بقصبہ ہوتے ہوئے حضرت خواجہ امکنگی کی خدمت مین پہنچے۔ انھون نے آپ پر انتہا سے زیادہ عنایت و رعایت مبذول فرمائی اور تین شبانہ روز متصل خلوت مین صحبت رکھی۔ اور بعض مزید فوائد کی اطلاع دیکر فرمایا برخوردار من! بفضل خدا تمہارا کام اس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی روحانی تربیت سے نہایت خیر و خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچ گیا ہی۔ اب تم پھر ہندوستان مین جاؤ کیونکہ وہان اس سلسلہ عالیہ کے نازک پودے تمہاری آبیاری کے ذریعے سے نشو و نما پائین اور سرسبز و شاداب ہون گے۔ ہند کے عالیمقدار مستفید تمہاری تربیت کی برکت سے کمال کو پہنچین گے۔ اور ہونہار طلاب تمہاری نظر فیض اثر سے پھلے پھولین گے۔ بزرگ خواجہ نے ازراہ انکسار عذر کیا کہ مین ابھی آپ کی تعلیم و تلقین کا محتاج ہون اور چاہتا ہون کہ چند روز خدمت اقدس مین ٹھیر کر کچھ اور فوائد حاصل کرون۔ مگر مولانا نے آپکا کوئی عذر نہین سنا۔ استخارہ کیا تو اس سے بھی مولانا ہی کی تائید ہوئی۔ ناچار خواجہ کو مولانا کی صحبت

سے مفارقت کر کے ہندوستان آنا پڑا۔

حضرت مولانا کے بعض قدیم الخدمت اور صاحب النسب یارون نے جب سنا کہ مولانا نے خواجہ کو صرف چند روزہ صحبت مین خلافت کاملہ اور اجازت تامہ عنایت فرما کر ہندوستان کیطرف جانے کی اجازت دی ہے۔ اور آپ کو وہان کا مقتدا و امام بنایا ہے تو اُن کی غیرت کی رگ حرکت مین آئی اور شورش کا نعرہ بلند ہوا۔ مولانا کو انکی اس شورش اور برہمی کی طلاع ہوئی تو آپنے اُن لوگون جمع کر کے فرمایا تمہین معلوم نہین ہے کہ یہ جوان کس رتبہ کا آدمی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص ہمارے پاس تحصیل تعلیم و تلقین کے لیئے نہین بلکہ احوالِ حاصلہ کی تصحیح کے لیئے آیا تھا۔ اسکی تحصیل تعلیم و تلقین تو ایکاور ہی ذریعہ سے ہوئی تھی اور کامل و مکمل کر کے تمہارے پاس بھیجا گیا تھا۔ اور جب یہ ہے تو ضرور ہے کہ جو شخص جیسا آئیگا ویسا جائے گا۔ غرضکہ بزرگ خواجہ بیابانِ ہندوستان کے تشنہ لبون کیلیے ابرِ رحمت بنکر اس طرف متوجہ ہوئے اور زمانہ نے بزبان حال یہ شعر پڑھا ؎ شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند ۔۔ زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود۔ ہندوستان کی سرزمین مین قدم رکھا تو کامل ایک سال تک لاہور مین جلوہ فرما رہے۔ اور یہان کے بہت سے علماء فضلا آپ کی محبت کے شیفتہ اور دلدادہ ہوگئے۔ لیکن چونکہ سارے ہندوستان مین صرف دہلی ہی ایک ایسی جگہ تھی اور اب بھی ہے جسے ارالاولیا اور بیت الفقراء کا فخر حاصل ہے۔ لہذا آپ یہان تشریف لائے اور قلعہ فیروز آباد مین جو ایک نہایت دلکشا مقام تھا اور ساحل دریا پر بڑی خوبصورتی اور دلکشی کے ساتھ واقع تھا رونق افروز ہوئے۔ خاص قلعہ مین ایک مسجد بھی نہایت عظیم الشان جس کی کچھ نمود اب بھی موجود ہے اور سابق کی رونق اور چہل پہل کی شہادت دے رہی ہے حضرت خواجہ خاص اس مسجد مین سکونت پذیر ہوئے اور زمانہ وفات تک یہین سکونت پذیر رہے۔

خواجہ رح کے عام اخلاق و عادات

محترم خواجہ کے عام اخلاق و عادات پر نظر ڈالنے سے پہلے یہ کہنا شاید بیجا نہوگا کہ ہندوستان کے طبقۂ مشائخ نقشبندیہ بالخصوص طبقۂ مشائخ متاخرین نقشبندیہ مین کوئی شخص ایسا نہین گزرا جو اخلاقی فضائل مین خواجہ کا دعویدار ہو اور اگر بفرض محال کسی صفت مین کوئی شریک ہو بھی تو یہ دعوے

نہیں کیا جا سکتا کہ تواضع اور بے نفسی اور خشوع و خضوع اور عجز و انکسار میں بھی خواجہ سے افضل ثابت
ہوا ہو۔ آپ ہمیشہ عزلت اور گوشہ نشینی مین زندگی بسر کرتے تھے مگر آپ کی عزلت اور گوشہ نشینی تارک الدنیا
فقرار اور راہبون جیسی نہ تھی بلکہ متشرع اولیا، اور صلحار کی سی تھی کہ دل بیار اور دست بکار کبھی آپ درویشون
اور معمولی آدمیون سے باتین کرتے دکھائی دیتے تھے اور کبھی حاجتمندون کی حاجت روائی مین سرگرم و
مستعد پائے جاتے تھے گاہے بازارون اور جنگلون مین پھرتے چلتے نظر پڑتے تھے اور گاہے مسجد و
معبد مین خدائے خلاق و علام کی عبادت گزاری مین مشغول پائے جاتے تھے۔

خاموشی خاموشی اور کم گوئی آپ کا عام شیوہ اور خاص عادت تھی۔ پہر دن عالم سکوت مین گردن
جھکائے بیٹھے رہتے اور کسی شخص کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہین دیکھتے تھے۔ اگر کسی نے کچھ پوچھا تو بقدر ضرورت
اور وہ بھی نہایت مختصر لفظون مین جواب دیدیا۔ لیکن جب تصوف کا علمی مسئلہ جو نہایت دقیق و غامض
ہوتا تو اُسکی تفصیل و تنقیح مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھتے اور نہایت وضاحت اور بسط کے ساتھ بیان
کرتے۔ یہان تک کہ سائل کو باحسن الوجوہ تشفی حاصل ہوجاتی۔ اور اُس سے آپ کی صرف یہ غرض ہوتی کہ مبادا
مسئلہ کا جاہل طالب کے ذہن نشین نہو یا ذہن نشین ہو تو اُلٹا ہو اور اس سے اُس کے دینی عقائد مین خلل پڑے

عجز و انکسار باوجود استغنا اور مرجعیت عام کے آپ کے مزاج مین انتہا درجہ کا عجز و انکسار تھا۔ سادات
و علمار کی تعظیم مین حد سے زیادہ مبالغہ کرتے۔ درویشون اور عالمون سے اُن کے مکان پر جا کر ملاقات
کرتے بلکہ کسی عالم کو پاپیادہ دیکھتے اور خود گھوڑے پر سوار ہوتے تو فوراً گھوڑے پر سے اُتر پڑتے اور سلام
و مصافحہ مین پیشقدمی فرماتے۔ مسلمانون کی حاجت روائی مین نہایت مستعدی و سرگرمی کے ساتھ کوشش
کرتے اور اُنکی امداد سے کبھی پہلوتہی اور دریغ جائز نہ رکھتے۔ جزئی اور کلی امور مین فقہار متورعین کی طرف
رجوع فرماتے۔ اور سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ غایت انکسار کی وجہ سے کسی پر اپنے مرتبہ اور کمال کا اظہار نہ
کرتے بلکہ حتی الامکان مخفی کرتے اور اپنے تئین اخس الناس خیال کرتے۔ چنانچہ آپ کے ملفوظات
سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی طالب خدمت اقدس مین پہنچتا تو آپ انتہا درجہ کے عجز و انکسار
کی وجہ سے اپنے تئین اس عظیم الشان کام کے لائق نہ سمجھکر معذرت کرتے۔ لیکن اگر طالب صادق اور
ثابت قدم ہوتا تو آپکے اس انکسار کو علو منزلت کی دلیل سمجھتا اور اپنے تئین آپ کی خدمت مین سپرد کر کے زبان
حال سے کہتا **قطعہ**

ازین در ندارم روے گریز | اگرچہ از دو عالم گریز کردہ ایم
بیان نمکہاے این میگسار | حوالہ بریش جگر کردہ ایم

کہتے ہین ایک خراسانی نوجوان مدت تک خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ کے مزار فائض الانوار کا مجاور رہا۔ اور حضرت خواجہ کی روحانیت سے ایک کامل مکمل پیر کی درخواست کرتا رہا۔ اسے واقعہ مین دکھایا گیا کہ طریقہ نقشبندیہ کا ایک بزرگ ابھی شہر مین آیا ہے۔ اُسکی خدمت مین حاضر ہو۔ خراسانی نوجوان حسب الارشاد محترم خواجہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور اپنا سارا واقعہ بیان کیا۔ زبان درفشان سے جاری ہوا کہ یہ مسکین تو اپنے تئین اس لائق نہین دیکھتا واقعہ مین جس بزرگ کا تمہین حوالہ دیا گیا ہے وہ کوئی اور شخص ہوگا۔ غرض جب آپ نے کثرت انکسار سے بہت کچھ معذرت کی تو خراسانی نوجوان پھر اپنی جگہ آبیٹھا۔ دوسری رات کو اُس سے کہا گیا کہ جس بزرگ کا ہمنے تجھے پتا دیا تھا وہ یہی بزرگ ہے جس کی خدمت مین تو کل پہنچا اور اُسکا عجز و انکسار دیکھا تھا۔ صبح کی پو پھٹتے ہی خراسانی خدمت اقدس مین حاضر ہوا اور قبولیت کی عزت حاصل کرکے مرتے دم تک آپسے جدا نہین ہوا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ بزرگ خواجہ اپنی جبلی انکسار کی وجہ سے بعض صادق العقیدت طلبہ سے جو سالہا سال سے آپکی صحبت و خدمت مین تھے فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری یہ ساری کوششین محض بیحاصل اور رائگان ہین تم نے جو گمان میرے ساتھ کر رکھا ہے سراسر بے نتیجہ ہے مین تمہارے حق مین مناسب خیال کرتا ہون کہ دوسری جگہ جاکر کوشش کرو اور مطلوب کی تلاش و جستجو مین ترود کرو۔ اور اگر کوئی رہنما پاؤ تو اس حقیر کو بھی اطلاع دو تاکہ مین بھی اُسکی خدمت مین حاضر ہون اور زخم دل کا مرہم پاؤن۔ خواجہ حسام الدین احمد جو خواجہ کے ممتاز خلیفہ اور نہایت خدمت گزار تھے بیان کرتے ہین کہ مجھے بھی محترم خواجہ نے ایسا ہی ارشاد کیا اور جب مین نے آپ کی طرف سے انتہا درجہ کا اصرار دیکھا تو عدم تعمیل حکم اور توقف کو دور از ادب خیال کرکے متوجہ آگرہ ہوا شہر مین پہنچا تو حیران و پریشان تھا کہ کیا کرون اور کہان جاؤن۔ کبھی دل مین کہتا تھا کہ کسی شخص سے دریافت کرون شاید کسی صاحب معرفت کا پتا مل جائے۔ کبھی کہتا تھا کہ نہین بس اپنے دہلی ہی واپس چلون انجام کار مین نے اپنے دل مین یہ فیصلہ کر لیا اور قطعی فیصلہ کر لیا کہ حضور خواجہ کے آستان مبارک پر حاضر ہوکر عرض کرون کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل مین تابمقدور کوشش کی مگر مین نے تو کوئی ایسا شخص پایا نہین جس کی بابت آپنے ارشاد کیا تھا۔ مین ان ہی مسلسل خیالات مین محو تھا کہ ایک نہایت دلکش اور دلربا آواز

نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ مین چونک کر اِدہر اُدہر دیکھنے لگا تو ایک عالیشان مکان کی اونچی دیوار سے گانے کی آواز میرے کان مین پہنچی غور سے سُنا تو قوال شیخ سعدی رح کی یہ بیت بار بار گا رہے تھے بیت

توخواہی آستین افشان وخواہی دامن اندرکش ۔ مگس ہرگز نخواہد رفت از دکانِ حلوائی

اِس بیت سے میرے آخری خیال کی چنگاری کو مشتعل کر دیا اور مین نہایت عجلت و سرعت کے ساتھ خدمت اقدس مین حاضر ہوا اور جو کچھ دیکھا اور سنا تہا حرف بحرف عرض کر دیا۔

شفقت اور ترحم کی مثالین یہ ہم اول ہی لکھہ چکے ہین کہ تواضع اور بے نفسی مین محترم خواجہ وہ پایہ رکہتے تھے جس کی نظیر متاخرین مشائخ نقشبندیہ مین بمشکل ملے گی۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ اس صفت خاص مین کوئی شخص آپ کی برابری کا دعوے نہین کر سکتا اور اس کے ساتھ ہی عفو و ترحم آپ کی جبلت مین گویا کوٹ کوٹ کر بہر دیا گیا تہا کثرت شفقت نے ملک مین شہرت عام پیدا کر دی تہی اور غریب حاجتمندون کا مجمع صبح اور شام کو خواجہ کے عام رہگزر پر ہوتا تھا اور سب بامراد و دعائین دیتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لاہور مین خشک سالی کے آثار نمایان ہوئے اور سارے ملک پر قحط وغربت کی گہٹا چھا گئی۔ اُس زمانہ مین محترم خواجہ لاہور مین تشریف رکھتے تھے۔ آپنے جب قحط زدون کی مصیبت کا خیال کیا تو خود بھی کہانا پینا چہوڑ دیا اور چند روز کے بعد خدام نے کہانا پیش کیا تو حضور نے پُرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہا کر فرمایا کہ یہ انصاف سے بہت دور ہے کہ ایک شخص تو پڑوس مین بہوک کی وجہ سے رات بہر تڑپ تڑپ کر گزارے اور ہم سیر ہو کر کہانا کہائین۔ یہ فرمایا اور جسقدر کہانا پیش کیا گیا تہا سب بہوکون کو تقسیم کرا دیا۔

جب آپ لاہور سے دہلی تشریف لائے ہین تو راہ مین اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے کہ ابھی آپنے ایک فرسخ بلکہ ایک میل بہی طے نہین کیا کہ کوئی عاجز پاپیادہ رستہ چلتا نظر پڑ گیا خود گہوڑے پر سے اُتر پڑے اور اُسے سوار کر دیا۔ وہ منزل تک گہوڑے پر اور آپ پاپیادہ چلے آئے۔ اور اس غرض سے کہ کوئی آپ کو جانے پہچانے نہین سر مبارک پر لنگی ڈال لیتے تھے۔ مگر جب منزل قریب ہی رہجاتی تو آپ بہ نیت اخفا گہوڑے پر سوار ہو لیتے۔ اِن دونون واقعون سے بزرگ خواجہ کے شفقت و ترحم کی صفت خاص ظاہر ہوتی ہے اور ساتھ ہی خلوص کا بھی ثبوت ہوتا ہے کہ آپ اپنے عمل خیر پر کسی کا مطلع ہونا پسند نہین کرتے تھے۔ پہر آپ کا یہ شفقت و ترحم صرف گروہ بنی آدم ہی کے ساتھ مخصوص نہ تہا بلکہ حیوانات کے بہی شامل حال تہا

چنانچہ آپکے ملفوظات سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک رات تہجد کے لیئے اُٹھے بلّی لحاف پر سوگئی آپ نماز سے فارغ ہو کر بستر پر تشریف لائے تو بلّی کو لحاف پر سوتے دیکھا شفقت و ترحم نے اتنی اجازت نہین دی کہ آپ بلّی کو جگا کر لحاف اوڑہین - چنانچہ صبح تک یون ہی بیٹھے جاڑے کی سخت تکلیف جھیلتے رہے اور بلّی کے جاگنے اور تکلیف پانے کے روادار نہوئے ؛

رقتِ طبع آپکے ہمسایہ مین ایک نوجوان سکونت پذیر تھا ظالم اور شریر الطبع ممنوعات شرعیہ مین کوئی چیز ایسی نہ تھی جسکا وہ مرتکب تھا طرح طرح کی بیجا شرارتین اُس سے ظہور مین آتی تھین - اور اسکی یہ شرارتین متعدی و متجاوز تھین - ایکدن کا ذکر ہے کہ خواجہ حسام الدین نے شہر کے کوتوال سے اُسکی ساری شرارتون کا ذکر کیا - اور اُس نے اُسے گرفتار کر کے حوالات مین بند کر دیا - محترم خواجہ کو خبر ہوئی تو آپ نے خواجہ حسام الدین کو بلا کر عتاب کیا - اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت وہ شخص پلے درجے کا فاسق و شریر ہو اور اسکی شرارت نہ صرف اُسکی ذات کے ساتھ محدود ہو بلکہ متعدی و متجاوز ہے - خواجہ یہ سُنکر اور بھی متاثر ہوئے اور دلِ پُر درد سے ایک سرد آہ کھینچکر فرمایا - ہان بھائی سچ ہے چونکہ تم اپنے تئین صالح باصفا اور گناہون سے پاک دیکھتے ہو اس لیئے وہ تمھاری نظرون مین فاسق و شریر ہے - ہم تو اپنے تئین کسی بات مین بھی اُس سے ممتاز نہین پاتے - اور جب یہ ہو تو کس بنا پر اُسے بُرا کہہ سکتے ہین - ازان بعد آپنے شہر کے کوتوال سے اُس کی سفارش کی - اور اُس نے فوراً نوجوان کو چھوڑ دیا - آپ کی شفقت کی برکت سے خدا نے اُسے نیک ہدایت دی اور وہ گروہ صلحا مین ایک ممتاز صالح شمار کیا جانے لگا

تحمل و بُردباری تحمل و بردباری و بےنفسی کے لحاظ سے خواجہ جس رتبے کے آدمی تھے اُن کی نظیر بمشکل ملسکتی ہو - صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے کہ مین ایک دن ایک مسجد کے گوشہ مین تنہا بیٹھا ہوا تھا - مجھسے کچھ فاصلے پر دو فقیر اور بیٹھے ہوئے باہم باتین کر رہے تھے - ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ کچھ شیوخ و اولیاء اللہ کا تذکرہ کرو - دوسرے نے متقدمین صلحاء امت کی دو چار حکایتین اور اُن کے عادات و اخلاق بیان کیئے - اور اسی ضمن مین یہ بھی بیان کیا کہ مین نے عمر بھر مین صرف ایک شخص کو دیکھا ہے جسکی نسبت مین یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ بےنفسی اور بردباری مین کوئی شخص اُسکا سہیم نہین ہو سکتا اور اُس مقام پر پہنچکر اُس نے ہمارے محترم خواجہ کا نام مبارک لیا اور کہا ایک دن کا ذکر ہے کہ مین خواجہ قطب الدین بختیار رحمہ اللہ کے مزار پر موجود تھا دفعۃً خبر پہنچی کہ حضرت خواجہ محمد باقی قدس اللہ سرہ

تشریف لاتے ہین۔ خدام مزار نے جو مزار کے قریب جوار مین رہتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر ایک تخت بچھایا۔ اور اُسپر فرش و تکیہ لگاکر استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے اتنے مین ایک بے قید آزاد فقیر آیا۔ اور تخت و بچھونے کو دیکھکر خادم مزار کیطرف روئے سخن کرکے کہا۔ یہ کیا ہے اور کس کے لیئے ہے خدام نے کہاکہ خواجہ بزرگ جناب خواجہ محمد باقی تشریف لاتے ہین۔ یہ تخت اُن کے جلوہ آرا ہونیکے لیئے بچھایا گیا ہے اِن لفظون کے سنتے ہی بے قید آزاد و بدزبان فقیر پر بجلیان گر پڑین۔ اور نہایت غضبناک لہجہ مین خواجہ کو سخت سست کہنے لگا۔ اسی اثنا مین خواجہ بھی تشریف لے آئے۔ آپ کو دیکھکر وہ اَور بھی برافروختہ ہوا اور مُنہ در مُنہ ہرزہ گوئی اور دشنام دہی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا اور کہا اے شخص تو ایسی کون سی لیاقت اور رتبہ رکھتا ہے کہ لوگ تیرے لیئے یہان فرش فروش کرین۔ محترم خواجہ کے ہمراہ جو درویشون کی جماعت تھی وہ اِس بے لگام فقیر کی یہ دل آزار اور تکلیف دہ باتین سنکر بیچین تھی اور چاہتی تھی کہ بہت جلد اسکی بدزبانی اور دشنام دہی کا مزہ اِسے چکھا دیا جائے۔ مگر فوراً خواجہ نے اُن کی طرف خشم آلود نگاہ سے دیکھا اور اشارہ کیا کہ خبردار اِسپر ہاتھ نہ ڈالنا۔ اِس اشارہ کو پاتے ہی سب لوگ صم بکم کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اور فقیر کی سخت و درشت باتین جو اُن کے دلون مین زہر آلود تیرون سے زیادہ اثر کر رہی تھین نہایت سکوت و خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ بے لگام فقیر جب سب کچھہ کہہ چکا تو بزرگ خواجہ اُسکے پاس گئے اور نہایت نرمی و عاجزی کے لہجے مین فرمایا کہ آپ جو کچھہ فرماتے ہین بالکل ٹھیک اور بجا فرماتے ہین حقیقت مین مَین ویسا ہی ہون جن لفظون کے ساتھ آپنے مجھے یاد فرمایا ہے۔ خدام مزار کا یہ فعل جسکی بابت آپ کو رنج اور ناگواری پیدا ہوئی سچ بات یہ ہے کہ میرے بے اشارے اور بے علم ظہور مین آیا یعنے مجھے اِسکا بالکل علم نہ تھا کہ خدام نے میرے لیئے اسقدر تکلف کیا ہے۔ آپ براے خدا معاف کیجیے اور مجھہ بدنصیب کے پیچھے اپنا سفر خالی نفرمایئے۔ الغرض آپ زبان مبارک سے یہ فرماتے جاتے اور اپنی آستین سے اُسکی پیشانی کا پسینہ پونچھتے جاتے تھے۔ اور طرح طرح کی تواضع و انکسار کا اظہار کرتے تھے۔ اِس پر بے قید فقیر کا غصہ کچھہ دھیما پڑا اور اُس نے آپ سے چند درہم مانگے آپنے فوراً جیب مین سے نکالکر حوالے کیئے فقیر ان درہمون کو لیکر چلتا بنا۔ مَین اُس وقت ایک گوشہ مین کھڑا ہوا یہ تمام واقعات دیکھہ رہا تھا۔ اور مجھے سب سے زیادہ خیال اِس بات کا تھا کہ دیکھون خواجہ ان باتون سے کہانتک متاثر ہوتے ہین مگر مین سچ کہتا ہون کہ مَینے کسی طرح کا تغیر و تذبذب انکے حال و قال مین نہین پایا اُسوقت مجھے یقین کامل ہوگیا کہ جسے نفس ملکی کہتے ہین وہ حقیقت مین یہی شخص ہے

فیاضی محترم خواجہ میں فیاضی کا بیحد مادہ تھا کیونکہ کسی موقع پر آپکا ہاتھ فیاضی سے نہ رکتا تھا۔
جس طرح آپ اپنے مخلص طالبوں کو فیاضی کی نصیحت کیا کرتے تھے اسی طرح ہر موقع پر آپ اپنی فیاضی کے
اعلیٰ پیمانے پر نمونے دکھایا کرتے تھے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ مخلص امرا آپ کی خدمت میں سیم و زر
اس غرض سے بھیجتے تھے کہ آپکی صوابدید اور رائے سے فقرا میں تقسیم کیا جائے۔ آپ اس رقم میں اپنی
طرف سے کچھ اور اضافہ کرکے مستحقوں کو تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شاہی امیر نے جو
بزرگ خواجہ سے انتہا درجہ کی عقیدت رکھتا تھا بہت سا روپیہ خدمت میں بھیجا اور عرض کیا کہ اسے حضور
اپنی رائے سے مستحقین پر صرف کردیں۔ آپنے اپنے خادم سے فرمایا کہ جو کچھ ہمارے خزانے میں موجود ہو سب لے
آؤ اور اس رقم میں شامل کردو۔ خادم نے اس واجب الاذعان فرمان کی فوراً تعمیل کی اور آپنے سارا روپیہ
اسی وقت ان لوگوں کو تقسیم کردیا جو استحقاق رکھتے تھے۔ اس موقع پر بعض جاہل محتاجوں نے زبان طعن دراز
کی اور کہا کہ ہمیں اسقدر نہیں ملا جتنے کا ہمیں استحقاق حاصل تھا۔ آپکے اصحاب نے ان کے منہ بند کرنے اور
زبان درازی سے روکنے کی کوشش کی تو آپنے منع فرمایا اور نہایت نرمی و آہستگی کے لہجہ میں ارشاد
کیا کہ بھائیو! جسقدر میں نے اسکو دیا ہے اتنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تم رنج نہ کرو آیندہ تمہیں
زیادہ دیا جائے گا۔

زہد و استغنا آپ میں زہد و استغنا اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ مجلس شریف میں امور دنیاوی کے
متعلق کبھی کوئی بات مذکور ہی نہیں ہوتی تھی۔ مگر ہاں جب کوئی حاجتمند حاضر ہوتا تھا تو اسکی سفارش
میں دو چار مختصر کلمے فرما دیتے تھے۔ آپ نے اپنے اور اپنے مخلص درویشوں کے لیے کبھی کسی سے کچھ
طلب نہیں کیا۔ بلکہ جب جب کسی عقیدتمند امیر نے آپکے یا آپ کے مخلص درویشوں کے نام سے کوئی ہدیہ
بھیجا تو اسے فوراً رد کردیا۔ چنانچہ جسوقت آپنے سفر حجاز کا عزم کیا تو اسکی خبر ابو المظفر شہاب الدین محمد
شاہجہان بادشاہ کے وزیر اعظم عبد الرحیم خان المخاطب بہ **خانخانان** کو پہنچی جو فقرا سے عموماً اور
بزرگ خواجہ سے خصوصاً کمال عقیدت رکھتا تھا اس نے ایک لاکھ روپیہ نقد آپکے اور آپکے ہمراہیوں کے
زاد راحلہ کے لیے بھیجا۔ اور ایک رقعہ میں نہایت عجز و انکسار سے لکھا کہ مجھے امید ہے کہ حضور اس ناچیز
رقم کو قبول فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں گے۔ محترم خواجہ کے پاس جب یہ رقعہ اور رقعہ کے ساتھ روپے
کی تھیلیاں پہنچیں تو آپ سخت ناراض ہوئے اور اسی غضبناکی کی حالت میں نہایت برہمی کے ساتھ فرمایا کہ

ہم لوگون کو یہ مناسب نہین ہے کہ مسلمانون کا سیم و زر صرف کرکے اور اُن کے گاڑھے پسینے کی کمائی کا مال ضائع کرکے حج کو جائین غرضکہ آپنے وہ روپیہ قبول نہین کیا اور خادمون سے کہکر فوراً واپس کرادیا۔

آپ ہمیشہ مسکنت و فقر مین زندگی بسر کرتے تھے اور اسی مین خوش بھی تھے عموماً تمام اوقات مین بالخصوص نماز پنج وقتہ کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ پھر جس طرح فقر و مسکنت اپنے لیے پسند کرتے تھے اسی طرح رشید مریدون کے حق مین بھی پسند کرتے تھے۔ اور جسے فقر و فاقہ اور قناعت و توکل کے اوصاف کے ساتھ متصف پاتے اُسے دل سے محبوب رکھتے تھے۔ بلکہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو ہماری سرکار سے مالی امداد پہنچے وہ یقین کرلے کہ ہمین اُس سے دینی محبت بہت کم ہے۔ آپکے عقیدتمندون مین کچھ لوگ متمول اور مالدار بھی تھے اور وہ ہمیشہ التماس کرتے تھے کہ اگر حکم ہو تو آستانِ شریف کے فقرا کیلیے کچھ روزینہ مقرر کردیا جائے۔ مگر آپ اُن لوگون کے بارے مین اجازت نہین دیتے تھے جنھون نے آپ سے نسبتِ معنوی کو صحیح اور درست کرلیا تھا البتہ نووارد و مسافرون کے حق مین منظور فرماتے اور اُن کے وظائف مقرر کرادیتے تھے۔

سادہ مزاجی کھانے پہننے اور مسکن مین آپ کی بے تقییدی اور سادہ مزاجی کی یہانتک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اگر متواتر چند روز تک ایک ایسا کھانا آپ کے سامنے لایا جاتا جو آپ کو مرغوب و مطبوع نہ ہوتا تو کبھی آپ یہ کبھی نہین فرماتے تھے کہ دوسری طرح کا کھانا لاؤ۔ علی ہذا القیاس اگر بدن مبارک کے کپڑے میلے اور نہایت میلے ہوجاتے تب بھی یہ نہ کہتے کہ دوسرے سفید و صاف کپڑے حاضر کرو۔ یہی حال آپکے مکان کا تھا کہ ٹوٹا پھوٹا ہے تو کچھ پروا نہین تنگ و تاریک ہے تو کچھ شکایت نہین کوڑے کرکٹ سے پٹا ہوا ہے تو کچھ گلا نہین۔ غرضکہ آپ تسلیم و رضا کے دریا مین اسقدر غرق تھے کہ اِن باتون کی طرف کبھی میل ہی نہین کرتے تھے اور نہایت سادگی اور آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

احتیاط آپ کھانے پینے مین انتہا سے زیادہ احتیاط کرتے جب کہین سے ہدیہ پہنچتا تو اگرچہ بحکم حدیث صحیح لَا تَرُدُّوا الْھَدِیَّۃَ اُسے رد نہ کرتے لیکن بجنسہ اپنے مصارف مین لانے سے مضایقہ کرتے بلکہ کسی ایسی جگہ سے قرض منگا لیتے اُس کی عوض اُسے دیدیتے جس کی کسب و کمائی مین ذرا بھی شبہ نہوتا تھا۔ آپ خدام کو نہایت مبالغے اور تاکید کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ کھانا پکانے والا کھانا پکانے او

تیار کرنے کے وقت وضو سے رہیں بلکہ اگر اربابِ حضور و صفا کے گروہ میں سے ہو تو بہت بہتر ہے تاکہ
کھانا تیار کرتے وقت دنیاوی امور کے متعلق ایک حرف تک زبان سے نہ نکالے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے
کہ جو لقمہ بے حضوری سے بے احتیاط کھایا جاتا ہے اس سے ایک ایسا دھواں پیدا ہوتا ہے جس سے مجاری
فیض بند ہو جاتے اور ارواحِ طیبہ جو وسائل فیض ہیں دل کے مقابل نہیں ہونے پاتے۔ ایک دن کا
ذکر ہے کہ ایک صاحبِ حال و کشف درویش خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اپنے کام میں
بستگی اور باطن میں کدورت پاتا ہوں نہیں معلوم کہ یہ بات کس وجہ سے پیدا ہوئی۔ کیا مجھ سے کوئی
ایسی تقصیر سرزد ہو گئی ہے جو اس کدورت کی موجب ہے۔ یا کیا بات ہے۔ محترم خواجہ نے توجہ کے بعد فرمایا
کہ لقمہ میں کچھ بے احتیاطی ہو گئی ہے۔ درویش نے عرض کیا کہ میں معمولی کھانا کھاتا اور شبہے سے ہمیشہ دور
رہتا ہوں۔ فرمایا غور کر کے دیکھو ہمیں تو بجز اس کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ درویش نے جب بہت تفتیش
کی تو معلوم ہوا کہ جن لکڑیوں سے درویش کا کھانا پکتا تھا اُن میں دو تین لکڑیاں ایسی بھی شامل ہو گئی
تھیں جن میں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیا گیا تھا

طرزِ عمل

محترم خواجہ اگرچہ ریاضتِ شاقہ کی وجہ سے انتہا درجہ کے نحیف الجسم اور ضعیف البدن تھے
مگر اپنے منصبی فرائض کے ادا کرنے میں نہایت چست و چالاک اور مستعد و سرگرم دکھائی دیتے تھے دوام حضور
اور تکثیرِ طاعات میں شغف تمام رکھتے اور اوقات کو عبادتِ الٰہی سے ہمیشہ معمور رکھتے۔ آپ کا معمول تھا کہ
نمازِ عشاء سے فارغ ہو کر حجرے میں تشریف لیجاتے اور تھوڑی دیر تک مراقب رہتے۔ مگر جب اعضا پر ضعف
و کسل غالب ہوتا تو اُٹھ کر تجدیدِ وضو کرتے اور دوگانہ ادا کر کے پھر حجرے میں تشریف فرما ہو کر مصروف
مراقبہ ہوتے۔ غرضکہ رات کا اکثر حصہ اسی طرح گزارتے اور صبح ہوتے تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ تمام امور میں
آپ کا عمل عزیمت اور اولیٰ پر ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے صرف اس غرض سے کہ قرأت خلف امام کی صحیح روایتیں
کثرت سے کتبِ حدیث میں وارد ہیں۔ ایک عرصہ تک امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے رہے۔ اسی اثنا میں
امام الائمہ سراج الامۃ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے معاملہ میں دیکھا کہ ایک طرف کو کھڑے ہو کر اپنی
مدح میں ایک نہایت عمدہ قصیدہ پڑھ رہے ہیں جس سے یہ مضمون مستفاد ہوتا تھا کہ میرے طریق و
مذہب پر بہت سارے اولیاء کبار ہو گزرے ہیں۔ اسی روز سے آپ نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چھوڑ دی
آپ شریعت اور علمائے شرع کا ادب اس درجہ کرتے تھے کہ اس سے زیادہ کرنا ممکن نہیں۔ اتباعِ سنن میں

ہیں نہایت سرگرمی کے ساتھ کوشش کرتے اور اسی کو ہمیشہ اوڑھنا بچھونا بنائے رہتے۔ چنانچہ آپ کے ملفوظات سے اس بات کا ثبوت اچھی طرح ہوسکتا ہے اور ذیل کی رباعی تو گویا آپ ہی کی زندگی کا نتیجہ ہے۔ **رباعی**

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود　　تا جان باقی ست در طلب باید بود

دریا دریا اگر بکامت ریزند　　کم باید کرد و خشک لب باید بود

تفرید محترم خواجہ تفرید میں وہ رتبہ رکھتے تھے جس کے اظہار سے قلم و زبان دونوں عاجز و گنگ ہیں۔ آغاز عمر سے انتہائے عمر تک کے مابین اگرچہ بڑے بڑے عظیم الشان حالات آپ پر منکشف ہوئے مگر آپ کی بلند ہمت نے کسی ایک حال و کشف پر بھی قناعت نہیں کی اور جس طرح ابتدا میں سرگرم طلب تھے آخر تک اسی میں کوشاں رہے۔ شیخ تاج الدین جو بزرگ خواجہ کے ایک نہایت جلیل القدر اور معزز خلیفہ ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمارے خواجہ دریا کے ساحل کی طرف متوجہ ہوئے اور عجیب کیفیت کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ قبا کے بند کھلے ہوئے، سینہ ننگا، عمامہ پریشان، چہرہ مبارک سے تنگی اور قلق و اندوہ کے آثار نمایاں اور پیشانی سے غیبی نور کی حیرت انگیز جھلک عیاں۔ آپکی یہ کیفیت دیکھکر میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ دریا کے کنارے پہونچکر آپ کو میرا احساس ہوا میری طرف مڑکر دیکھا اور آہ و درد کے ساتھ فرمایا کہ تاج! سن اور غور سے سن ہم پر عالم بالا سے اسقدر واردات و احوال اور فیوضات و انوار اور اسرار ریزش کرتے ہیں کہ اگر یہ سارا دریا لکھنے کی سیاہی بنجائے تو بھی ان کے لکھنے اور شمار میں لانے کو وفا نہ کرسکے۔ مگر ہم کو ان سے کیا کام ہمارا مقصد اصلی اور مطلوب دلی دید و دانش سے کوسوں دور ہے۔ یہ کہکر آپنے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔ **شعر**

طلب بے چون و مطلب ہیچ گونہ　　نہ آن را شبہ و نے این را نمونہ

یہ بھی شیخ تاج الدین کا بیان ہے کہ ایک روز میں صف جماعت میں خواجہ کے ہم پہلو تھا اثنائے نماز میں آپ پر استیلائے گریہ و اضمحلال کے آثار محسوس ہوئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اسی طرح حیران و گریان حجرے میں جلوہ آرا ہوئے۔ میں بھی دل کڑا کرکے آپکے عقب میں روانہ ہوا اور حجرے میں پہنچکر دیکھا تو آپ اسی طرح آہ و بکا میں مصروف ہیں اور حزن و اندوہ سے چہرۂ مبارک سے بڑا نچڑ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے خلاف ادب گستاخانہ عرض کیا کہ حضور! اس بے اختیار رونے اور اندوہ و آشفتگی کا سبب کیا ہے؟ فرمایا تاج! تو اس بات کو دریافت نہ کر اور ہم کو اسی درد و

اندوہ مین چھوڑ دے۔ چونکہ خواجہ کی بے انتہا عنایتون نے مجھے بہت کچھ دلیر کر دیا تھا مین نے باصرار دریافت کیا۔ فرمایا عین نماز مین جسے مومن کی معراج کہتے ہین میری روح نے مطلب ورا الورا کی طلب مین عروج کیا اور تا بمقدور اُس کی جستجو مین کوشش کی۔ مگر جب مقصد پر کامیاب نہین ہوئی تو حیران و گریان اپنے تئین قفس قالب مین لا ڈالا۔ اُس کا یہ گریہ یہ اندوہ اسی حسرت کیوجہ سے تھا۔

الغرض تفرید آپ پر اسقدر غالب تھی کہ طلبہ کو اپنی صحبت مین رکھنے اور مشیخت کرنے کا خیال تک نہ تھا صرف دو یا تین سال درویشون کی تربیت مین مصروف رہے۔ اور یہی آپ کی توجہ کا زمانہ کہلایا جاتا تھا۔ کمال و اکمال کے درجہ کو پہنچتے ہی آپ نے ارباب ارادت کی تعلیم اور صحبت سے دست کشی فرمائی اور یارون کو دوسرے لوگون کے حوالہ کر کے خود عزلت و گوشہ نشینی اختیار کی اور قطب آفاق بوعلی دقاق قدس اللہ سرہ کی طرح درد و اندوہ کے ساتھ سر مبارک گریبان نیستی مین لیگئے ان ہی دنون مین آپ نے لوگون سے ملنا جلنا آنا جانا سب ترک کر دیا تھا اور بجز مسجد جماعت کے اور کہین آمد و رفت نہین کرتے تھے۔ اس موقع پر جو شخص آپ کو دیکھتا تھا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث من اراد ان ینظر الی میت یمشی فی وجہ الارض فلینظر الی ابن ابی قحافۃ کا سما اُس کی نظرون مین سما جاتا تھا۔

شوکت و وقار باوجود اس کے جو ہیبت و وحشت اور شوکت و سطوت آپ کے رخ مبارک سے نمایان تھے اُنکی نظیر کہین ڈھونڈے بھی نہین ملسکتی تھی غافل اور بے خبر لوگون کو آپ کے دیدار سے خدا یاد آتا تھا اور سنکڑون پر آپ کی ہیبت کا ایک اثر خاص پڑتا تھا چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ کو ایک بستی پر سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے باشندے ہندو تھے بستی کے باہر کچھ لوگ اپنے کھیتون پر بیٹھے ہوے ادہر اُدہر کی باتین کر رہے تھے۔ جون ہی اُن کی نظر آپکے چہرۂ مبارک پر پڑی باہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ عجیب شخص ہے کہ اسکے دیکھنے سے ہمین خدا یاد آتا ہے۔ ایک معمر فاضل کا بیان ہے کہ مین ایک روز بزرگ خواجہ کی مسجد مین نماز پڑھنے گیا دیکھا تو صف جماعت کھڑی ہے اور خواجہ بھی صف مین تشریف رکھتے ہین۔ پہلی صف بالکل بھر گئی تھی اور اتنی جگہ باقی نہ تھی کہ مین اُس مین کھڑا ہو جاتا۔ غور سے دیکھا تو خواجہ کے پہلو مین تھوڑا سا فرجہ تھا جسے درویشون نے خواجہ کے ادب کیوجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ چونکہ مجھے خواجہ کے ساتھ چندان عقیدت نہ تھی اور مین نے آپ کو بہت سادہ دیکھا تھا

لہذا رعایت ادب مجھے اس بات سے مانع نہین ہوئی کہ مین اس فرجہ مین کھڑا نہ ہون چنانچہ مین
بے محابا اُس فرجہ مین گھس گیا اور نماز کی نیت مستحکم کرلی۔ ابھی ایک ساعت بھی نہین گزری تھی کہ خواجہ
کی عظمت و شکوہ نے میرے دل پر حملہ کیا۔ ہر چند کہ مین اپنے جسم کو سکیڑتا اور آپ سے علیحدہ ہوتا تھا
مگر میرے دل سے آپ کی ہیبت کا اثر کم نہین ہوتا تھا حتی کہ مین عین نماز مین بے اختیار انہ پیچھے ہٹا۔
اور ہٹتے ہٹتے یہانتک نوبت پہنچی کہ اگر ایک قدم پیچھے اور ہٹون تو چبوترے سے نیچے گر پڑون۔ یہانتک
پہنچکر مین ہوشیار ہوا۔ اور اب سے آپکی خدمت و ارادت مین شب و روز بسر کرنے لگا۔ چند روز نہ
گزرے تھے کہ اُس عارف بزرگوار کی توجہ خاص سے اُس کے حقیقی مخلصون کے سلسلہ مین مین بھی داخل ہوگیا

عظمت و علوّ مرتبت ان سب باتون کو چھوڑ کر اگر محترم خواجہ کی صرف عظمت و علوّ مرتبت
پر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہمین اُسکی مثال اکابر نقشبندیہ مین بہت مشکل سے مل سکتی ہے۔ یہ نوٹ تعجب اور
نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے کہ بزرگ خواجہ نے مسا کے تین سال مسندِ
مشیخت کو رونق و زینت دی اور ہزارہا بندگانِ خدا آپ کے خوانِ دولت سے روزی مند ہوی۔
اور ہندوستان کے وسیع ملک مین اتنے تھوڑے عرصہ مین آپ کی برکات کے آثار و اقتدارات
اس کونے سے لیکر اُس کونے تک تمام مین پھیل گئے۔ مضامین تاریخ اور مشائخ کے تذکرون کے
پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے بہت سے مشائخ و بزرگوار اس سرزمین پر یکے
بعد دیگرے جلوہ آرا ہوئے اور اُنھون نے اپنے متبرک انفاس کے ذریعہ سے اس سلسلہ کو جو
ان دنون محض غریبانہ اور مسافرانہ حالت مین تھا رواج دینا چاہا۔ لیکن جو برکات محترم خواجہ کے اس قدر
قلیل زمانہ مین طریقۂ نقشبندیہ کی نسبت ظہور مین آئین وہ اکابر نقشبندیہ کی سالہا سال کی کوششون
سے بہت زائد تھین۔ ایک فاضل کا بیان ہے کہ بعض بزرگوار مشائخ جو صاحبِ حال و قال بھی تھے
اور جن کی عظمت و وقار کا پھریرا ہندوستان مین نہایت زور سے اُڑ رہا تھا۔ ساٹھ ساٹھ اور ستر
ستر سال تک کرسی مشیخت پر رونق افروز رہے۔ مگر ہزار تلاش و جستجو کے بعد بھی معلوم نہین ہوتا
کہ ہندوستان مین اُن کی تازہ اور جیتی جاگتی چلتی پھرتی ایک یادگار بھی باقی ہو۔ محترم خواجہ کی بزرگی اور
عظمت کی نسبت صرف اسی قدر کہنا بس کرتا ہے کہ صرف چالیس سال دنیا مین رہے اور زیادہ سے زیادہ تین
یا چار سال مسندِ مشیخت کو رونق و زینت عطا فرمائی۔ مگر سچ پوچھیے تو ایک عالم کو بہرہ ور کردیا۔ اور

ہندوستان کے ہر حصے میں طریقہ نقشبندیہ کی نہایت خوشگوار نہریں بہت ہی دلربا و پیاری ادا کے
ساتھ لہریں لینے لگیں۔ جناب شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ جو اپنے زمانے کے اہل عرفان میں ممتاز اور
نہایت بزرگ شخص تسلیم کیے جاتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ بزرگ خواجہ کی عظمت و فضیلت کا صرف ایک یہی
نشان کافی ہے کہ آپ تین چار سال سے زیادہ خلق اللہ کی ہدایت میں مصروف نہیں ہوئے اور پھر آج تک
آپ کے آثار و برکات روز افزوں ہیں اور نہ معلوم کب تک رہیں گے۔

انتقال

محترم خواجہ جب عمر کے چالیس مرحلے طے کر چکے تو آپ کو اس جہان پر ملال سے کوچ یعنی
انتقال دامنگیر ہوئی۔ ان دنوں میں آپ کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ جب کسی کی خبر رحلت گوش گزار ہوتی تو آہ
آہ سرد کھینچکر فرماتے اچھا ہوا کہ بیچارہ دنیا کے ختم نہ ہونے والے بکھیڑوں سے چھوٹ گیا۔ انتقال سے کچھ دن پہلے
آپنے اپنی نسبت واقعے میں دیکھا کہ ایک بڑا طومار ہے اور اس کے آخر میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے
فَبَقِيْتُ وَحِيْدًا طَرِيْدًا فَرِيْدًا ۔ اسی اثنا میں آپنے ایک روز اپنی بی بی سے فرمایا کہ جب میری عمر
کامل چالیس برس کی ہوجائیگی تو مجھے ایک عظیم الشان واقعہ پیش آئے گا اور اُن کو سمجھانے کیلئے ہاتھ
کی ہتھیلی کھول کر دکھائی اور فرمایا دیکھو یہ خطوط جو میری ہتھیلی میں ہیں اس بات کی بیّن علامت ہیں۔ جیسا کہ
تم سے ابھی بیان کرچکا ہوں ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ آپنے آئینہ دست مبارک میں لیکر اپنی اہلیہ سے
فرمایا کہ آؤ ہم تم دونوں آئینہ دیکھیں۔ بی بی صاحبہ کا بیان ہے کہ میں جو آئینہ میں نظر کرتی ہوں تو
دیکھتی ہوں کہ اس میں ایک بوڑھے آدمی کی شبیہ ہے جس کی ڈاڑھی کے تمام بال سفید ہیں۔ میں اسے
دیکھکر ڈری اور عرض کیا کہ آپ یہ کیسی صورت دکھاتے ہیں جس کے دیکھنے سے میرے تمام بدن پر لرزہ پڑتا
ہے اور کپکپی چھوٹتی ہے۔ میں تو اس صورت کے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی۔ آپنے تبسم فرمایا اور اپنی
اصلی صورت آئینہ میں ظاہر کی۔

آپ کی قدیمی عادت تھی کہ اپنے کشوفات کو خواب سے تعبیر فرماکر لوگوں کے سامنے مذکور فرمایا کرتے تھے
ایک دن کا ذکر ہے کہ زبان مبارک پر جاری ہوا کہ بعض خوابوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں سلسلہ
علیہ نقشبندیہ کا کوئی بڑا شخص فوت ہونے والا ہے۔ یہ کہکر ارشاد فرمایا کہ شہر دہلی کے کنارے کوئی
پاک جگہ اختیار کرنی چاہیئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد سے محترم خواجہ نے لوگوں سے ملنا جلنا بالکل
ترک کردیا اور اپنے بعض مخلص دوستوں کو استخارے کا حکم فرمایا۔ لیکن جب اجازت کی کوئی ظاہری

وجہ معلوم نہین ہوئی تو اس ارادے سے دست برداری فرمائی - پھر ایک روز کا مذکور ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب کی طرف روئے سخن کرکے فرمایا ایسا دیکھا گیا ہے کہ کھلے لفظون مین کہا جاتا ہے کہ جس غرض کیلئے تجھے لایا گیا تھا وہ پوری ہوگئی - اب سامان سفر مہیا کرکے کوچ کی آمادگی ظاہر کرنی چاہیے - الغرض جمادی الاخری سنہ ہجری مین امراض جسمانی نے آپ پر غلبہ کیا ان ایام مین آپ نے فرمایا مین نے خواجہ احرار رضی اللہ عنہ کو خواب مین دیکھا ہے - فرماتے ہین کہ فرزندمن! پیراہن سے اپنے جسم کو ڈھانک لو یہ خواب بیان کرکے بزرگ خواجہ نے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اگر ہم کچھ دنون زندہ رہے تو ایسا ہی کرین گے ورنہ کفن بھی ایک طرح کا پیراہن ہے -

جمادی الآخری کی پچیسوین تاریخ ہفتہ کا دن تھا کہ محترم خواجہ پر احتضار کے آثار نمایان ہوئے - یہ ایک نہایت المناک سین ہے جس کے کھینچنے مین قلم کا مصور (باوجودیکہ پتھر کی چھاتی اور لوہے کا کلیجہ رکھتا ہے) تھر تھر کانپتا ہے - در و دیوار سے حسرت ویاس پڑی ٹپک رہی تھی اور اہل مجلس پر سکوت وخاموشی کا عالمگیر سناٹا چھایا ہوا تھا - ادھر محترم خواجہ الوداعی نظرون سے اپنے اصحاب کو دیکھ رہے تھے اور اُدھر اہل مجلس پُرنم آنکھون سے خون کی ندیان بہا رہے تھے - کبھی آپ تبسم اور تبسم کے ساتھ تعجب ظاہر کرکے گویا اشارون مین حاضرین کو سمجھاتے تھے کہ تعجب ہے تم درویش ہوکر رضا بالقضا کی وسیع دائرے سے قدم باہر رکھتے اور جزع وفزع کرتے ہو - اور کبھی حاضرین مجلس کی طرف سے منھ موڑکر ذکر الٰہی مین مشغول ہوتے تھے - غرضکہ اسی کشمکش مین سارا دن گزر گیا - پہر دن باقی تھا کہ بزرگ خواجہ اسم ذات کے ذکر مین مصروف ہوئے - اور اللہ اللہ کہتے ہوئے جان بحق تسلیم کی إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ کا پُردرد نعرہ مجلس سے بلند ہوا - اور اہل مجلس اور حرم سرائے خاص مین ایک عام تہلکہ پڑ گیا -

انتقال کے بعد آپکے مخلص دوستون کی قرارداد کے مطابق ایک عمدہ زمین مین قبر تیار کی گئی لیکن جب دلریش درویشون نے جنازے کو اٹھایا تو اُس دیوانگی اور بے حواسی کی وجہ سے جو حاملان جنازہ کو طاری تھی تابوت کو اُس مقام پر نہین اُتارا جہان پہلے ہی سے قبر تیار کیگئی تھی - بلکہ ایک اور زمین مین پہنچکر تابوت رکھا - معلوم ہوا کہ یہ وہی زمین ہے جہان ایک روز محترم خواجہ نے وضو کرکے دوگانہ ادا فرمایا تھا اور اپنے اصحاب کو تلقین وتعلیم کی تھی اور اُٹھتے وقت جب اپنے دامن مُبارک پر

دیکھا تھا کہ ہانکی کچھ خاک لگ گئی ہو تو زبان فیض ترجمان سے فرمایا تھا کہ یہ موضع ہمارا دامنگیر ہے۔ یہی ہمارا مدفن ہوگا۔ چنانچہ یاروں نے وہ واقعہ یاد کر کے اسی جگہ قبر کھودی اور آپ کو دفن کیا۔ بعد کو خواجہ حسام الدین احمد نے آپ کے مزار کے ارد گرد بہت سے خوشنما درخت لگائے اور چند ہی روز میں وہ قطعۂ زمین رشکِ گلستان بن گیا۔

محترم خواجہ کے انتقال پر بہت سے نامور فضلا اور مشہور عرفا نے نہایت دردناک مرثیے کہے اور برجستہ تاریخی مادے نکال کر اُن کے ساتھ نتیجہ خیز مصرعے چسپاں کیے۔ جن سے بزرگ خواجہ کا سنہ انتقال اور سنہ انتقال کے ساتھ آپ کے فضل و کمال اور اخلاق و عادات کی تصویر کے دونوں رخ صاف طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ ہم نے اُن میں سے ذیل کی چند تاریخیں انتخاب کیں اور اُن ہی کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

(۱) ذاتے کہ بدوست بود باقی — از خود ہمہ فانی الصفت بود
برخالق خویش جملگی عشق — بر خلق تمام عاطفت بود
وے تشنہ دلم بسالِ فوتش — خوش گفت کہ بحر معرفت بود ۱۰۱۲ھ

(۲) خواجہ باقی آن امامِ اولیار — عارفِ باللہ اسرارِ نہفت
نکہتِ بستانِ سرائے انبیار — از نہالِ جعفری خوش گل شگفت
چونکہ بدمشرب فنا اندر بقار — محوِ حق گشتہ دُرِ اسرار سُفت
سالِ تاریخ وصالش خسروے — فی البدیہہ نقشبند وقت گفت ۱۰۱۲

یہ تاریخ آپ کے روضۂ مبارک کے جنوبی دروازے پر نہایت خوشنما حرفوں میں کندہ ہے۔ اور "نقشبند وقت" سے آپکی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(۳) قبلۂ اربابِ معنی کعبۂ اصحابِ دین — مظہر فیضِ الٰہی صاحب علم الیقین
حامی دینِ نبی اکمل امام المتقین — موردِ فضلِ گرامی آلِ ختم المرسلین
کاشفِ اسرارِ مطلق واقفِ عین الیقین — محوِ ذاتِ اقدس و باللہ باقی بالیقین
غوثِ اعظم عروۃ الوثقے ز ربّ العالمین — قطب ارشادِ جہان ہم معنی ازحق الیقین
کاملِ عالی طریقہ مہدیِ راہِ متین — بحرِ عرفانِ الٰہی مقتدار العارفین
راضی و مرضی حق بر ذات و شان او مبین — این کرامت ہست بر محبوب رب العالمین

نور بیچون بر جبینش تافت از حق المبین | شد زمین ہمتش روشن قلوب المؤمنین

کے توانم گفت مدح آن خلاصہ واصلین | ہست ذات خواجہ باقی رحمة للعالمین

نعمت اللہ باقی بود باقی شد یقین | مرجع انس و ملک از فضل رب العالمین

چون کمالش وصل دائم بود یعنی دلنشین | شد وصال غیب او آخر بعمر اربعین

دان زہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنین | از وفات قطب دوران تکیہ گاہ سالکین

ہر کہ آید بر مزارش از سر صدق و یقین | حاجتش گردد روا ہم مقصد دنیا و دین

سنہ ۱۰۱۲

محترم خواجہ کے مزار مبارک کے سرہانے ایک صاف پتھر کھڑا ہے جس میں یہ تاریخ بہت ہی خوبصورت اور دلربا حرفوں میں کندہ کی ہوئی ہے۔

محترم خواجہ کی اولاد ذکور

خواجہ عبید اللہ یہ دنیا کے نامور اور مشہور فاضل اور ارباب باطن کے قبلہ دین حضرت خواجہ محمد الباقی کے فرزند اکبر ہیں جنکی نسبت باطنی اور علم معنوی کے پر فخر اور قابل قدر واقعات سے صفحات تاریخ کو زینت ہے اور تا قیام قیامت رہے گی۔ بلحاظ شہرت اور دیگر فضائل کے ناظرین پر صاف طور پر ثابت ہو جائیگا کہ خواجہ عبید اللہ الولد سر لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ آپ کے پیدا ہونے پر آپ کے والد بزرگوار نے ایک نہایت برجستہ اور معنی خیز قصیدہ لکھا جس سے آپکا سال ولادت اور وقت ولادت ظاہر ہوتا ہے۔ محترم خواجہ فرماتے ہیں۔

او گشتہ درین خرابہ منزل | روز یکم از ربیع الاول

بود آخر عصر کان یگانہ | افتاد درین سیاہ خانہ

طبع غم دل نشاط بشگفت | دیدم تا کہ بہار بشگفت

تاریخ شناس تیز بین مرد | بشگفت بہار در خط آورد

بزرگ خواجہ نے غالباً "بہار بشگفت" میں خواجہ عبید اللہ کا سن ولادت ظاہر کیا ہے اگر واقع میں ایسا ہی ہے تو یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۱۰ ہجری میں عصر کے وقت خواجہ عبید اللہ کی ولادت ہوئی۔ گویا والد بزرگوار کے انتقال سے دو سال پہلے پیدا ہوئی۔ آپ کی اس نام سے پکارے جانے

کی وجہ یہ ہے کہ ولادت کے قبل ایک صاحب حال درویش کو واقعے میں دکھایا گیا کہ محترم خواجہ کے گھر میں ایک حمیدہ خصائل فرزند پیدا ہونے والا ہے۔ اُس کا نام خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے نام نامی پر رکھنا چاہیئے اُس درویش نے اپنے واقعے کا راز خواجہ کے گوش گزار کیا۔ اور جب یہ فرزند ارجمند پیدا ہوا تو خود خواجہ نے اس کا نام خواجہ عبید اللہ رکھا۔

کچھ کم دو سال تک خواجہ عبید اللہ نے والد بزرگوار کی نظر میں پرورش پائی اور اس کے بعد خواجہ حسام الدین احمد نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ سن شعور میں قدم رکھا تو قرآن مجید اور دینی مسائل کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھیں اور طریقۂ نقشبندیہ علیہ کا شغل شیخ الہداد سے حاصل کیا اور جب عمر کا ابتدائی حصہ اعلیٰ درجے کی تعلیم و تربیت کے ساتھ گزر گیا تو مخدوم زادے کو جناب شیخ احمد سرہندی نے جو محترم خواجہ کے ممتاز اور جلیل القدر خلیفہ تھے اپنی صحبت میں رکھا اور بزرگ خواجہ کی مزید شفقت و مرحمت اور اُس آخری وصیت پر نظر کر کے جو حضور نے شیخ سرہندی کو اپنے دونوں فرزندوں کے بارے میں کی تھی تعلیم و تلقین کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ خواجہ عبید اللہ کو تمام باطنی امور سے آگاہ کر دیا۔

صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے کہ محترم خواجہ نے ایام حیات ہی میں جناب شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کو اپنے دونوں فرزندوں کے حق میں دعا کرنے اور اُن کے حال پر توجہ کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد کیا تھا کہ جب یہ بچے سن شعور کو پہنچیں تو انھیں چند روز اپنی صحبت میں رکھکر تعلیم و تلقین سے بہرہ ور کرنا چنانچہ جناب شیخ احمد سرہندی کے اُس خط سے جو انھوں نے آخر میں ان دونوں مخدوم زادوں کی خدمت میں لکھا تھا یہ بات نہایت صراحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہو ہذا۔

سہ مرتبہ فقیر بدولت عتبہ بوسی حضرت ایشان (مراد از حضرت ایشان خواجہ بزرگ حضرت خواجہ محمد الباقی ست) مشرف گشت۔ مرتبہ اخیر فقیر را فرمودند کہ ضعف بدن بر من غالب آمدہ است امید حیات کم ماندہ از احوال طفلان خبردار خواہی بود و در حضور خود شمار اطلبیدند و شماد رحجور مرضعات بودید و بفقیر امر کردند کہ بایشان توجہ بکن ما برایشان در حضور ایشان بشما توجہ کردہ بحدیکہ ظاہرا اثر آن توجہ نیز ظاہر شد۔ امید ست کہ ببرکت حضور ایشان آن توجہ مثمر نتائج باشد۔ انتہیٰ۔

الغرض خواجہ عبید اللہ کچھ تو والد بزرگوار کی نظروں کی برکت سے اور کچھ خواجہ حسام الدین احمد اور شیخ الہداد کی ہمت وصحبت سے اور آخر میں جناب شیخ احمد سرہندی کی تعلیم وتلقین سے بہرہ ور ہو کر اعلےٰ درجہ پر پہنچ گئے اور اپنے منصب کو نہایت قابلیت اور مستعدی کے ساتھ ادا کرنے لگے۔

محترم خواجہ کے دوسرے فرزند ارجمند خواجہ محمد عبد اللہ ہیں۔ یہ خواجہ عبید اللہ کے چار مہینے چھوٹے ہیں اور دوسری والدہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ان کے پیدا ہونے پر بھی بزرگ خواجہ نے چند شعر کا قصیدہ کہا۔ اور اس میں اُن کی تاریخِ ولادت اور سال وماہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

تاریخ یکے چو شد سنو وار ہنگامِ تولد دگر آر
اُفتادہ بہ بحر در تلاطم ماہِ رجب و پگاہ ششم
ما بین ظہور این دو گوہر بگذشتہ چہار ماہ اکثر
چون صبح رسید آخر شب چون روز زروشنی لبالب
چون ماہ تمام منشرح صدر در ظلمت شب چو ساعت قدر

خواجہ محمد عبد اللہ صورت میں شباہت میں سیرت میں اپنے والد بزرگوار کی ہو بہو تصویر تھے۔ آپ نے سنِ طفولیت کے ابتدائی مرحلے طے کر کے جب سن رشد میں قدم رکھا تو تعلیم کا شوق دامنگیر ہوا اول بہت تھوڑے عرصہ میں قرآن حفظ کر لیا۔ پھر علوم عقلیہ ونقلیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت جلد ان میں بھی پوری دستگاہ حاصل کر لی۔ آپ کا ذہن رسا اور عقل سلیم تھی جودت ذہن کی وجہ سے اکثر کتب متداولہ بے مطالعہ کیے ہوئے طلبہ کو اس طرح پڑھاتے تھے کہ گویا خود مصنف بیٹھا ہوا اپنا مافی الضمیر ادا کر رہا ہے۔ قطع نظر علوم عقلیہ ونقلیہ کے علوم فقر اور اُن کی اصطلاحات و رموزات سے اس درجہ واقفیت رکھتے تھے کہ بیان سے باہر ہے۔

خواجہ عبد اللہ کی ابتدائی تربیت و پرورش بھی خواجہ حسام الدین احمد سے متعلق تھی لیکن جب سن شعور کو پہنچے تو جناب شیخ سرہندی نے اپنی کفالت میں لے لیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں شیخ سرہندی نے تعلیم ذکر اور سلسلۂ اکابر نقشبندیہ کا مراقبہ آپ کو تلقین کیا جس کی وجہ سے آپ میں وہ عظیم الشان ولولہ اور جوش پیدا ہو گیا کہ کئی دفعہ دیوانہ وار دہلی سے سرہند پیادہ دوڑے چلے گئے اور بہت دنوں تک شیخ سرہندی کی خدمت میں رہے اور الطاف و نظرات خاصہ سے بہرہ ور

اور مالا مال ہوئے بعض کتب کلامیہ جیسے شرح مواقف وغیرہ اور کچھ تصوف کے دقیق اور مشکل مسائل بھی شیخ سے پڑھے۔ اور علوم باطنیہ اور اسرار خاصہ سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ شیخ سرہندی آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مخدوم زادے خواجہ عبداللہ محمدی المشرب اور محبوب خاص ہیں ان پر نسبت توحید غالب آگئی ہے اور آزادگی و تفرید میں اپنا نظیر نہیں رکھتے ہیں۔ ایکدفعہ شیخ نے ایک بڑے مجمع میں آپ کی نسبت فرمایا کہ ہمارے خواجہ زادے خواجہ عبداللہ میں اگر شوریدہ حالی اور کمال بے تقیدی نہ ہوتی تو ہم اُن کو تعلیم طریقت کی اجازت دیتے۔ تاکہ اپنے والد بزرگوار کے سجادے پر متمکن ہو کر طلاب کے افادے اور افاضے میں مشغول ہوتے۔

الغرض مخدوم زادے خواجہ عبداللہ اس سلسلہ میں اعلیٰ درجہ کے شخص تھے آپکی بے تقیدی اور بے تعینی وسیع پیمانے پر تھی اور چونکہ نسبت توحید آپ پر غالب ہوگئی تھی مظاہر جمیلہ کے نظارہ کو انتہا درجے کا خطر رکھتے تھے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی استماع سرود سے بھی لذت حاصل کرتے تھے۔ اکثر اوقات شوریدہ حال اور فارغ البال جنگلوں بیابانوں میں سیر کرتے اور پر سوز اشعار پڑھتے اور گرم و سرد آہ دل پُر درد سے کھینچتے رہتے تھے آپ نے اپنا تخلص **احمد** رکھا تھا اور برجستہ گوئی میں بے نظیر ناظم تسلیم کیے جاتے تھے۔ صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے کہ ایکدن راقم الحروف خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ نے فی البدیہہ یہ بیت فرمائی ؎

گشت گلستان بہانہ ایست نگار را — بوئے تو آوارہ کرد بادِ صبا را

زاں بعد میری طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ تم بھی چند بیتیں اس زمین میں کہو۔ میں نے ذیل کی دو بیتیں معروض کیں آپ بہت خوش ہوئے اور میرے کلام کی بے حد داد دی ؎

راز نہانی بلب ساند دل امشب — خوبی کبوتر کہ داد بلبل مارا

خلق بمحراب ابروت بسجود اند — شیشۂ دل بشکند قبلہ نمارا

محترم خواجہ کے خلفاء کبار

یوں تو بزرگ خواجہ کے نامور خلفاء بہت ہیں۔ مگر جن پر تاریخی روشنی شہرت کی چمک کے ساتھ پڑ رہی ہے وہ صرف چار ہیں شیخ احمد سرہندی المعروف بمجدد الف ثانی شیخ تاج الدین سنبھلی خواجہ

حسام الدین احمد۔ شیخ الٰہداد۔ مگر ان مین بھی جناب شیخ سرہندی کو سب پر فوق ہے۔ انکے کارنامے اور واقعات اس کثرت سے تذکرون مین موجود ہین کہ اگر فی صدی پانچ کا بھی انتخاب کیا جائے تو **حیات باقیہ** اُن کی وسعت نہین رکھتی اس لیے ہم آپ کے تمام تاریخی حالات کسی اور وقت کیلیے اُٹھا رکھتے ہین اگر خدا نے توفیق دی اور زمانہ نے مساعدت کی تو ہم ایک مستقل تاریخ یعنی سوانحعمری شیخ سرہندی مقبول پیرایے مین مرتب کرکے ہدیۂ ناظرین کرین گے۔

شیخ تاج الدین دیارِ ہندوستان کے ایک مشہور بزرگ زادے اور محترم خواجہ کے اجلۂ اصحاب مین سے ہین۔ آپ شروع شروع مین حضرت شیخ الٰہ بخش قدس سرہ کی خدمت مین رہتے تھے اور حضرت شیخ الٰہ بخش خلیفہ تھے حضرت مجذوب اللہ سید علی قوام کے۔ شیخ الٰہ بخش قدس سرہٗ آپ سے بہت محبت رکھتے اور ہمیشہ الطافِ بے پایان سے ممتاز کرتے رہتے تھے۔ ابتدا مین جبکہ بزرگ خواجہ مشائخ کی تلاش و جستجو مین دیارِ ہندوستان کو ڈھونڈتے پھرتے تھے موضع سنبل مین شیخ الٰہ بخش کی صحبت مین پہنچے تھے۔ اور اِن ہی شیخ تاج الدین نے محترم خواجہ کو اپنے شیخ کی صحبت مین رہنے اور ارادت وبیعت حاصل کرنے کی فہمائش کی تھی لیکن محترم خواجہ نے جب اس بارہ مین استخارہ کیا تو اکابر خواجگانِ نقشبندیہ سے اس انتساب کی اجازت نہ پائی اور سنبھل سے کسی اَور طرف تشریف لے گئے مگر پھر بھی شیخ الٰہ بخش کے شیوۂ فقر ونیستی اور اُن کے حال وقال کے آپ معتقد تھے۔ اور اکثر اوقات انھین تعظیمی الفاظ سے یاد کرتے تھے۔

بزرگ خواجہ نے جب ماوراءالنہر سے ہندوستان کی طرف مراجعت فرمائی اور طالبان راہ خدا کی ارشاد و تعلیم کی جانب توجہ کی اور اس اثنا مین شیخ الٰہ بخش قدس سرہ سفر اختیار کر گئے تو شیخ تاج الدین باوجودیکہ اپنے شیخ سے اجازت وسند حاصل کر چکے تھے۔ بلکہ اُن کے قائمقام اور جسیم الشان خلیفہ سمجھے جاتے تھے۔ مگر پھر بھی محترم خواجہ کی شرف صحبت و تربیت کے شوق مین سنبھل سے نکلکر دہلی تشریف لائے اور خدمت خواجہ مین حاضر ہوئے۔ خواجہ قدس سرہ نے آپکی اس طلب اور تواضع کو بہت پسند لیا اور نظر عنایات و برکات سے مالامال کرکے خلوتِ خاص کا انیس و جلیس مقرر فرمایا چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے مستفیضون مین جتنی صحبت شیخ تاج الدین کو نصیب ہوئی دوسرے کو میسر نہین ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ تاج الدین کو استفسارِ احوال اور پرسشِ اسرار مین ایک خاص طرح کی جرأت اور دلیری حاصل تھی۔

بالجملہ بزرگ خواجہ نے شیخ تاج الدین کو اکابر نقشبندیہ کی نسبتوں سے روشناس کرکے تعلیم طریقہ کی اجازت عنایت فرمائی کہتے ہیں کہ سب سے پیشتر جس شخص کو محترم خواجہ نے اجازت مرحمت کی وہ شیخ تاج الدین تھے۔ اجازت کے حاصل ہوتے ہی شیخ تاج الدین کے نفس اور نظر میں وہ اثر پیدا ہوگیا کہ جس کو آپنے اس طریقہ کا ذکر تلقین فرمایا۔ جذبات و غلبات نے اسے فوراً اُچک لیا اور فی الوقت احوال ظاہر ہوگئے۔

محترم خواجہ کے انتقال کرتے ہی شیخ تاج الدین نے آوارہ دلی کی وجہ سے سیر و سیاحت کی راہ اختیار کی اور اکثر ممالکِ ہندوستان اور کشمیر وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے زیارتِ حرمین محترمین کے شوق میں متوجہ دیارِ عرب ہوئے۔ وہاں پہنچکر بہت لوگوں کو سلسلۂ علیہ نقشبندیہ میں داخل کیا اور مشائخ نقشبندیہ کی برکات کی روشنی ہر طرف پھیلائی ایک عرصہ کے بعد دیارِ حجاز سے ہندوستان تشریف لائے اور چندین قیام کے بعد ولایت لہسہ اور بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جم غفیر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہاں کا حاکم آپ کا مخلص معتقد بنگیا۔ اسی اثنا میں موسم حج قریب آگیا اور قافلۂ حرمین نے کوچ کا نقارہ پیٹ دیا شیخ نے طبل رحیل کی آواز سنکر ایک سرد آہ کھینچی اور پُر درد لہجے میں فرمایا ؎

یکطرف بانگ حدی یک جانب آواز درآئی　　از گران جانی بود آہ زاکہ ماند دل بجائے

الغرض شیخ تاج الدین نے مشیخت اور تعلیم طریقہ کی صحبت سے دست کشی کی اور وہیں سے لباس احرام زیب تن فرما کر ایک اونٹنی اور دو ایک خادم ساتھ لے نہایت بے سر سامانی اور فقر و فاقہ کی حالت میں متوجہ بیت اللہ ہوئے صالح نام ایک نہایت راست گو اور بزرگ شخص کا بیان ہے کہ میں نے ۱۰۳۲ ہجری میں شیخ تاج الدین کو میدانِ عرفات میں دیکھا اور عجب حالت میں دیکھا کہ لباس احرام جو آپ کے جسم شریف کو چھپائے ہوئے تھا نہایت میلا اور چکٹ ہوگیا تھا۔ آپ کے سر مبارک اور ڈاڑھی کے بال نہایت پریشان اور غبار آلود تھے۔ سفر کی مشقت و رنج سے جسم ضعیف و لاغر ہوگیا تھا اور نشہ مستی سے آنکھیں سرخ تھیں آپکی یہ حالت دیکھکر سخت متاثر ہوا شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے فرمانے لگے کہ میں نے سالہا سال سے شہروں اور بیابانوں کو کھوندا ہی اور ہر سرد و گرم کو آزمالیا ہے۔ اب ارادہ ہے کہ بقیۃ العمر اپنے مالک کے گھر کی جاروب کشی میں گزار دوں اور یہیں خاک ہوجاؤں ؎ خوش آن بہر

کہ بر آن آستان خاک شود۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ نے ارباب ذوق وحال کے اطوار و اخلاق مین ایک نہایت عمدہ نہایت مفید نہایت ضروری رسالہ تصنیف کیا اور اہل عرب کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے خواجگان نقشبندیہ کے بعض رسائل جو فارسی زبان مین لکھے گئے تھے عربی قالب مین ڈھال کر ہر کہ ومہ کے سامنے پیش کیے جن سے بہت سے بندگان خدا متمتع ہوئے۔

خواجہ حسام الدین احمد یہ بزرگوار بھی جناب خواجہ باقی باللہ کے مخلص دوستون اور اجلہ احباب مین ممتاز دوست تھے ان کے والد ماجد قاضی نظام الدین بدخشانی ارباب فضل وکمال مین اعلیٰ درجے کے فاضل تسلیم کیے جاتے تھے۔ ان کو مولانا ربانی سعید ترکستانی کی شاگردی اور مولانا المدقق احمد جندیہ کے سلسلۂ تلامذہ مین داخل ہونے کا فخر حاصل تھا سنہ ۹۹۲ ہجری مین انتقال کیا۔ چونکہ خواجہ حسام الدین کے والد بزرگوار سلطان ہند کے امرا مین داخل تھے اور سلطنت سے ایک خاص قسم کا تعلق رکھتے تھے اسلیے خواجہ کو بھی شروع شروع مین اس تعلق کا مقید ہونا اور کچھ عرصہ تک حکومت وجاہ کے گلوگیر پھندے مین مبتلا رہنا پڑا۔ از بسکہ آپ کو اولیاء اللہ کے گروہ اور خاصان خدا سے کامل مناسبت حاصل ہوچکی تھی آپ کا دل ہمیشہ فقرا کی صحبت وخدمت کی طرف مائل رہتا تھا اور کوشش مین تھے کہ جس طرح ہوسکے اس تعلق سے دستکشی کرکے گوشۂ عزلت مین زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اتفاق سے انہی ایام مین حضرت خواجہ باقی قدس سرہ دہلی پہونچے۔ خواجہ حسام الدین خدمت اقدس مین حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت کی برکت سے ان کے شوق گوشہ نشینی مین ایک غیر معمولی جوش وولولہ پیدا ہوگیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ تو ماوراء النہر تشریف لیگئے۔ اور خواجہ حسام الدین پر اسدرجہ جذبات الٰہی نے غلبہ کیا کہ آپنے تمام تعلقات کی رسی کو دفعۃً کاٹ ڈالا۔ اور دنیاوی تجملات پر لات مار کر ابراہیم ادہم کی طرح ٹاٹ کا لباس زیب جسم کرکے شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ سلطان وقت کو چونکہ آپ کے ساتھ ایک خاص ہمدردی تھی اور وہ آپ پر انتہا سے زیادہ مہربانی وعنایت کیا کرتا تھا لہذا اس نے شیخ ابوالفضل کو جو سلطنت کا رکن اعظم تھا اور خواجہ حسام الدین کا خسر بھی تھا اسپر آمادہ کیا کہ خواجہ کو اس ارادے سے باز رکھے شیخ ابوالفضل نے اگرچہ اس بارے مین انتھک کوششین کین مگر انجام کار اس کی تمام کوششین رائگان گئین۔ اب وزیر السلطنۃ اور خواجہ مین ایک طرح کی کشیدگی بلکہ مخاصمت قائم ہوگئی اور خواجہ کو اس کے ہاتھ سے طرح طرح کی

تکلیفین اور مصیبتین پہنچنے لگین۔ یہ سب کچھ ہوتا تھا مگر خواجہ کو بالکل پروا نہ تھی اور چونکہ توفیق الٰہی آپ کے سر پر سایہ ڈال چکی تھی مخالفون کی بے شمار تدبیرون اور ان تھک کوششون سے بھی آپ کے قدم جادۂ استقامت سے ذرا نہ ڈگمگائے اور آپ اپنے ارادہ مین کامیاب ہوئے

سعی بیہودۂ اغیار بجائے نرسید

الغرض خواجہ حسام الدین نے گوشہ نشینی اختیار کی اور محترم خواجہ قدس سرہ کے ماوراء النہر سے واپس آنے کے انتظار مین ایک ایک دن کا شمار کرتے رہے۔ بزرگ خواجہ دہلی مین رونق افروز ہوئے تو خواجہ حسام الدین خدمت مین پہنچے اور اذکار اور مراقبات خواجگان نقشبند حاصل کیے اسوقت شیخ ابوالفضل پھر مزاحم ہوا اور آپ کو نقصان پہنچانے کی تدبیرون کا جال پھیلانے لگا۔ خواجہ نے اس مردم آزار کی شکایت پیر بزرگوار سے کی۔ اور دلتنگی ظاہر فرمائی محترم پیر نے ارشاد فرمایا کہ تمہین اطمینان رکھنا چاہیئے۔ انشاء اللہ عنقریب اس کے کاروبار مین برہمی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ شیخ ابوالفضل کے مقتول ہونے کی خبر سارے شہر مین پھیل گئی اور واقعی قتل کر دیا گیا تھا خلاصہ یہ کہ خواجہ حسام الدین سالہا پیر کی خدمت مین رہے اور نہایت صدق و انکسار کے ساتھ خدمات شایستہ بجالاتے رہے جس کے صلہ مین محترم خواجہ قدس سرہ کے مخلص دوستون کے زمرہ مین شمار کیے جانے لگے۔ اور سلوک کے اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے۔ اگرچہ محترم خواجہ کی سرکار سے آپ کو تعلیم و ارشاد کی اجازت حاصل تھی۔ مگر چونکہ نسبت تفرید اور آزادی آپ پر غالب تھی اسلیے اس منصب کو آپ نے اپنے اوپر لازم نہین رکھا۔ بزرگ خواجہ کے مرض موت مین بجز آپ کے اور کوئی دوست حاضر نہ تھا خواجہ کی بیمار داری آپ ہی کے متعلق تھی اور آخر کار خواجہ کے انتقال کے بعد تکفین و تجہیز و تدفین کی خدمت کا وقوع بھی آپ ہی کے ہاتھون پر ہوا پیر کے انتقال کے بعد آپ اسی خانقاہ مین رہے اور پیرزادون کی تعلیم و پرورش مین انتہا سے زیادہ کوشش کی اور آپ کی یہ کوشش مشکور بھی ہوئی کہ مخدوم زادے چند ہی روز مین فضل و صلاح کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ خواجہ حسام الدین کی یہ خدمت ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی خدمت تھی جس کا تمام خلفاء کو اعتراف تھا اور سب شکر گزار تھے چنانچہ حضرت شیخ سرہندی نے جو خط مخدوم زادون کو لکھا اس مین خواجہ حسام الدین کی اس خدمت کی وزنی اور قیمتی لفظون مین شکر گزاری کی ہے۔ آپ لکھتے ہین " معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد را حق سبحانہ از ما

جزاے خیر دہاد کہ ہوئیۃ مقصران را برخود التزام نمودہ کمر ہمت را در خدمت عتبہ علیہ بستہ اند و ما و را فتادگان را فارغ ساختہ ؎ گر برتن من زبان شود ہر موی ✤ یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد ✤

محترم خواجہ کے انتقال کے بعد جناب شیخ سرہندی اور خواجہ حسام الدین احمد مین ایک خاص سے گونہ ملال بھی پیدا ہو گیا تھا مگر آخر کار چند روز کے بعد غبارِ ملال دُھل گیا اور دونون حضرات شیر و شکر ہو گئے اور یہانتک اخلاص بڑھ گیا کہ خواجہ حسام الدین احمد نے اپنے بڑے صاحبزادے کو شیخ کے آستانے پر تربیت و تعلیم کیلیے بھیجا اور شیخ نے مہربانی اور عنایت کی نظر سے چند ہی روز مین اس قرۃ العین کو علم و فضل سے مالامال کر دیا۔ خواجہ حسام الدین احمد کے اخلاق و اطوار کے متعلق ہم صرف اتنا ہی کہتے ہین کہ جو صفاتِ حمیدہ اور خصائل مرضیہ ایک بڑے بزرگ اور صاحبِ ولایت مین ہونے چاہیین وہ سب آپ مین موجود تھے۔ آپ کی خرقِ عادات اور کرامات اتنی بہت ہین کہ اگر ہم اُن کا مختصر تذکرہ بھی لکھین تو حیاتِ باقیہ اُن کی گنجائش نہ رکھے۔ اس لیئے ہم اُن سے بالکل خاموشی اختیار کرتے اور محترم خواجہ کے چوتھے نامور اور مشہور خلیفہ شیخ الہداد کے متعلق چند سطور لکھکر اس مضمون کو ختم کرتے ہین۔

محترم خواجہ کی مشہور و نامور خلفا مین چوتھے نمبر پر شیخ الہداد ہین جو خواجہ کی سرکار سے اجازتِ تعلیم و تلقین کا گرانبہا اور قیمتی تمغہ حاصل کر چکے تھے جس زمانہ مین بزرگ خواجہ قدس سرہٗ لاہور سے ماوراء النہر تشریف لیجانے کی تیاریان کر رہے تھے شیخ الہداد آپکی خدمت مین پہنچے اور نظرِ عنایات سے بہرہ ور ہو کر طریقۂ مراقبہ اور ذکر و اذکارِ اکابرِ نقشبندیہ حاصل کیا۔ خواجہ کا اشارہ پاکر گرچہ شیخ الہداد نے بہت کوشش کی کہ اس سفر مین خواجہ کی ہمرکابی کا فخر حاصل کرین مگر کسی خاص مصلحت کی وجہ سے آپ کو خواجہ کی مرافقت میسر نہین ہوئی۔ لیکن خواجہ نے جب دیکھا کہ شیخ الہداد اس سفر مین میری موافقت نہین کر سکتے تو آپنے اپنے عقیدتمند مخلصون کی اُس جماعت کو جو ہندوستان کے مختلف گوشون مین موجود تھی اعلان دیدیا تھا کہ شیخ الہداد کی ملازمت کو ہماری خوشی کا موجب سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ اس امر کا ثبوت بزرگ خواجہ کے اُس مکتوب سے ہوتا ہے جو اُنھون نے ایامِ سفر سے کچھ پہلے اپنے ایک مخلص دوست کو قلمبند کیا تھا وھو ہذا۔" درین روز با داعیۂ سیرِ ولایت قوی گشتہ امید ست کہ بعد از چند روز دیگر متوجہ شویم و خدمت شیخ الہداد خویشتن داری کردہ خود را بیرون و مانند قرار داد نہ طوبیٰ لِمَن یَّکُوْنُ مَعَہٗ وَفَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ شعر

داغ بے یاری و درد بے دلی　　اینہمہ بر خود پسندیدیم و رفت

ہر کرا ملازمت ایشان میسر شود غنیمت ست حقا و بعزت اللہ کہ بتکلف سیگویم ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان　　گر ما نرسیدیم تو شاید برسی "

بزرگ خواجہ سفر سے لوٹے تو شیخ الہداد کمال عقیدتمندی و شکستگی اور رغبت کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور پھر خواجہ کے انتقال تک کبھی ملازمت سے غیر حاضر نہیں ہوئے۔ مسافروں کے آب و طعام کی نگرانی اور خانقاہ شریف کی خدمتگاری آپ ہی سے متعلق تھی۔ لیکن باوجود ان اشتغال کے شیخ کبھی اذکار اور احوال باطن سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ اور ہمیشہ پیر بزرگوار کی توجہات خاصہ سے مالامال رہتے تھے۔

غرضکہ شیخ الہداد اپنے زمانے کے ایک نہایت بزرگ اور جامع شخص تھے اور ارباب فنا و نیستی میں ممتاز اور بے نظیر مانے جاتے تھے۔ بھلے برے کی غیبت اور غنی و فقیر کی عیب جوئی کے متعلق کبھی کسی نے آپ کی زبان سے ایک شوشہ تک نہیں سنا۔ پیر بزرگوار کے انتقال کے بعد آپ سالہا سال مزار کے مجاور رہے اور ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کرتے رہے جب کوئی طالب خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سلسلے کی ذکر و مراقبہ کی التماس کرتا تو آپ شیخ کی خدمت میں بھیجدیتے۔ خواجہ حسام الدین احمد اور شیخ الہداد میں غایت درجہ کی محبت و دوستی تھی اور دونوں حضرت یک جان و دو قالب تھے۔

خاتمۃ الطبع

مجھے یاد پڑتا ہے کہ کسی حدیث کی کتاب کا یہ مضمون میری نظر سے گذرا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مجلس میں خاصان خدا اور اولیاء اللہ کا ذکر ہوتا ہے اُس پر رحمت خدا نازل ہوتی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو میری۔ اور نہ صرف میری بلکہ مترجم اور کاتب بلکہ پڑھنے پڑھانے والے سب کو نجات کا یہ ذریعہ کافی ہے۔ وکفے بہ فخراً۔ اسی لئے میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جہانتک بن سکے اولیاء اللہ اور خاصان خدا کے حالات و ملفوظات چھاپ چھاپ کر اچھی صورت میں شایع کروں۔ میں نے بڑی جانفشانی سے بزرگ خواجہ کی مثنوی اور رقعات بھی بہم پہنچائے ہیں۔ اگر حضرات ناظرین قدر افزائی اور توجہ سے کام لیں تو عجب نہیں کہ ان کے چھاپنے اور شایع کرنے کی بھی کمترین کو جرأت ہو +

خاکپائے ابرار مرزا محمد عبد الغفار بیگ مالک افضل الاخبار و افضل المطابع دہلی

بسم الله الرحمن الرحیم

بعد از حمد و صلوٰة نموده می آید که چون بسابقهٔ عنایت ازلی و رہنمونی سعادت لم یزلی این ذرهٔ حقیر که نام خود را
از غایت بی اعتباری شایستهٔ اندراج این نامهٔ بلند قدر نمی بیند از جملهٔ باریافتگان درگاه خواجه جهان پناه
مرجع حق پرستان قبلهٔ راستان و درستان مهر هدایت و سپهر معرفت النور الاتم و سر الله الاعظم صاحب تصرف الانفسی
و الآفاقی. ابو الوقت **خواجه محمد باقی** النقشبندی الاویسی منّ الله علی العالمین ببقائه و شرح صدور المؤمنین
بلقائه شد اکثر اوقات از هیبت آن مقام بخلوت خاص راه بردن دشوار بودی. مگر آنکه لطف عمیم آن دریای کرم
دستگیری نموده و دران موطن قدس جای داده و در بعضی مجالس که آن لسان وقت گهر ریز شدی بخاطر خسته

بسم الله الرحمن الرحیم

ترجمہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد ظاہر کیا جاتا ہے کہ جب عنایت ازلی کے سابقہ اور سعادت لم یزلی کی رہنمونی کی بدولت
اس حقیر ذرہ نے کہ انتہا درجہ کی بے وقعتی کی وجہ سے اپنا نام اس نامۂ بلند قدر میں درج کرنیکے قابل نہیں سمجھتا خواجہ
جہان پناہ۔ حق پرستوں کے مرجع۔ سچوں اور راستبازوں کے قبلہ۔ ہدایت کے آفتاب۔ معرفت اور خداشناسی کے آسمان۔ نور
کامل۔ خدا کے سر اعظم۔ تصرف انفسی و آفاقی کے صاحب۔ ابو الوقت حضرت **خواجہ محمد باقی** نقشبندی
اویسی (خدا تعالی ان کے باقی رکھنے کی وجہ سے دونون جہان پر اپنی نعمتوں کا مینہ برسائے اور ان
کی ملاقات سے مسلمانوں کا دل کھول دے) کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت پائی تو اکثر اوقات
اس مقام کی ہیبت سے خلوت خاص میں راہ پانا دشوار ہوتا تھا۔ مگر اس وقت نہیں جب کہ اس دریائے
کرم کا لطف عمیم دستگیری فرما کر بقعہ پاک میں جگہ دیتا تھا۔ بعض موقعوں پر جو حضور کی زبان مبارک
سے موتی جھڑتے تھے تو بیساختہ دل شیدا و خاطر خستہ میں

ودل شیدا رسید کہ این کلمات جانفزا و سخنان دلکشا کہ سامعہ می افروزد و پنبہ غفلت می سوزد و دل را
پژمردگی می فرساید و دماغ را ببہار می آرد و بر ہوش شیشہ می شکند و روح را با طلاق سے انداز در قید
کتابت آوردہ شود تا ہر کہ مزہ خدا پرستی در دل لذت حق شناسی در ذوق و طلب تحقیق در استعداد داشتہ
باشد از مطالعہ آن خوشوقت شدہ و بہرہ بردارد۔ چونکہ پرتوی از ضمیر آن صاحبدل بر وقت محرر افتادہ او را
از مضیق تعلقات خلاص بخشید اکنون بآن خواہش فائز میگردد۔ حق سبحانہ حضرت ایشان را بر مفارق
طالبان باقی و پایندہ داراد و این جواہر گران بہا بر صفحہ ظہور آناً فآناً جلوہ گر باد۔ بالنبی و آلہ الاطہار الامجاد۔

مخفی نماند کہ ہر جا درین رسالہ لفظ حضرت ایشان ثبت افتد مراد حضرت **خواجہ** خواہد بود و آنچہ از معارف
حقائق کہ از زبان مبارک حضرت ایشان استماع می افتد چون قوت مدرکہ محرر از ادراک کنہ آن قاصر بود و قوت
حافظہ در ضبط عبارات شریفہ بعینہا غیر وافی۔ اگر در ضمن بیان خللے در لفظ یا در معنے راہ یابد محمول بر قصور و نقصان
حال کاتب حروف خواہد بود عفی اللہ عنہ وعن جمیع المسلمین۔ بعد ذلک خواستم کہ مجملے از بعض احوال گرامی

خیال پیدا ہوتا تہا کہ یہ جانفزا کلمے اور دلکشا باتین جو قوت شنوائی کو جلا دیتی۔ غفلت کی روئی کو
جلاتی۔ دل کو تازگی بخشتی۔ دماغ کو فرحت پہنچاتی۔ ہوش حواس مین تیزی پیدا کرتی۔ روح کو مسرور
و شادان کرتی ہین۔ قید تحریر مین لائی جائین تا کہ جو شخص خدا پرستی کا مزہ دل مین۔ حق شناسی کی لذة
ذوق مین۔ طلب تحقیق کی چاشنی استعداد مین رکہتا ہو۔ اُن کے پڑہنے سے خوشوقت و شادان اور
محظوظ ہو اور کاتب الحروف پر اُس صاحبدل کا نفس مبارک اپنا سایہ ڈالکر اُسے تعلقات کے تیرہ و تنگ ہونے
سے رہائی دے۔ چنانچہ اب ایک عرصہ کے بعد کمترین اپنی مراد پر کامیاب ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ حضرت کو طالبون کے
سر پر قائم و دائم رکہے اور بیش قیمت جواہر صفحہ ظہور پر آناً فآناً جلوہ گر اور درخشان رہین۔ بجناب نبی کریم اور آپکی
واضح ہو کہ اس رسالہ مین جہان کہین حضرت ایشان کا لفظ لکہا جائیگا۔ اُس سے حضرت خواجہ محمد باقی کا
مراد ہونگے حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے جسقدر معارف حقائق کے سننے کا اتفاق پڑا۔ چونکہ کاتب الحروف
کی قوة مدرکہ انکی حقیقت دریافت کرنیسے قاصر اور قوة حافظہ حضور کی عبارت و الفاظ بجنسہ ضبط کرنیمین ناکافی تہی
اگر اثنائے بیان مین کوئی لفظی یا معنوی غلطی واقع ہوجائیگی تو اُسے کاتب الحروف کے قصور اور نقصان حال پر محمول کیا جاوے
خدا کاتب الحروف اور تمام مسلمانونکی لغزشین معاف فرمائے۔ اب مین چاہتا ہون کہ حضرت خواجہ کا تہوڑا سا وہ ابتدائی حال

تا آنحضرت ایشان و استفادهٔ نسبت اخذ طریقه از وسائط ما تقدم در ابتدای این رساله نقل کنم برخی از آن
بخط شریف آنحضرت یافته شد و آن اینست
ابتدای توبه از معاصی در ملازمت خدمت خواجه عبید کرده شد لیکن خیال رجوع و عزم ترک در باطن بود و التماس
فاتحه در ظاهر ایشان از خلفائے مولنا لطف الله بودند و مولنا لطف الله خلیفه مولنا خواجگی امکنگی علیه الرحمه بودند
چون توفیق استقامت نیافت بار دیگر توبه در ملازمت بندگان فخار شیخ که در سمرقند تشریف داشتند و از کبار
خانوادهٔ حضرت خواجه احمد یسوی بودند کرده شد اگرچه جناب ایشان رضا ندا شتند و میفرمودند که شما جوانید لیکن
چون نیت فقیر مصمم بود بضرورت فاتحه خواندند و فرمودند خدا استقامت بدهد موافق تفرس آن بزرگواران عزیمت
برهم خورد و خرابیهای عجب رو داد بار دیگر بے صنع و اختیار فقیر در بندگی حضرت امیر عبد الله بلخی مدظله تجدید
توبه بظهور رسید مقرون بمصافحه آن نعمتے بود غیر مترقب. امید که برکات آن مواهبت الی یوم القیام بماند القصه
چندگاه دیگر در مقام نگاهداشت حدود بود باز تاثیر اسم المضل آن سد را شکست عاقبت بهدایت صمدیت

کرامت تا آل اس رسالہ کے شروع مین بالاجمال نقل کرون جو حضور کے خط شریف سے پایا گیا ہے اور ساتھ
ہی اُس نسبت اور طریقہ کا بھی ذکر کرون جو آپنے اگلے بزرگون کے وسیلون سے حاصل کیا ۔
آپ فرماتے ہین کہ پہلے پہل خواجہ عبید کی خدمت مین خدا کی نافرمانیون سے توبہ کیگئی لیکن خیال رجوع اور قصد ترک باطن مین تھا
اور التماس فاتحہ ظاہر مین خواجہ عبید مولانا لطف اللہ کے خلیفہ تھے اور مولانا لطف اللہ خلیفہ تھے مولانا خواجگی امکنگی
علیہ الرحمۃ کے ۔ مگر جب استقامت کی توفیق حاصل نہین ہوئی تو دوبارہ شیخ فخار کی خدمت مین توبہ کیگئی شیخ سمرقند مین
تشریف رکھتے اور حضرت خواجہ احمد یسوی علیہ الرحمۃ کے بڑے خانوادون مین تھے شیخ سمرقندی اگرچہ سفر کی اجازت نہین دیتے
اور فرماتے تھے کہ ابھی تم جوان ہو فاتحہ کی درخواست کرو لیکن چونکہ فقیر عزم مصمم کر چکا تھا ناچار آپنے فاتحہ پڑہی اور فرمایا
خدا تمھین استقامت کی دولت عنایت فرمائے ۔ ان بزرگون کے تفرس کے موافق میری تمام عزیمت درہم برہم ہوگئی اور عجیب تخت
کی خرابیان سامنے آئین تیسری مرتبہ حضرت امیر عبد اللہ بلخی مدظلہ کی خدمت مین تجدید توبہ ظہور مین آئی اور بغیر قصد و اختیار
فقیر کے ظہور مین آئی مصافحہ کرنیکے ساتھ وہ نعمت حاصل ہوئی جسکے حاصل ہونے کی امید نہ تھی خدا سے التجا ہے کہ ان بخششون
کی برکتین قیامت تک باقی رہین القصہ اسکے بعد چند روز تک مقام نگہداشت مین محدود رہا ۔ مگر پھر بہت جلد اسم المضل
کی تاثیر سے وہ دیوار جو بیچ مین سد راہ تھی ٹوٹ گئی اور انجام کار خداوندی ہدایت سے

در خواب بشرف ملازمت حضرت خواجه بزرگ خواجه بهاء الحق والدین صورت توبه منعقد شد و میل طریقه اهل الله بظهور رسید بحکم اَلغَرِیقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیشٍ بهر طرف دستی می انداخت. عاقبت بعضی از مخادیم فرمودند که ذکری که متضمن تا بحضرت رسالت صلی الله علیه وسلم میرسد نتیجه مناسبت تعطش بر آن داشت که از همان عزیز طریق ذکر و مراقبه اخذ کرده شد. مدت دو سه سال بر آن ذکر و مراقبه او در سلسله آن عزیز مداومت نموده شد. شنیده شده بود که تا سالک مدتی قریب بچهل سال میدان لَا اِلٰهَ را قطع نکند بمنزل اِلَّا اللّٰه نخواهد رسید ساده لوحی بر آن میداشت که مرور زمان را در ذکر غنیمت شمارد و همان صورت عبادت قناعت نماید هر چند که درین میان اشارات غیبیه در سلوک طریق دیگر ظهور میکرد قدم استوار را از جا نمی برداشت و در زمین کرم بزرگواران آن طبقه تخم وَفِیهَا مَا تَشْتَهِیهِ الْاَنْفُسُ[1] میکاشت ان شاء الله العزیز عاقبت دست کرم آن تخم را از جویبار مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ[2] سیراب گرداند بالآخر بکشمیر رسیده شد و بملازمت حضرت شیخ بابای والی قدس الله سره العالی اتفاق افتاد و از برکات نظرش بهره مند شد الحمد لله والمنة که آن نظرات فتح باب قبول آمد

خواب میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الحق والدین کی شرف ملازمت میں توبہ حاصل ہوئی. اور طبیعت کا رجحان اہل اللہ کے طریقہ کی طرف خود بخود ظاہر ہو گیا فقیر بموجب اَلغَرِیقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیشٍ یعنی ڈوبتا ہوا ایک ایک تنکے کا سہارا پکڑا کرتا ہے. ہر طرف ہاتھ ڈالتا تھا. آخر کار ایک مخدوم نے فرمایا کہ سود مند اور نتیجہ خیز وہی ذکر ہو جو بطریق معتبر سلسلہ بسلسلہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو. میری تشنگی اور بیقراری نے مجھے اسپر آمادہ کیا کہ اس عزیز سے ذکر و مراقبہ کا طریقہ حاصل کیجئے چنانچہ کیا گیا. دو تین سال تک اُس عزیز کے بتائے ہوئے ذکر و مراقبہ پر مداومت کی گئی. سنا گیا تھا کہ سالک جبتک چالیس سال کے قریب لَا اِلٰهَ کے میدان کو طے نہیں کر لیتا اِلَّا اللّٰه کی منزل تک نہیں پہنچتا. فقیر کی ناتجربہ کاری نے اس بات پر ابھارا کہ چالیس سال ذکر میں گزرنے کو غنیمت خیال کرے اور اسی صورت پر عبادت اور قناعت کئے جائے. ہر چند کہ اس اثنا میں اشارات غیبیہ دوسرے طریقے کے چلنے میں ظہور کرتی تھیں مگر فقیر نے مضبوط قدم کو جگہ سے نہیں اٹھایا تھا اور اُس طبقے کے بزرگوں کی زمین کرم میں فِیهَا مَا تَشْتَهِیهِ الْاَنْفُسُ[1] کا بیج بوتا تھا اور امید کرتا تھا کہ انشاء اللہ آخر کار کسی بزرگ کا دست کرم اس بیج کو مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ[2] کی نہر سے سیراب کرکے رہیگا. آخر کار فقیر کشمیر میں پہنچا اور حضرت شیخ بابا ولی قدس اللہ سرہ کی ملازمت میں حاضر ہونے کا اتفاق پڑا اور انکی فیض اثر نظر کی برکت سے بہرہ مند ہوا. اللہ کا شکر و احسان ہے کہ ان نظروں نے دروازہ قبول کھولا

حاشیہ [1] اس میں وہ چیزیں ہیں جنہیں جی چاہیں ۱۲ [2] جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا ۱۲

چون حضرت شیخ از سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ نیز مجاز بود نزد استعداد و طلب متوجہ آستانہ آن بزرگوار ان انفاس ربانیہ از دریچہ
ہمان خانوادہ اقبال فرمود و بعد از انتقال آنحضرت بدار القرار غیب مشہودہ حضرات خواجہا جلوہ گر شد و ارواح
طیبات ایشان در بشارات نمودن گرفتند و تلقینات فرمودند ہمین توجہ ایشان آن نسبت را قوتی پیدا شد
و دائرہ غیبت وسعتی پیدا کرد و راہ روشن شد فی الجملہ جمعیتے دست داد تا آنکہ بجذب عنایت ایشان مرتبت بخدمت
مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی رسیدہ شد و بطوع و رغبت خود بہ بیعت و
مصافحہ بدست آوردہ طریقہ خواجگان اخذ کردہ شد بطفیل ملازمت آنحضرت و ارواح طیبہ خواجہ نقشبند
و خلفاے ایشان در سلک افتادگان این راہ و نیازمندان این درگاہ در آمدہ شد اللّٰہم احینی مسکینا
وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین والسلام علی من اتبع الھدیٰ انتہی کلامہ سلمہ اللہ تعالیٰ

شنبہ غرہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ تسع والف

چونکہ حضرت شیخ باباے والی کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی بھی اجازت حاصل تھی آپنے اُن بزرگواروں کے آستانہ کی طرف
توجہ کر نیوالے پر اسی خانوادہ کی کھڑکی سے توجہ فرمائی جب وہ دار دنیا سے جنت کی طرف انتقال کر گئے تو فقیر
پر حضرات خواجگان کے اشارات غیبیہ لگے جلوہ گر ہونے اور انکی پاکیزہ روحین لگی خواب مین خوشخبریان دینے اور طرح
طرح کی تلقین فرمانے۔ انکی توجہ کی برکت سے اُس نسبت کو قوت پیدا ہوئی۔ اور غیبت کا دائرہ نہایت
وسیع و فراخ ہو گیا اور ہر طرف سے رستہ روشن ہو گیا غرضکہ کچھ کچھ جمعیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ انکی جذب
عنایت نے مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت مین پہنچایا۔
اور اپنی خوشی و رغبت سے بیعت و مصافحہ کر کے خواجگان کا طریقہ حاصل کیا گیا اور مولانا خواجگی امکنگی
کی ملازمت اور خواجہ نقشبند اور انکے خلفا کی ارواح پاک کے طفیل سے اس رستہ کے چلنے والون اور
اِس درگاہ کے نیازمندون کی سلک مین آگیا۔ خداوندا! مجھے حالت مسکینی ہی مین زندہ رکھیو اور حالت
مسکینی ہی مین موت دیجیو۔ اور مساکین ہی کے زمرے مین میرا حشر کیجیو۔ والسلام علی من
اتبع الھدیٰ۔ یہان تک حضرت خواجہ محمد باقی رحمہ اللہ کا کلام پورا ہو گیا۔

صفر کی پہلی تاریخ ہفتہ کا دن ۱۰۰۹ ہجری

سعادت حضوری داد درین اثنا این فقیر را دل بجوانی آویخت بود چنانچه خطره او بسیاری آمد و تشویش
میداد و بزبان باطن همتے از حضرت ایشان درخواستم که ازین تشویش خلاص یابم زمانی برین بگذشت که
از مخلصان نوکدخدائی از در درآمد و سلام کرد عنایت بسیار و باره او فرمودند و امر نشستن کردند بعد
از زمانی بر لفظ مبارک راندند که کدخدائی ضرر را دارد یک ضرر آنکه نفس عاید شود چه نفس را باعث شهوات پیدا
آید مثل مار سر ما زده که بی حرکت و جنبش افتاده بود ناگاه تاب آفتاب باو رسید جان تازه یافت این زمان
از قید احاطه بدر میرود علاجش آنکه منهمک در شهوات و کامرانی نگردد و عنان اختیار کشیده دارد ضرر
ثانی بدل راجع گردد و آن برطرف شدن یقین است چه درین محل فتورے در یقین رازقیت رزاق حقیقی نقصانے
در توکل بحق سبحانه راه یابد علاجش آنکه غم روزی نباید خورد که رزاق علی الاطلاق ضامن عباد شده است همدرین
محل فرمودند که توکل نه آنست که ترک اسباب کنند و بنشینند چه این سوء ادبی ست بلکه اقامت بسبب مشروع
مثل کتابت وغیره میباید کرد و نظر بر مسبب میباید انداخت زیرا که سبب مثل دروازه است که حق سبحانه برائے

سعادت حضوری حاصل ہوئی ان دنون اس حقیر کا دل ایک نوجوان پر آیا ہوا تھا چنانچہ اکثر اوقات اُسی کا کھٹکا
دل پر لگا رہتا اور نہایت تشویش لاحق حال رہتی تھی مین نے ظاہر کی زبان سے نہین بلکہ باطن کی زبان سے حضرت خواجہ سے
دعا کی درخواست کی کہ اس پریشانی سے نجات پاؤن تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضور کے مخلصون مین سے ایک نو کتخدا نے دروازہ
سے آکر سلام کیا حضور نے اُسکے حال پر بہت سی عنایت ظاہر فرمائی اور بیٹھنے کی اجازت دی تھوڑے عرصہ کے بعد زبان مبارک
پر جاری ہوا کہ شادی کرنے مین تین طرح کے نقصان ہین ایک نقصان تو نفس کیطرف عود کرتا ہی کیونکہ اس وقت نفس کے
لیے خواہشون اور شہوتون کا ایک اُبھار انسانیہ الا پیدا ہوجاتا ہی جیسے ٹھر کا مارا ہوا سانپ کہ جسمین حرکت پڑا تھا دفعتہً
اُسے آفتاب کی گرمی پہنچی اور اُسنے جان تازہ پائی یہی حال کتخدا کا ہی کہ وہ اسوقت احاطہ کی قید سے باہر ہوجاتا ہی مگر اُس کا
علاج یہ ہے کہ خواہش نفسانی اور کامرانی مین غرق نہو اور اختیار کی باگ تنی کھینچے رکھے دوسرا نقصان دل کی طرف رجوع کرتا ہی
یعنی آدمی کا یقین جاتا رہتا ہی کیونکہ آدمی کو شادی سے پہلے جو رزاق حقیقی کی رزاقیت کا یقین حاصل ہوتا ہی اُسوقت اُسمین
فتور پڑجاتا اور خدا پر جو بھروسہ ہوتا ہے اُسمین نقصان آجاتا ہی اسکی تدبیر یہ ہے کہ روزی کا غم نکرنا چاہیے کیونکہ خدا تعالی جو رازق
مطلق ہی بندونکی روزی کا ذمہ دار ہی اسی موقع پر آپنے یہ بھی فرمایا کہ توکل اسکا نام نہین ہی کہ ظاہری اسباب چھوڑ ہاتھ
پر ہاتھ رکھ بیٹھ جائے یہ تو ایک طرح کی گستاخی اور بے ادبی ہی بلکہ سبب شرعی مثلاً کتابت وغیرہ پر عمل درآمد کرنا اور اسی حیلہ اُلانا

وصول سبب ساختہ درین میان کس دروازہ را بر بندد کہ از بالا خواہد بر یافت بی ادبی کردہ باشد چہ دروازہ بنا کردہ اوست و دلالت دارد برانیکہ کشادہ بنشیند بعد ازان او داند خواہ از راہ درواز فرستد یا از بالا بر تابد و آنہا کہ بنشینند و در ببندند و نظر بر فتوح دارند ازین باب است کہ با وجود قدرت بر کسب نظر بر فتوح داشتن بے ہمتی و ترک اسباب است ثمرہ ثالث بروح راہ یابد و آن سستی انجذاب است کہ از فرط میل بصور جمیلہ پیدا میشود چہ روح محل انجذاب حق سبحانہ است و ہر گاہ میل بصور جمیلہ پیدا گردد انجذاب آنجناب کمی یافت علاجش آنکہ میل بصور جمیلہ پیدا نکند چہ کسیکہ درین نشاء بعشق صورت مبتلا ماند تا ابد بحجاب عظیم است اگر آن صورت نامحرم باشد دران نشاء ترا اند بود کہ بشکل کریہہ مبدل سازند و او را بدان مبتلا گزارند و در آنوقت بوئے از لذت حضور بحق سبحانہ بمشامش نرسد و آنکہ بعضی عشق صوری را طریقی نہادہ اند محل تامل است و در طریقہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالی ارواحہم بغایت مستبعد است ہم درین محل فرمودند کہ در بعضی کتب مسطور است کہ خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ بجہت غلبۂ الاستعداد ان در آوان ابتدا احیانا باین روش مدارا کردہ اند

سبب تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہی ایسی صورت مین اگر کوئی شخص دروازہ کو توکرے بند اور توقع رکھے اسکی کہ خدا اوپر سے پھینکدیگا تو یہ اسکی گستاخی اور بے ادبی ہی کیونکہ دروازہ خدا ہی کا بنایا ہوا ہی اور اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ آدمی اسے کھولکر بیٹھے بعد ازان اُسے اختیار ہی چاہے دروازے کی راہ بھیجے چاہے اوپر سے پھینکدے اور جو لوگ کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جاتے اور دروازہ بند کرکے فتوحات پر نظر رکھتے ہین وہ بھی اسی قبیل سے ہین کیونکہ باوجود کمائی پر قدرت رکھنے کے فتوحات پر نظر رکھنی سراسر بے ہمتی اور ترک اسباب ہی کتخدائی کا تیسرا نقصان روح کو پہنچتا ہی اور وہ انجذاب مین سستی کا ہونا ہی جو خوشرو صورتون کی طرف کثرت میل پیدا کرنے سے پیدا ہوتی ہی وہ یہ کہ روح خدا تعالی کے انجذاب کا محل ہی تو جس وقت آدمی کو خوشرو صورتون کیطرف میل پیدا ہوگا انجذاب خداوندی مین کمی واقعی ہوگی اِسکا علاج یہ ہی کہ خوشرو صورتون کیطرف بکثرت میل پیدا نہونے دے کیونکہ جو شخص اس دنیا مین کسی صورت کے عشق مین مبتلا رہا وہ ابد الآباد تک حجاب عظیم مین قید رہیگا۔ اور اگر وہ اجنبی اور نامحرم کی صورت ہی تو ممکن ہی کہ اُس جہان مین اُسے نہایت کریہ اور ڈراونی شکل مین بدلکر اسکے ساتھ مبتلا رکھین اسوقت اُسکے دماغ مین خدا تعالی کی حضوری کی لذت کی بو تک بھی تو نہین پہنچے گی بعض صوفیون نے جو عشق صوری کا ایک طریق نکالا ہی وہ محل تامل ہی مگر طریقۂ نقشبندیہ عالیہ مین یہ بات نہایت بعید ہی اسی موقع پر خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ بعض کتابون مین جو یہ لکھا ہی کہ خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ بعض

که عشق صوری پیدا کنید بعد از آنکه پیدا میکردند کمال بے تعلقی شان بحاصل آمدے چنانچه غیر از مهمان
یک تعلق دیگر نمیماندے باندک تصرف دل آنها را از محبت صورت میگردانیده اند لاجرم چون جمیع علائق مرتفع
میشد حضور و آگاهی شان پیدا می آمد و این عمل حضرت خواجه مبتنی بران مسئله فقه است. اگر طبیب حاذق
به بیماری امر بارتکاب شئ حرام کند که علاج منحصر درین است ارتکاب آن جائز است نزد بعضی ائمه و صاحب
کشف المحجوب که از امامان طریق است تکفیر قومی که باباحت این امر قائل شده اند کرده چه جائیکه مدار سلوک
برین نهاده باشند و حضرت خواجه بزرگ نه آنست که باهل این سلوک امر باین کار میفرمودند بلکه کسانیکه
میل در آمد طریق میداشتند و در استعداد ایشان قبول طریق حضور و آگاهی ابتدائی نبود در آوان ابتدا
چند روز درین کار میگذاشته اند و بمقصد اعلیٰ میرسانیده. اندرین اثنا بنده در گاه عرضداشت که اگر کسی را
در عین سلوک طریق حضور ابتلا باین بلا واقع شود علاجش چه کند. فرمودند اگر مرشدی داشته باشد باید
بگوید تا بتصرف او از این مهلکه برآید یا سفر اختیار کند آن شهر را بگذارد و چون او در ورزش نسبت حضور

اور فرماتے تھے کہ ظاہری عشق پیدا کرو۔ مگر جب وہ ایسا کر لیتے تھے تو بہت تھوڑے عرصہ مین انہین کمال درجہ کی بے
تعلقی حاصل ہو جاتی تھی چنانچہ مہمان کے علاوہ صرف اس تعلق کے دوسرا تعلق نہین رہتا تھا اور خواجہ اونی تصرف کے ساتھ
اُنکے دلکو ظاہری محبت سے چھڑا لیتے تھے اور جب یہ تھا تو بالضرور اُنکے تمام تعلقات مرتفع ہوتے اور حضور و آگاہی ظاہر ہوتی
تھی حضرت خواجہ کے اس عمل کی بنا ایک فقہی مسئلہ پر ہے۔ وہ یہ کہ اگر ماہر تجربہ کار طبیب کسی بیمار کو حرام چیز کے مرتکب ہونے کا
حکم دے کیونکہ اسکا علاج اسی پر موقوف ہے تو بیمار کو اسکا مرتکب ہونا جائز ہے۔ مگر بعض اماموں بالخصوص صاحب کشف المحجوب
نے جو اس طریقہ کے اماموں مین ایک بڑا امام ہے اُن لوگوں کو کافر بتایا ہے جو اس امر کے مباح ہونیکے قائل ہین چہ جائیکہ
وہ لوگ جنہوں نے اسپر سلوک کا دارمدار رکھا ہے اور حضرت خواجہ بزرگ ایک تصوفی طریقہ پر چلنے والے کو اس کام کا حکم نہین
فرماتے تھے بلکہ جو لوگ اس طریقہ مین آنے کی خواہش رکھتے تھے اور اُنکی استعداد مین ابتداءً حضور و آگاہی کے طریق کی قابلیتین
نہین رکھتی تھین تو آپ انہین شروع شروع مین صرف چند روز کے لیئے اس کام مین چھوڑ دیتے اور پھر آخر کار مقصد اعلیٰ پر
پہنچا دیتے تھے۔ اسی اثنا مین کمترین مؤلف نے عرض کیا کہ اگر کسی کو حضور و آگاہی کے عین رستے مین یہ موقع پیش آئے اور
وہ اس مصیبت مین مبتلا ہو جائے تو کیا تدبیر کرنی چاہیئے فرمایا مرشد رکھتا ہو تو اُس سے بیان کرے تاکہ وہ اپنے تصرف کی قوت
سے اُسکو اس خطرناک موقع سے باہر نکال لیجائے۔ یا سفر اختیار کرے اور شہر کو خدا حافظ کہے چونکہ اُسے حضور و آگاہی مین ایک خاص

آگاهی بهم خواهد بود و جمعیت منضبط نخواهد بود و اگر هر چند آن شاق نخواهد آمد بنسبت خاصیتی دارد که در
برابر اقتضای حقیقة بالذات [illegible] رونقی نماند این بیت را در اشاره بتحصیل دوام آگاهی خوانده اند بیت
چندگاهی بی لب و بی کام باش ؛ بعد ازان بنشین و یار با کام باش ؛ بعد ازین موافق این سخن فرمودند
که حضرت خواجه احرار قدس سره مخلصی داشتند ملا لطف الله نام خوش مزاج و منبسط و ظریف الطبع بود بعضی
اوقات حضرت خواجه را خوش می آمد با وی سخن میکردند روزی از وی پرسیدند که ملا لطف الله
اگر کدخدا شوی چگونه زنی خواهی خواست گفت سبز و شیرین فرمودند در اندک زمانی شیرینیها خواهد رفت
همین سبزی خواهد ماند بعد درین محل فرمودند که از اکابر هیچکس بکمال صورت مقید نمانده است
بجز حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سره السامی که از پیشروان این قافله بودند در آخر تبری
ازین نموده اند چنانچه احوال ایشان و بسیاری از سخنان ایشان دلالت برین معنی دارد و از انجمله
است این رباعی ؛ رباعی

حاصل ہوچکا ہوگا اسلیئے اُسے وطن و اہل وطن کی زیادہ محبت نہ ہوگی اور سفر کچھ ایسا گران نہ گزریگا کیونکہ
سفر میں ایک امر نا مناسبت رکھی گئی ہے جو آخر تعالیٰ کسی چیز کی لذت و رونق نہیں کر سکتی۔ پھر حضور نے دوام
آگاہی کی تحصیل کیطرف اشارہ کرنیکے لیئے یہ بیت پڑھی بیت چندگاہی بے لب و بے کام باش ؛ بعد ازان
بنشین و یار با کام باش ؛ یعنی تھوڑے دن ناکامی اور بدمزگی میں گزار دے پھر باطمینان بیٹھکر جام شراب کا ہمدم
رہ۔ اب حضور نے اسکے مطابق ایک تمثیلی حکایت بیان فرمائی کہ ہمارے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ احرار قدس سرہ
ایک شخص سے دوستی رکھتے تھے جس کا نام تھا ملا لطف اللہ خوش مزاج ظریف طبع حضرت خواجہ بزرگ کو بعض
اوقات اُس کی باتیں بھلی معلوم ہوتیں۔ اور آپ اُس سے باتیں کیا کرتے۔ ایک دن آپنے اُس سے پوچھا
کہ ملا لطف اللہ اگر تو شادی کرے تو کیسی عورت پسند کریگا کہا سبز و شیرین۔ فرمایا شیرینی تو تھوڑے دنوں میں
مٹ جائیگی اور سبزی باقی رہجائیگی۔ اسموقع پر حضور خواجہ نے فرمایا کہ اگلے بزرگوں میں سے کوئی شخص بھی صورت کے حسن و
جمال کیطرف متوجہ نہیں ہوا حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ جو اس قافلے کے سالار اور پیش پیش تھے انہوں
نے بھی آخر میں اس سے بیزاری ظاہر کی جیسا کہ انکے حالات زندگی اور انکے بہت اشعار و رباعیات اس بات پر صاف
طور سے دلالت کرتے ہیں منجملہ انکے ایک رباعی یہ ہے۔ رباعی

رفت آنکہ بقبلۂ بتان رو آرم	حرفِ غم شان بلوحِ دل نگارم
آہنگ جمال جاودانی دارم	شخصے کہ نہ جاودان ازو بیزارم

انتھی کلامہ سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ چون کاتب الحروف از مجلس برخاست دل او ہر چیزی تمام ازان علاقہ کہ بعشقہ واده بود و بالکلیہ مرتفع شد الحمد للہ والمنہ

یکشنبہ دوم صفر ختم بالخیر والظفر سنہ مذکور

دولت زمین بوس رو داد از حاضران شخصی از معنی حضور بے مزاحمت نفی و اثبات کہ در رسائل این طریقۂ عالیہ واقع است استفسار کرد فرمودند چون حضور صاف یعنی حضور ذاتی حاصل شود مزاحمت نفی و اثبات را گنجایش نماند درین محل بر لفظ مبارک راند تا حضور ذاتی کہ حضور صاف عبارت از انست سالک را حاصل نشود از قید توحید جسمانی خلاص نیابد چہ توحید جسمانی دائر و سائر است تا سالک وجود جسمانی خود و غیر را وجود حق میداند درین وقت تمیز و تشخص باقی است و فنا و اضمحلال

رفت آنکہ بقبلۂ بتان رو آرم	حرفِ غم شان بلوحِ دل نگارم
آہنگ جمال جاودانی دارم	شخصے کہ نہ جاودان ازو بیزارم

یعنی وہ زمانہ گیا کہ مین بتون کے قبلہ کیطرف متوجہ ہون اور لوحِ دل پر اُنکے غم کے حرف کو لکھون اب میں اس کی ہمیشگی کے جمال اور خوبصورتی کیطرف مائل ہو اور مین اُس حسن سے بیزار ہون جسے دوام نہین۔ الغرض کاتب حروف جب مجلس سے اُٹھا تو اس تعلق سے دل بالکل سرد تھا جو اس سے پیشتر رکھتا تھا یعنی وہ علاقہ جو مین ایک شخص کے ساتھ رکھتا تھا بالکلیہ مرتفع ہو گیا۔

دوسری صفر روز یکشنبہ سنہ مذکور

دولت زمین بوسی حاصل ہوئی حاضرین مجلس مین سے ایک شخص نے حضور بے مزاحمت نفی و اثبات کے معنی دریافت کیے جو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے بہت سے رسالون مین مذکور ہے فرمایا جب حضور صاف یعنی حضور ذاتی حاصل ہوئی مزاحمت نفی و اثبات کی گنجایش نہین رہی اسی موقع پر زبان مبارک پر یہ لفظ جاری ہوئے کہ تاوقتیکہ سالک کو حضور ذاتی کہ حضور صاف اسی سے عبارت ہے حاصل نہین ہوتی وہ توحید جسمانی کی قید سے رہائی نہین پاتا کیونکہ جسمانی صوری توحید مراتب اجسام مین دائر و سائر رہتی ہے یہانتک کہ سالک اپنے اور غیر کے جسمانی وجود کو وجود حق جانتا ہے اسوقت تک تمیز

نرسیده است زیرا چه بروح است تمیز هر چیز این موحد بتوحید که مقر علمای دین و صوفیای محققین است رضوان الله علیهم اجمعین نرسیده و آن عبارت از مدلول کریمہ واللہ من ورائهم محیط یعنی تنزیه صرف که منزه از صفات تنزیه است تا فروغ حضور ذاتی در نگیرد و روح را بفنا و اضمحلال نرساند حجاب از چهرهٔ مقصود بر نیفتد اگرچه آن حال لمحه باشد و این همان قدر که در تقدیر رفته است روی نماید علی تفاوت الاستعداد و پس همیشه منتظر باید بود که حق سبحانه بوجود موهوب حقانی که مقربان خود را بدان مخصوص گردانیده است مشرف سازد و رینجا کسب را اصلا دخلی نیست محض بموهبت وی تعالی و تقدس است و بدین مقام مضمون این مصرع از علم گذشتیم بمعلوم رسیدیم واضح گردد ذلك هو الفوز العظیم

پنجشنبه ششم صفر سنه مذکور

بدولت حضور مشرف شد سخن در تحقیق محبت ذات و محبت صفات رفت بر لفظ مبارک راندند که محبت

نہین پہنچتی کیونکہ ہر چیز مین امتیاز صرف روح سے حاصل ہوسکتی ہی یہ اسطرح کا موحد ابھی تک اُس توحید کے درجے تک نہین پہنچا جو علماے دین اور صوفیاے محققین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک مقرر ہی اور وہ عبارت ہی اس آیت کے مدلول سے واللہ من ورائهم محیط یعنی تنزیہ صرف جو صفات تنزیہ سے منزہ ہے جبتک حضور ذاتی کے فروغ و ترقی مین موثر نہ ہوگی اور روح کو فنا و اضمحلال کے مرتبہ تک نہ پہنچا دیگی رُخ مقصود سے پردہ نہ اٹھیگا اگرچہ یہ حالت لمحہ بھر کیلیے کیون نہو۔ سالک کو یہ کیفیت اُتنی ہی حاصل ہوتی ہی جتنی اُسکی قسمت مین لکھی جا چکی ہی اور لوگون کی استعداد کے تفاوت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہی تو آدمی کو ہمیشہ منتظر اور امیدوار رہنا چاہیئے کہ خدا اُسکو اُس وجود موہوب حقانی کے ساتھ مشرف کرے جس کے ساتھ اُسنے اپنے مقرب بندونکو مخصوص کیا ہے۔ اس مین کسب و عمل کو کچھ دخل نہین بلکہ صرف خدا کی بخشش و عنایت سے حاصل ہوتا ہی۔ اس مقام مین ذیل کے مصرع کا مضمون خوب کُھل کر ظاہر ہوتا ہی ؎ از علم گذشتیم بمعلوم رسیدیم۔ یعنی ہم علم سے گذر کر معلوم تک پہنچ گئے۔

چھٹی صفر پنجشنبہ سنہ مذکور

دولت حضور سے مشرف ہوا محبت ذاتی اور محبت وصفی کی تحقیق مین سلسلہ سخن شروع تھا۔ زبان مبارک پر جاری ہوا کہ

صفات آنست کہ کسی بشخصے محبت دارد ازین جہت کہ او عالم است یا شجاع درین وقت محبت او
منوط بصفت علم و شجاعت باشد چنانچہ اگر این اوصاف ازو مرتفع شود محبت او ہم نماند و محبت ذاتی
آنکہ او را دوست دارد بی ملاحظہ ہیچ صفتی نہ در وقت اتصاف او بصفتی در محبت تزاید بود و نہ در وقت
عدم اتصاف نقصانی ہمدرین محل فرمودند محبت ذات از اہل شہود کسی راست کہ غرض خودش درمیان
نباشد چنانچہ بعضی ازین جہت دوست دارند کہ از مشاہدہ او لذتی و سروری در ایشان پیدا شود
و بعضے جہت نہ بینند محبت بذات صرف او دارند اگر درین مقام بتجلیات جمال او لذت و سرور بایشان
رسد ہیچ منافات بمحبت ذاتی ندارد بلکہ این کمال محبت ذاتی است ہمدرین محل کتابی از مصنفات حضرت
مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی کہ پیش حضرت ایشان نہادہ بود برداشتند و کشادند
این حدیث قدسی برآمد مَنْ قَتَلَهُ مَحَبَّتِي فَأَنَا دِيَتُهُ بیانی عالی فرمودند کہ حق سبحانہ بیان طریق
مراقبہ فرمودہ است کہ ہرگاہ محبت ذاتی بمرتبہ فنا و اماتت برسد محبت بذوق یافت و تجلی ذات فائز گردد

ترجمہ اردو

محبت وصفی یہ ہی کہ مثلاً ایک شخص کسی سے اسلیئے محبت رکھتا ہے کہ وہ عالم ہے یا بہادر ہے تو اسوقت
اُسکی محبت موقوف ہوگی صفت علم اور شجاعت پر یہان تک کہ اگر یہ اوصاف اُس سے منقطع ہوجائین تو
اُسکی محبت بھی جاتی رہے۔ اور محبت ذاتی یہ ہے کہ کسی شخص کو بغیر لحاظ کسی صفت کے دوست رکھے یہ نہین کہ
جب وہ کسی صفت کے ساتھ متصف ہو اُس وقت تو محبت مین زیادتی ہو اور جب کسی صفت کے ساتھ متصف
نہو تو محبت مین نقصان آجائے۔ اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ ذاتی محبت اہل شہود مین سے اُسے نصیب ہوتی
ہی جسکی کوئی غرض درمیان مین نہو۔ چنانچہ بعض اسوجہ سے دوست رکھتے ہین کہ اُسکے مشاہدہ سے لذۃ و سرور
حاصل ہو۔ اور بعض اسوجہ کو بالائے طاق رکھکر صرف اُسکی ذات سے محبت رکھتے ہین۔ پھر اگر اس مقام مین اُسکے
جمال کی تجلیون سے اُنھین لذۃ و سرور حاصل ہو تو یہ محبت ذاتی کے خلاف نہین ہی بلکہ کمال محبت ذاتی
ہی اسوقت حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ کی تصنیفات مین سے ایک کتاب جو حضور خواجہ سامنے
رکھی ہوئی تھی اُٹھاکر کھولی یہ حدیث قدسی نکلی مَنْ قَتَلَهُ مَحَبَّتِي فَأَنَا دِيَتُهُ یعنی جسے میری محبت نے قتل کردیا
اُسکی دیت مین ہون۔ اعلیٰ درجہ کا بیان فرمایا کہ اس حدیث مین خدا نے مراقبہ کا طریق ذکر کیا ہی کہ جب محبت
ذاتی فنا اور اماتت کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے تو محبت ذوقیہ اور تجلی ذات فائز ہوتی ہے ٭

وانجا دیت همین ذوق یافت است که بعد از فنا و محبت ذاتی بظهور میرسد یعنی طریقه مراقبه
مذکوره که عبارت از ظهور محبت ذوقیه است البته موصل بمقصود است. بعد ازین سخن فرمودند که
مدار طریقه ما برین سه چیز است. رسوخ بر عقائد اہل سنت وجماعت و دوام آگاهی و عبادت اگر او در یکی
ازینها فتوری رفت از طریقه ما برآید فنعوذ بالله من الذل بعد العز ومن الرد بعد القبول. درین
محل محرر این سطور عرضداشت کرد که آرزو دارم که هرچه در حضرت عالی مذکور میشود باجازت آنحضرت
در قید کتابت آورده شود. بعد از خواهش بسیار فرمودند بنویس من خوشحال شدم و فرحت عظیم بمن
روی نمود بخاطر آوردم که این دولت بس عظیم است که نامزد روزگار من شده و غالباً این خوشی عالی
نفسانی بوده است مجلسی چند که بی اجازت نوشته بودم در نظر مبارک در آوردم فرمودند این نوع سخنان
در کتب مردم بسیار است چه احتیاج که بگوید من از فلانی شنیدم عرض کردم که مرا بنور این سخنان
باطن نورانی میگردد و قوت فهم سخنان اکابر روی مینماید و راه روشن میشود فرمودند که اگر شما را

اور یہان ذوق سے یہی محبت ذوقیہ مراد ہے کہ فنا ہونیکے بعد محبت ذاتی ظہور کرتی ہی یعنی مراقبہ مذکورہ
کا طریقہ کہ محبت ذوقیہ کے ظاہر ہونیسے عبارت ہی۔ سالک کو مقصود کی طرف پہنچا دینے والا ہی۔ ازان بعد
فرمایا کہ ہمارے طریقہ کا دارمدار تین باتون پر ہے اہل سنت والجماعت کے عقائد پر جمے رہنا۔ آگاہی عبادت
اگر ان تینون باتون مین سے ایک بات مین بھی فتور وخلل ہو تو گو کوئی شخص ہمارے طریقہ پر ہونیکا دعوے کرے لیکن وہ
ہمارے طریقہ سے خارج ہی ہم عزت کے بعد ذلت اور قبول کے بعد رد کرنیسے خدا کی پناہ مانگتے ہین اس
موقع پر کاتب الحروف نے عرض کیا کہ میری آرزو ہے کہ جو کچھ مجلس عالی مین مذکور ہوتا ہی حضور کی اجازت
سے قید کتابت مین لایا جائے۔ آپنے انتہا درجہ کی اظہار خواہش کے بعد فرمایا لکھو اور ہمین ملاحظہ کراوین
بہت خوش ہوا اور بڑی فرحت حاصل ہوئی مین نے اپنے دلمین کہا کہ یہ ایک عظیم الشان دولت ہی جو خدا
کی طرف سے مجھے نامزد ہوئی ہی۔ غالباً میری یہ خوشی نفسانی تھی چند مجلسون مین جو مین نے بغیر اجازت لکھا
تھا ملاحظہ کیلئے نظر مبارک مین پیش کیا۔ فرمایا اس طرح کی باتین تو بہت لوگون کی کتابون مین موجود ہین
تمہین اسکی ضرورت ہی کیا ہی کہ یون کہتے پھرو کہ مین نے یہ بات فلان شخص سے سنی ہی مین نے عرض کیا کہ ان باتون
کے نور سے میرا باطن نورانی ہوتا ہی اور بزرگونکی باتین سمجھنے کی قوت حاصل ہوتی اور رستہ روشن ہوتا ہی فرمایا

باین نوع سخنان سری است چیزی ازین علم نخواهید نوشتن چه درکار است نخواهیم که نفس شما را
درینجا دخل است لاجرم دست ازان دولت کوتاه کرده آمد وخاطر ارادہ منصرف شد ابیات

مرا این غول نفس دیو کردار　　فگند اندر خرابیهای بسیار
کنون زین بادیه ناکاروانم　　مگر کس رساند استخوانم

تا آنکه در شهر رمضان المبارک سنه مذکور عنایت الهی درکار شد وطالع یاوری کرد وغنچه امید بشگفت و
از چهرهٔ مقصود پرده افتاد ونخل سعادت ببار آمد یعنی جناب میان شیخ احمد سرهندی علیه الرحمه که از مقربان
ومقبولان درگاه خلایق پناه اند تقریبی ساختند ومکرر درخواست قبول این امر خطیر کردند
بعد از تامل وتردد بسیار قبول کردند وفرمودند یعنی که در طریقه دخلی داشته باشد بنویسند وحکایات
ومعاملات مشایخ را که مذکور میشود بآن نسبتم نسازند وکافی راست نکنند چون آرزوی این فقیر
به نیل این مراد سابق بود وبواعث نفسانی ودواعی طبعی درین مدت بگوشه رفته وبی قوت گشته

اسی طرح کی باتون سے دلچسپی ہے تو اس علم کا کوئی حصہ پڑھ لو لکھنا بے سود اور بیکار ہے لکھو نہین کہ
اس موقع مین تمہارے نفس کے لیئے دخل پایا جاتا ہے. ناچار اس دولت سے ہاتھ کوتاہ کیا گیا اور ارادہ
کی باگ دوسری طرف موڑ دی گئی. **ابیات**

مرا این غول نفس دیو کردار　　فگند اندر خرابیهای بسیار
کنون زین بادیه تا کاروانم　　مگر کس رساند استخوانم

یہان تک کہ رمضان المبارک سنہ مذکور مین عنایت الٰہی متوجہ ہوئی نصیبے نے یاوری کی. اُمید کا غنچہ کھلا اور
رخ مقصود سے پردہ اُٹھ گیا. اور سعادت کا درخت پھلا پھولا یعنی جناب میان شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نے جو
حضور خواجہ کی بارگاہ کے مقربون اور مقبولون مین سے تھے اس امر کی تقریب کی اور اس عظیم الشان اور اہم
سوال کے قبول کرنیکی مکرر درخواست کی. حضور نے بڑے تامل و تردد کے بعد انکی درخواست منظور کی اور فرمایا
کہ جو بات طریقہ مین دخل رکھتی ہو اُسے لکھنا چاہیئے مشائخ کے معاملات حکایات جو جستہ جستہ بیان
مذکور ہوتے ہین اُنکے ملانیکی ضرورت نہین اور ساتھ ہی یہ بات بھی مد نظر رکھنی چاہیئے کہ اس سے دوکانداری مقصود
نہ ہو چونکہ اس فقیر کی آرزو کو سابقہ ازل مین کامیاب ہونا لکھا جا چکا تھا اور اتنی مدت مین نفسانی بواعث

لاجرم این دولت بازبمن انتقال کرد و این سعادت نامزد طالع این شوریده شد بیت

مور مسکین هوسی داشت که در کعبه رسد — دست در پای کبوتر زد و ناگاه رسید

حسب الامر عالی حکایاتی که در خلال مجلس اقدس مذکور میشود هرچند فوائد عظیم در ضمن آن مندرج میشد حتی الامکان زبان قلم ازان نگاه داشته آمد الا در جائیکه تحریر سخن حضرت ایشان موقوف بر آن بود الممنون بتائید الهی و استمداد از ارواح طیبه حضرات خواجگان قدس الله تعالی ارواحهم و استعانت از باطن اقدس حضرت ایشان درین امر شروع نمایم واعوذ بالله من الخطاء والزلل ؞

پنجشنبه یازدهم ماه رمضان المبارک سنه تسع الف

بسعادت زمین بوس مشرف شد بعد افطار مردے از صوفیان شیخ جلال تهانیسری بملازمت آمد ظاهرا این مرد قبل از افطار آمده بود و منتظر فراغ طعام خانگی بر در نشسته و این شخص همیشه بعد از ادای تهجد طعام میخورده است و صوم دوام میداشته بحضرت ایشان این معنی روشن گشته حاضران را مخاطب ساخته

بالضرورة اس دولت نے پھر میری طرف انتقال کیا اور یہ سعادت اس شوریدہ بخت کے نامزد ہوئی بیت

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد ؞ دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید ؞ یعنی ضعیف چیونٹی کو کعبہ میں پہنچنے کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ اُسنے کبوتر کے پاؤن کو پکڑا اور دفعتًہ کعبہ پہنچگئی ؞ الغرض حسب ارشاد عالی اُن حکایتون سے حتی الامکان زبان بند کیگئی جو مجلس اقدس مین مذکور ہوتی تہین۔ اگرچہ بڑے بڑے فائدے اُنکے ضمن مین بیان ہوتے تہے۔ البتہ اُن حکایتون کو مختصرا ذکر کیا گیا جنپر حضور خواجہ کی تقریر کو ضبط تحریر مین لانا موقوف تہا۔ اب خدا کی تائید اور حضرات خواجگان قدس اللہ ارواحہم کی پاک روحون کی مدد اور حضور خواجہ کے باطن اقدس کی استعانت سے اس بکر مین شروع کرتا اور خلاص لغزشون سے خدا کی پناہ مانگتا ہون ؞

پنجشنبہ گیارہ رمضان المبارک ۹۰۷ھ

زمین بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ افطار روزہ کے بعد شیخ جلال تہانیسری کے صوفیون مین سے ایک شخص ملازمت اقدس مین حاضر ہوا۔ بظاہر یہ شخص افطار سے پہلے آیا تہا اور اس انتظار مین بیٹھا ہوا تہا کہ خدام والا کہانے سے فراغت پالین یہ شخص ہمیشہ تہجد کے بعد کہانا کہاتا اور ہمیشہ روزہ رکہتا تہا حضور خواجہ کو یہ

فرمودند که روزه داشتن وصفت حق سبحانه درآمدن است چون او تعالی و تقدس از اکل و شرب منزه است بنده
میخواهد که بدانی صفت متخلق باین خلق شود لیکن اظهار عجز باید که سحر بخورد آنگاه بادب و عجز روزه شروع
نماید تا از دایره بندگی برون نیفتد و قدرت و قوت که صفت خاصه او ست عز و علا مخصوص او گردانیده بود
همچنین قیام لیل نیز وصفت حق سبحانه درآمدن است چون او تعالی و تقدس منزه از نوم است
بنده درین صفت باو اقتدا نموده در قیام لیل شروع میکند باید که گستاخانه باحول و قوة خود در هیچ صفت
در نیاید و اول شب بطعام تعجیل نماید تا عجز خود عرضه داده باشد آنمرد فی الحال از نهج سابق برگشته
طعام طلبید و گفت اگر طعام حاضر باشد بخورم گویند این مرد بغایتی بر قرارداد خود راسخ بود که بگفته
والدین هم طعام نخوردی همیشه بعد از تهجد و تراویح تناول کردی پیوسته صائم بودی. بعد ازان برای کاری که
آمده بود عرضداشت و بازگشت همدرین محل فرمودند که در فوائد الفواد دیده شده است که اول حال

فرمایا کہ روزہ رکھنا حقیقت مین خدا کی ایک صفت کو اختیار کرنا ہی کیونکہ خدا کھانے پینے سے پاک ہی۔ بندہ
چاہتا ہے کہ تھوڑی دیر خدا کی اس صفت کے ساتھ متصف اور اسکی عادت سے خوگر ہو لیکن اظہار عجز
کے لیئے ضرور ہی کہ سحری کا کھانا کھائے اور پھر ادب و عجز کے ساتھ روزہ شروع کرے تاکہ بندگی کے
دائرے سے خارج نہو اور قدرت و قوۃ جو خدا کی صفت خاصہ ہو اسی کے ساتھ مخصوص رہے۔ اسی طرح
شب بیداری مین بہی خدا کی ایک صفت کو اختیار کرنا ہے کیونکہ وہ نیند سے پاک اور منزہ ہی۔ بندہ کو
مناسب ہے کہ اس صفت مین اُسکی اقتدا کرکے تہجد کی نماز پڑہنی اور شب بیداری کرنی شروع کرے اُسے
چاہیئے کہ اپنی قوۃ و طاقت کے ساتھ گستاخانہ اس صفت کا اظہار نہ کرے اور رات کے ابتدائی حصہ مین
کھانے کی طرف جلدی کرے اور برغبت جلدی کرے تاکہ اپنے عجز و انکسار کا پورے طور پر ثبوت دے
اُس شخص نے فوراً سابق کی وضع سے توبہ کرکے کھانا مانگا اور کہا اگر کھانا موجود ہو تو مین کھالون بیان
کیا جاتا ہے کہ یہ شخص اپنے قرارداد کا سخت پابند تہا یہان تک کہ مان باپ کے کہنے سے بھی کھانا نہین
کھاتا تھا بلکہ ہمیشہ تہجد اور نماز تراویح سے فارغ ہوکر تناول کیا کرتا تھا اور روزے برابر رکھے چلا
جاتا تھا۔ ازان بعد وہ شخص جسکام کے لیئے آیا تھا عرض کیا اور چلا گیا۔ اسی موقعہ پر حضرت خواجہ
نے فرمایا کہ **فوائد الفواد** مین دیکھا گیا ہے کہ شروع مین

روزگاری ابراہیم ادہم قدس سرہ قوت خود بہیزم کشی میکردہ اندوران ایام از عباد مردے بلازمت ایشان آمدہ است کہ تمام شب قیام کردی برایشان تحقیق شدہ کہ لقمۂ او پریشان است باو فرمودہ شنوی کہ روزی چند از طعام ما بخوری وی راضی شدہ در دو سہ روز ببرکت لقمۂ پاک کار او بجای رسید کہ در سخن مؤکدہ ہم تقاعدی از وی فہمیدہ میشد انتہی کلام سلمہ اللہ تعالی وابقاہ ظاہر اقیام او نفسانی بود بطفیل لقمۂ پاک نفسانیتہا نابود گشتہ بجائے او حقانیت متولد شدہ باشد واللہ اعلم *

چہار شنبہ بست و یکم شہر شوال سنہ مذکور

سعادت حضور روداد نفحات الانس مطالعہ میکردند سخن در جاہ افتاد فرمودند شیخ ابو عبد اللہ خفیف جاہی داشت کہ مشاہیر روزگار دختران خود را برائے افتخار و تبرک برسم نیاز پیش او آوردندی و او بنکاح گرفتے و بجای ہر کدام یکی را از زنان سابق طلاق گفتے ہمچنین تا ہفتاد زن بہم رسیدہ بود نا ہیچ کدام از اینہا نزدیکی نکردہ چون ایشان را درین معنے توجہی بخاطر آمدہ ہمہ اینہا جمع شدہ

حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہ اپنی روزی کا سامان لکڑیان بیچکر بہم پہنچایا کرتے تھے اُس زمانہ مین ایک بڑا عبادت گزار آپ کی خدمت مین حاضر ہوا جو ساری رات تہجد اور قیام مین بسر کردیتا تھا آپکو تحقیق ہوا کہ اسکا لقمہ پریشان یعنی مشتبہ ہے ارشاد کیا کہ بھلا چند روز تو ہمارے ساتھ کھانا کھا سکتا ہے اسنے اسپر اپنی رضامندی ظاہر کی اور آپکے لقمہ پاک کی برکت سے دو تین ہی روز مین اس کی یہ کیفیت ہوگئی کہ موکدہ سنتون مین بھی اس سے کسل کاہلی کی علامتین دیکھی جانے لگین۔ انتہی کلامہ۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عابد کا قیام شب نفسانی قیام تھا چنانچہ حضرت ابراہیم ادہم کے لقمۂ پاک کے طفیل سے نفسانیت مٹ کر اُسکی جگہ حقانیت پیدا ہوگئی *

اکیسوین شوال روز چہار شنبہ سنہ مذکور

سعادت حضوری حاصل ہوئی آپ نفحات الانس کا مطالعہ کررہے تھے شدہ شدہ جاہ و حشمت مین بات جا پڑی لگے فرمانے کہ شیخ ابو عبد اللہ خفیف اسقدر جاہ و عظمت رکھتے تھے کہ اُس زمانہ کے مشہور نامور لوگ اپنی عزت و آبرو بڑہانے اور تبرک حاصل کرنیکی غرض سے بطریق نیاز اپنی لڑکیون کو آپکی نذر کرتے اور آپ اُنسے نکاح کرلیتے مگر جس عورت سے نکاح کرتے اُسکی جگہ پہلی عورتون مین سے ایک کو طلاق دیتے جاتے۔ الغرض اسیطرح ستر عورتون تک نوبت پہنچ گئی

پیش یکے ازینها که صاحب جمال و دختر وزیرے بود و خدمت شیخ بسیار کردے و شیخ باو میلے داشت آمدند و از حقیقت حال استفسار کردند وی گفت اینقدر دانم که روزے دست من بگریبان خود فرو برد. و دیدم که از سینه او تا ناف هفده گلوله برآمده بود سر آن پرسیدم گفت اینها از صبر است که از مثل تو نازنینے خود را نگاه میدارم همدرین محل فرمودند که حق سبحانه تعالی مقتدایان را در هر زمان بطورے میدارد که صلاح مریدان آن وقت در آنست همانا مریدان آن وقت را که خدائی مضر بود در آن اثنا مجذوبی از حاضران سوال کرد که اینها که حکم کرده اند و اشارت ببزرگانی کرد که در نفحات مذکور اند و تفحص احوال مشائخ نموده اند که فلان بزرگ چنان بود و آن دیگر چنین. مگر در لوح محفوظ حال و را دیده گفته اند یا بقیاس و تخمین فرمودند که هر چه میگویند بالهام حق سبحانه تعالی یا بتفرس کامل که ایشان را حق سبحانه تعالی عطا کرده است دریافته حکم میکنند و هر کدام باندازه صفات خود که از مبدأ صمدانی فیاض نصیبه ایشان شده است چیزے می فهمند. ائمه مجتهدین از معانی قرآن نکات علوم شرعیه

ترجمہ اردو

ان میں سے ایک ایسی عورت کے پاس آئین جو نہایت حسین خوبصورت تھی اور خوبصورت ہونیکے ساتھ وزیر کی لڑکی اور شیخ کی ازحد خدمتگار تھی اور شیخ بھی اُس سے زیادہ لگاؤ رکھتے تھے۔ الغرض اُنھوں نے حقیقت حال سے سوال کیا تو وزیرزادی نے جواب میں کہا میں صرف اسقدر جانتی ہوں کہ ایک روز شیخ میرا ہاتھ اپنے گریبان تک لے گئے دیکھتی کیا ہوں کہ سینہ سے ناف تک سترا اُبھرے ہوئے گومڑے موجود ہیں۔ اسکی وجہ دریافت کی تو فرمایا یہ گومڑے صبر کی وجہ ہیں کہ تجھ جیسی نازنین سے میں اپنے تئین محفوظ رکھتا ہوں۔ اسی موقع پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خدا تعالی ہر زمانہ میں مذہبی مقتداؤں کو اُس طریقے پر رکھتا ہے جس میں اسوقت کے مریدوں کی صلاحیت و فلاح ہوتی ہے شیخ ابو عبد اللہ کے وقت کے مریدوں کے لیے کتخدائی مضر اور نقصان دہ تھی اتنے میں حاضرین جلسہ میں سے ایک مجذوب اُن بزرگوں کی طرف اشارہ کرکے جنکا نفحات میں ذکر ہے سوال کر بیٹھا کہ ان لوگوں نے جو حکم کیا ہے اور مشائخ کے احوال کی تفتیش و جستجو کی ہے کہ فلان بزرگ ایسا تھا اور فلان ویسا۔ تو شاید اُنھوں نے اسکا حال لوح محفوظ میں دیکھکر ایسا کہا ہے یا صرف قیاس و اٹکل سے بیان کیا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ بزرگان دین جو کچھ بھی حکم لگاتے یا کہتے ہیں خداوندی الہام یا اس کامل تفرس سے دریافت کرکے کہتے ہیں جو خدا نے اُنکو عنایت فرمایا ہے اور ہر شخص اپنی اُن صفتوں کے اندازہ پر جو مبدا فیاض سے اُسے نصیب ہوئی ہیں کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا ہے۔ ائمہ مجتہدین نے قرآن کے معانی سے علوم شرعیہ کے نکات و دقائق

استخراج کردند و اولیاء الله حقائق و معارف ازان معانی فرا گرفتند مهدرین محل فرمودند که شخصے از حضرت امیر المومنین علی کرم الله وجهه پرسید که شما از اہل بیت آن سرور صلے الله علیه وسلم هستید و از شما قریب تر دیگرے نبود و بشما چیزے گفته باشند که بدیگران نگفته اند. گفتند چنین نیست آنچه بدیگران گفته اند بما هم گفته اند و آنچه بما گفته اند بهمه گفته اند اما مارا فهمے و دریافتے داده اند که بدیگران نداده اند و این دو بیت از مثنوی خواندند **ابیات** اہل دین از دور نامت بشنوند * تا بقعر تار و پودت در روند * بلکه پیش از زادن تو سالها * دیده باشندت ترا با حالها * باز آن مجذوب عرضه داشت که المجتهد یخطی و یصیب یعنی خلاف اولیا نیز از مقوله خلاف ائمه شرع است فرمودند خطا این طائفه در مفهوم کلام یکدیگر است نه در اصل مسئله و در اصل همه متفق اند خطا در مفهوم کرده اند ازان رو که قائل فصیح نیست در عبارات او قصورے هست که مدلول مفهوم نمی شود یا ازان جهت که حال این بحال آن دیگر برابر نیست زیرا که احوال او بحسب حال خود رنگ دیگر فرا گرفته و تخطیه کرده است و تخطیه شیخ علاء الدین سمنانی نسبت

نکالے اور اولیاء الله نے اُن ہی معانی سے حقائق و معارف حاصل کیے. اسی اثنا میں حضور نے فرمایا که ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علی کرم الله وجهه سے پوچھا که آپ پیغمبر صاحب صلی الله علیه وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں بلحاظ قرابت آپ سے بڑھکر کوئی اور نه تها اِس سے خیال کیا جاتا ہی که پیغمبر صاحب نے جو کچھ آپ سے ارشاد کیا ہوگا دوسرے سے نه فرمایا ہوگا امیر المومنین نے جواب دیا که ایسا نہیں ہوا اور ہو بھی نہیں سکتا تھا. بلکه پیغمبر صاحب نے جو کچھ دوسروں سے فرمایا ہم سے بھی فرمایا اور جو کچھ ہم سے ارشاد کیا اسکی دوسرونکو اطلاع دی البته ہمیں خدا نے فہم و ادراک عنایت کیا ہی جو اوروں کو نہیں دیا ازان بعد خواجه نے مثنوی کی دو بیتیں پڑھیں جن کا ترجمه یه ہے. اہل دین دور سے تیرا نام سنکر تیرے ساخته پرداخته کی ته میں جا پہنچے ہیں بلکه اُنہوں نے تیرے پیدا ہونے سے سالہا سال پیشتر تجھے اُن اوصاف کے ساتھ دیکھ لیا تھا جو تو رکھتا ہی اُس مجذوب نے دوباره عرض کیا که یه جو کہا گیا ہی که مجتہد خطا کرتا ہی اور صواب پر بھی ہوتا ہی تو کیا جس طرح ائمه شرع باہم اختلاف رکھتے ہیں اولیا بھی رکھتے ہیں اور جس طرح اُنسے خطا سرزد ہو جاتی ہی ان سے بھی ہوتی ہی. فرمایا اولیاء الله کا گروه باہم ایک دوسرے کا کلام سمجھنے میں خطا کرتا ہی نه اصل مسئله میں. اصل مسئله میں تو سب متفق ہیں ہاں مفہوم میں خطا سرزد ہو گئی ہی اور اسکی وجه یه ہوگئی ہی که کسی مضمون کا قائل فصیح نہیں ہی عبارت میں قصور ہو گیا ہی که الفاظ سے مطلب سمجھ میں نہیں آتے یا اس وجه سے خطا ہو گئی ہی که ایک شخص کا حال دوسرے شخص کے حال کے برابر نہیں ہوتا تو یه شخص جو

شیخ محی الدین ابن عربی از قسم ثانی است در نفحات مذکور است کہ بعضے از فضلا کہ بہردو ایشان معتقد اند
تحقیق فرمودند کہ مخالفت بینہما جز در مفہوم نیست والا در اصل مسئلہ ہیچ نزاعی ندارند وہم در نفحات
مذکور است کہ شیخ علاؤالدولہ در حاشیہ فتوحات نسبت شیخ نوشتہ است ایہا المحقق ایہا
الصدیق۔ ودر جای تخطیہ و تکفیر کردہ است این سخن مقوی آنست کہ تخطیہ بسبب عدم فہم است
یعنی آنچہ یافتہ است قبول نماشتہ وآنچہ نیافتہ نفی کردہ اصلاً نفسے را دینجا شائبہ نیست بازآن مجذوب عرض
داشت کہ اینہا استعدادہا آوردہ بودند کہ چنین شدند یا بتوجہ مرشد بمراتب ولایت رسیدند۔ فرمودند کہ ہم این بود وہم آن
چہ استاد کیمیاگر از چند جوہر مثل سیماب مس وغیرہ طلا میسازد از خاک نمیسازد **بیت** این نکتہ
لطیف بباید کہ تا کسی ٭ مقبول طبع مردم صاحب نظر شود ٭ بعدہ سخن در احتیاط لقمہ افتاد از اکابر
عزیزے را نام بردہ فرمودند کہ او گفتہ است کہ وقت طعام خوردن حاضر باید بود کہ بغفلت خوردہ نشود
چہ لقمہ بمثابہ تخم است اگر سر حضور بکار رفتہ است حضور می آرد والا پریشانی وغفلت اگرچہ لقمہ پاک

جو شیخ محی الدین ابن عربی کو خطا کی طرف منسوب کیا ہے وہ اسی دوسری قسم کی خطا ہے۔ نفحات مین لکھا ہے کہ بعض فضلا
نے جو دونون بزرگوارون کے معتقد ہین تحقیق کر کے فرمایا ہے کہ دونون حضرات مین جسقدر بھی مخالفت ہے صرف مفہوم
مین ہے ورنہ اصل مسئلہ مین کسیطرح کا اختلاف جھگڑا نہین نفحات مین یہ بھی مذکور ہے کہ شیخ علاؤالدولہ نے جو فتوحات
کے حاشیہ مین شیخ کی نسبت لکھا ہے "اے محقق اے بڑے سچے" اور دوسری جگہ انکا تخطیہ اور نہ صرف تخطیہ بلکہ تکفیر کی
ہے تو یہ بھی اس بات کو تقویت دیتی ہے کہ شیخ علاؤالدولہ کا شیخ ابن عربی کو خطا کی طرف منسوب کرنا اسیوجہ سے صرف
اسیوجہ سے تھا کہ وہ مطلب سمجھ نہ سکے یعنی جو کچھ ذہن مین آیا اُسے تو تسلیم کر لیا اور جو ذہن مین نہ آیا اسکو رد کر دیا پھر
اُس مجذوب نے عرض کیا کہ اچھا ان لوگون نے یہ استعدادین خود پیدا کی ہین کہ ایسے ہوگئے یا مرشد کی توجہ سے ولایت کے
مراتب پر پہنچے ہین۔ فرمایا اُن مین خود بھی استعداد تھی اور مرشد کی توجہ بھی۔ کیونکہ کیمیاگر استاد خاک سے نہین بلکہ
چند جوہر جیسے پارہ اور تانبے وغیرہ سے سونا بناتا ہے **بیت** این نکتہ لطیف بباید کہ تا کسی ٭ مقبول طبع مردم
صاحب نظر شود ٭ یعنی تا وقتیکہ بہت سے باریک نکات کسی شخص مین پیدا نہین ہو جاتے صاحب نظر آدمیون کے نزدیک
مطبوع و پسندیدہ نہین ہوتا۔ پھر تھوڑی دیر تک احتیاط لقمہ مین سلسلہ کلام جاری رہا۔ آپنے بزرگون مین سے ایک عزیز کا
نام لیکر فرمایا کہ اُسکا قول ہے کہ کھانا کھاتے وقت آدمی کو حاضر رہنا چاہیے تاکہ حالت غفلت مین نہ کھایا جائے کیونکہ

ہم باشد از حاضران فقیرے سوال کرد از ینجا ظاہر میشود کہ اگر بشبہت ہم بجز نادر حاضر باشند حضور آرد
فرمودند چون نہ اما در آرام البتہ فتوری خواہد رفت و راہ ترقی بجز دوام آرام نیست صاحب آرام مثل سائلے
است کہ بدر کریم ایستادہ است و پیوستہ طلب میکند لاجرم چیزے باو میرسد و موافق این سخن این حدیث
خوانند مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيْمِ وَلَجَّ وَلَجَ و اگر آرام ندارد قلقے خواہد داشت صاحب این تعلق مثل
سائلی است کہ بدر کریم است و این طرف و آن طرف بہمات ہم میگردد و شکایتہ دارد کہ بمن نمی دہند
و چرا نمی دہند درین حال باو چیزے نمیرسد این فقیر سوال کرد کہ ورائے آرام و قلق حالتی دیگر
ہم ہست فرمودند کہ حال طالب ازین دو بیرون نیست یا آرام است یا قلق و ہر کہ ہیچ ازین دو ندارد
طالب نیست ہم درین محل فرمودند کہ لقمہ شبہہ مثل دودے ہست کہ میان رائی و مرئی حائل میشود و
چہرۂ مقصود را از نظر میپوشد و آنکہ بحضور الٰہی آشناست می فہمد و در قلق مے افتد و بعضی از عزیزان
مریدان را از دو سفر منع میکردند از سفر خراسان چہ اطراف آنجا اکثر بی احتیاط بودہ لاجرم بعضوان

کیون نہ ہو موجودہ لوگون مین سے ایک فقیر نے سوال کیا کہ یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشتبہ لقمہ کھائین
اور کھاتے وقت حاضر رہین تو بھی حضوری پیدا ہوتی ہے ۔فرمایا کیون نہین مگر آرام مین ضرور فتور پڑ جائیگا اور
ترقی کا رستہ بجز آرام اور دوامی آرام کے حاصل نہین ہوتا ۔صاحب آرام کی مثال ایسی ہے جیسے سائل کہ کسی کریم
سخی کے دروازے پر کھڑا مانگتا ہے اور لگ لپٹ کر مانگتا ہے ۔صاحب خانہ کو خیال پیدا ہوتا ہے اور اُسکی طرف سے سائل
کو کچھ نہ کچھ پہنچ ہی رہتا ہے یہانتک پہنچکر آپنے اُسکے مطابق یہ حدیث پڑھی مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيْمِ وَلَجَّ وَلَجَ یعنی
جس نے سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا اور لگ لپٹ کر مانگا وہ اسکے مہمان خانہ مین ضرور داخل ہوا ۔اور اگر آرام و اطمینان
میسر نہین ہے تو بے چینی اور قلق نقد وقت حاصل ہوگا ۔پھر اس بے چین اور صاحب قلق کی مثال بعینہ اُس سائل کی سی ہے
جو کریم سخی کے دروازے پر ہے اور اِدھر اُدھر بھی مطلب برآری کے لیئے پھرتا ہے لوگون سے شکایت کرتا ہے کہ مجھے کچھ نہین دیتے اور
کیون نہین دیتے ۔ایسی صورت مین اُس سائل کو سخی کے دروازے سے کچھ نہین ملتا ۔اسپر اِس فقیر نے دریافت کیا کہ آرام و قلق
علاوہ بھی کوئی اور حالت ہے؟ فرمایا طالب کی کیفیت اِن دو سے تو باہر نہین یا آرام نصیب ہے یا قلق حاصل ہے اور جسکو ان
اِن دونون مین سے کوئی کیفیت نہین طالب نہین اسیوقت یہ بھی فرمایا کہ لقمہ مشتبہ ایک دھوان ہے جو دیکھنے والے اور اس چیز مین حائل و حاجب
ہے جسے وہ دیکھتا ہے اور رخِ مقصود کو نظر سے پوشیدہ کر دیتا ہے مگر جو شخص حضور الٰہی سے آشنا ہے وہ خوب سمجھتا اور

ضرر میکرد و از مقصود باز میداشت و از سفر یمن چه آنجا حسن بسیار است تا ناگاه گرفتار حسن نشوند و از راه باز بمانند و آنکه بعضے اذن بعشق صوری میکرده اند و در خود قوت تصرف باز داشت آن می یافته اند و در مرید استعداد آن میدیدند که کار او بی این پیش نمیرود و اما از عشق صوری کسی بجائے نمیرسد و بسیار مضر است آنچه کسی را بجائے میرساند راه باطن است و این ابیات خواندند۔

ابیات ذات تو خرچین تست و کیسه ات * گر تو را مینی مجو جز ذیسه ات * کیسه خرچین تو هم ذات تست * وین بروی ها همه آفات تست * همچو نابینا مبر هر سو دست * با تو در زیر گلیم است هر چه هست * روزی یکی از مخلصان را پرسیدند که در ملازمت ما بچه نیت می آئی عرضه کرد به نیت آنکه مسلمانی شوم فرمودند مراد همین است بعد این فرمودند مسلمانی تسلیم و انقیاد است مر احکام ازلی را تا تجلی ذاتی بر وجه اتم نشود مسلمان شدن مشکل است **مصرعه** این مشو آن مشو مسلمان شو * روزے بعضے از علما که بشرف ملازمت آن آستان مشرف اند در شرح رباعیات که از مسودات

نقصان پہنچے۔ و ہ سفر یمن کے سفر سے اسلیئے کہ وہان حسن بہت کچھ ہی ایسا نہو کہ مریدین گرفتار حسن ہو کر راہ مقصود باز رہین بعض لوگ جو ظاہری عشق کی اجازت دیگئے ہین وہ اپنے مین اتنی قوت تصرف پاتے تھے کہ جب چاہتے تھے طالب کو اُس سے پھیر دیتے تھے اور ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ مریدین عشق ظاہری ہی کی استعداد دیکھتے تھے اور بے اسکے آگے کو کام چلنا مشکل نظر آتا تھا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ عشق ظاہری سے کوئی شخص کسی مرتبہ کو نہین پہنچ سکتا بلکہ طالب کے حق مین بہت مضر ہوتا ہی۔ آدمی کو جو چیز کسی مرتبہ پر پہنچا دیتی ہی وہ اسکی باطنی راہ ہی اسی موقع پر آپنے یہ بیتین پڑھین

ابیات

ذات تو خرچین تست و کیسه ات	گر تو را مینی مجو جز ذیسه ات
کیسه خرچین تو هم ذات تست	همچو نابینا مبر هر سو دست
با تو در زیر گلیم است هر چه هست	وین بروی ها همه آفات تست

ایک دنکا ذکر ہی کہ آپنے اپنے ایک مخلص مرید سے پوچھا کہ تو ہمارے پاس کس غرض کس نیت سے آتا ہی عرض کیا مسلمان ہونے کی نیت سے فرمایا مقصود یہی ہی۔ اسکے بعد فرمایا مسلمانی نام ہی احکام ازلی کے آگے گردن تسلیم خم کر دینے اور سر جھکا دینے کا۔ تاوقتیکہ تجلی ذاتی کامل اور پورا طور پر پایا نہین ہوتی مسلمان ہونا مشکل ہی **مصرعہ** این مشو آن مشو مسلمان شو۔ یعنے یہ اور وہ کچھہ نہو مسلمان ہو۔ ایک دن چند

قلم حقائق رقم حضرت ایشان است بدین سخن که صور علمیه عکس اعتبارات حیثیات ذات است و نمود
خارجیات کائنات عکس العکس یعنی عکس آن صور علمیه است که بر آئینهٔ ذات افتاده شبهه داشتند که
اگر عکس صور علمیه بر ظاهر وجود افتد نهایت ذات حق و محلیت وجود مطلق تعالی شانه لازم می آید همدرین
وقت حضرت ایشان بر وقت آنها رسیدند پرسیدند که چه مذاکره میرفت چون شبهه خود را معترض
ساختند حضرت ایشان در جواب آن فرمودند که بی نهایتی حق سبحانه تعالی نه بآن معنی است که در اجسام است
باعتبار طول و عرض بل بآن معنی است که بی تعیین و بی تمیز است و دیگر محل آن صور ذات نیست که محلیت
لازم آید بلکه محل آن وهم است چنانچه صورت منتقش در آئینه نه درون او و نه برون اوست اما وهم حکم میکند
که بر روی آئینه است و محل او خیالی است که آنرا مثال متصل گویند و آئینه همچنان بیرنگی خود همدرین
محل فرمودند که توحید حاصل می باید کرد توحید محققین از علمای متکلمین لا مؤثر فی الوجود الا الله
است یعنی قدرت خود را بحق سبحانه دادن و خود را از آن خالی ساختن اگرچه بعضی از متاخرین علمای

قلم حقائق سے لکھی ہوئی تہین مضمون یہ تہا کہ صور علمیہ ذات کے اعتبارات اور حیثیات کا عکس ہین اور خارجیات
کائنات کی نمود عکس العکس یعنی اُن صور علمیہ کا عکس ہے جو آئینہ ذات پر پڑتا ہے۔ منشاء شبہہ یہ تہا کہ اگر صور علمیہ
کا عکس ظاہر وجود پر پڑے گا تو حق تعالی کی ذات کی نہایت اور وجود مطلق کی محلیت لازم آئیگی اور یہ بظاہر محال ہے
وہ لوگ اِس شبہہ مین غرق تہے کہ حضرت خواجہ وہان پہنچ گئے پوچہا کہ کیا ذکر ہو رہا ہے اُنہون نے اپنا شبہہ بیان کیا
خواجہ نے جواب مین فرمایا کہ حق تعالی کی بے نہایتی اس معنے کر نہین ہے جو اجسام مین پائی جاتی ہے یعنی طول و عرض کے
اعتبار سے نہین ہے بلکہ اِس معنے کر ہے کہ وہ بے تعین اور بے تمیز ہے اور نیز وہ صور ذات کا محل نہین ہے کہ محلیت
لازم آئے بلکہ اسکا محل وہم ہے جیسا کہ آئینہ مین صورت منتقش ہوتی ہے کہ نہ تو وہ آئینہ کے باہر ہوتی ہے نہ اندر
لیکن وہم حکم کرتا ہے کہ رخ آئینہ پر موجود ہے تو اُسکا محل صرف خیالی ہے اور آئینہ حقیقت مین ویسا ہی صاف
بیرنگ۔ اِسکو مثال متصل کہتے ہین ٭

اسی موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آدمی کو توحید حاصل کرنی چاہیئے۔ علمائے متکلمین کے محققین کی
توحید تو لا مؤثر فی الوجود الا اللہ ہے یعنی اپنی ساری قدرت خدا کو سونپنا اور اپنے تئین
اُس سے خالی کرنا۔ اگرچہ بعضے پچہلے علماء

قدرت مؤثرہ را بہ بندہ ہم فی الجملہ اثبات میکنند و توحید ایشان لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ است اما مذہب اصح آنست کہ لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہُ و صوفیہ چنانچہ فعل و قدرت را منسوب بحق میکنند باقی صفات سبعہ را مثل علم و سمع و بصر و حیات و کلام نیز منسوب بحق میکنند و میگویند لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ بالجملہ توحید حاصل میباید کرد اگر آن عکس یا عکس العکس معلوم نشود در قیامت مواخذہ نخواہند کرد و ہر چند ازین توحید خاص نخواہند پرسید و آنچہ تکلیف بآن کردہ اند بمعنی لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ است اما چون اخلاص تام بی این توحید کہ مقرر صوفیہ است پیدا نمیشود اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ بضرورت این توحید حاصل میباید کرد تا اخلاص پیدا شود **وصل** روزے مقامات شیخ حسین خوارزمی قدس سرہ مطالعہ میکردند تعریف شیخ خلیل اللہ کہ یکی از خلفائے شیخ بود بسیار کردند و فرمودند حب جاہ از و برطرف شدہ بود باین تقریب فرمودند کہ جاہ دو جاہ است یکی جاہ عند الناس کہ از بقایائے نفس است آن خود بطور این طائفہ شرک است و جاہ عند اللہ کہ از بقایائے روح است

قدرت مؤثرہ کو بندہ کے لیئے بھی فی الجملہ ثابت کرتے ہین اور اُن کی توحید لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ ہی لیکن صحیح تر مذہب یہی ہے کہ لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہُ کا معتقد ہو۔ صوفیون کا فرقہ جب کہ فعل اور قدرت دونون کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہین خدا کی باقی ساتون صفتون یعنے علم۔ سمع۔ بصر۔ حیات کلام وغیرہ کو بھی خدا کی طرف منسوب کرتے اور کہتے ہین لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ بہرصورت توحید حاصل کرنی چاہیئے اگر ایسا عکس یا عکس کا عکس معلوم نہ ہو تو قیامت کے روز اس بارے مین مواخذہ نہوگا۔ اور اس توحید خاص کی بابت کسیطرح کی پوچھ کچھ نہوگی۔ خدا نے جس توحید کی بندون کو تکلیف دی ہے وہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنے ہین۔ مگر چونکہ پورا اخلاص بغیر اُس توحید کے جو صوفیون کے نزدیک مقرر ہے حاصل نہین ہوتا جیسا کہ خدا نے فرمایا اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ لہذا ضرور ہے کہ اس توحید کو حاصل کرین تاکہ اخلاص حاصل ہو۔ **وصل** ایکدن حضرت خواجہ شیخ حسین خوارزمی قدس سرہ کے مقامات کا مطالعہ کر رہے تھے شیخ خلیل اللہ کی جو شیخ حسین کے خلیفہ تھے بہت تعریف و تحسین کر کے فرمایا کہ ان سے حب جاہ بالکل برطرف ہو گئی تھی۔ اسی سلسلہ مین آپنے یہ بھی فرمایا کہ جاہ دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک لوگون کے نزدیک کہ بقایائے نفس سے ہے اور یہ جاہ فرقہ صوفیہ کے طریق پر شرک ہے۔ دوسرے عند اللہ کہ بقایائے روح سے ہے

ترجمہ اردو

وآنکہ گفتہ اند کہ آخر ما یخرج من رؤس الصدیقین حب الجاہ مراد قسم ثانی است از و
این جاہ بر طرف شدہ بود چنانچہ چندتن از مریدان کہ ہم در طریقہ ایشان استعداد شیخی پیدا
کردہ بودند نزدیک مزار او میبودند و خلوت می برآوردند و ہرگز جای نرفتند و شیخی نکردند
و این از آثار آن نظر است و ایضاً ہمدرین مقامات مذکور ہست کہ یکی از صوفیان شیخ را قدس سرہ
حالی پیش آمدہ بود بشیخ عرض داشت کرد کہ من خود را در صحرائی نورانی بحق سبحانہ حاضر میبابم
در وقتیکہ با یاران نشستہ ام ازین غائبم و دران صحرا حاضر شیخ او را بشارتی دادہ فرمودند
کہ خلوت در انجمن کہ در سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میگویند این است حضرت ایشان فرمودند کہ خلوت
در انجمن کہ درین سلسلہ مشہور ہست چیزی دیگر ہست و این چیزی است کہ مبتدیان این طریقہ
را در دو سہ روز روی مینماید لختی سخن از استقامت شیخ نورالدین رفت و این شیخ نورالدین
از مشاہیر علمائی پنجاب ہست و بسیار از مردم آن صوب بآن مریدند فرمودند کہ او بصد و بست سالگی

اور یہ جو لوگون نے کہا ہے کہ صدیقون کے سرون مین سے جو چیز سب سے پیچھے نکلتی ہے حب جاہ ہے" اس جاہ سے یہی
دوسری قسم کی جاہ مراد ہے شیخ خلیل اللہ کے سر سے یہ جاہ بالکل دور اور برطرف ہوگئی تھی اسیکا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ آپکے چند مرید
جنھون نے آپکے طریقہ مین شیخ ہونیکی قابلیت پیدا کی تھی آپکے مزار کے آس پاس رہتے اور خلوتون سے نکلکر کہین جانیکا
قصد نکرتے تھے۔ انھون نے شیخ بننے کا کبھی خیال تک نہین کیا اور انپر یہ فیض اثر صرف آپ کی نظر مبارک کی برکت سے
مترتب ہوا۔ مقامات شیخ حسین مین یہ بھی مذکور ہے کہ شیخ قدس سرہ کے مریدون مین سے ایک صوفی کو ایکدفعہ حال پیش
آیا تھا اُسنے شیخ سے عرض کیا کہ مین اپنے تئین ایک نورانی صحرا مین خدا کے ساتھ موجود پاتا ہون حتی کہ جس وقت مین
یارون کے ساتھ مجلس مین بیٹھتا ہون اُنسے غائب ہوتا اور اُس صحرا مین حاضر ہوتا ہون شیخ نے اُسے خوشخبری دیکے
فرمایا کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مین جسے خلوت در انجمن کہتے ہین وہ یہی ہے۔ یہانتک پہنچکر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خلوت
در انجمن جو سلسلہ نقشبندیہ مین مشہور ہے وہ اور چیز ہے اور یہ تو ایک ایسی بات ہے جو اس طریقہ کے مبتدیون کو دو تین ہی
روز مین حاصل ہوجاتی ہے پھر تھوڑی دیر تک شیخ نورالدین کی استقامت مین بحث ہوتی رہی۔ شیخ نورالدین پنجاب کے
مشہور عالمون مین سے ہین اور اُس طرف کے بہت سے لوگ آپ کی مریدی کا فخر حاصل رکھتے ہین۔ خواجہ نے فرمایا کہ
وہ ایک سو بیس ۱۲۰ سال کی عمر کو

رسیده بود و بغایت ضعیف شده بود اما نوافل بسیار میگذارد و شبها احیا میکرد و در عمل کوشش بلیغ میداشت گویند سی سال پهلوی خود بر زمین ننهاده بود از حاضران شخصی عرض داشت کرد که هرگز از ایشان حقائق و معارف شنیده نمیشد فرمودند آدمی بشرائع مامور است نه بحقائق و معارف و آن سرور صلے الله علیه وسلم هیچکس تکلیف بمعارف صوفیه نمیکردند همیشه تلقین شریعت میکردند و چه عظیم سعادتی که کسی بمتابعت مصطفی صلی الله علیه وسلم و صحابه کرام رضوان الله علیهم بوده در عمل میکوشیده باشد و نیز فرمودند که معرفت را اقسام و مراتب بسیار است اگر از حقائق معارف نصیبی وافر داشته باشد بهتر و خوبتر اصل کار بر شریعت بودن است میفرمودند که توحید سالم آنست که نقائص را بیقین خود که آنا بر سر ادمی افته اضافت کنی و از استی اداوشماری کمالات بحضرت اطلاق راجع داری هرچند که معتقد لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا الله باشی شخصی از حاضران سوال کرد که آنکه شیخ ابو علی فارمدی قدس سره فرموده است که میتواند که سالک متخلق شود

پہنچ گئے تھے اور نہایت ضعیف ہو گئے تھے. لیکن ابھی تک بہی بڑے نوافل گزارتے تھے اور راتوں کو قیام و نماز میں بسر کرتے تھے اور عمل میں انتہا درجہ کی کوشش کرتے تھے لوگوں کا بیان ہے کہ پورے تیس سال زمین پر اپنا پہلو نہیں ٹکایا تھا. حاضرین جلسہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اُنکے حقائق و معارف میں سے تو کبھی کچھہ سنا گیا نہیں فرمایا آدمی حقائق و معارف کا نہیں بلکہ شرائع کی بجاآوری کا حکم کیا گیا ہے جناب پیغمبر خدا صلے الله علیہ وسلم کسی کو معارف صوفیہ کی تکلیف نہیں دیتے تھے بلکہ ہمیشہ شریعت کی تلقین فرماتے تھے. اور اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو گی کہ کوئی شخص جناب پیغمبر خدا صلی الله علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی الله عنہم کی متابعت پر ثابت قدم رہ کر عمل میں کوشش بلیغ کرتا ہے. حضرت خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ معرفت کی بہت سی قسمیں اور بہت سے مرتبے ہیں تو اگر آدمی حقائق و معارف کا بہت سا حصہ کہتا ہو بہتر ہے اور بہت اچھا ورنہ اصل بات شریعت پر ثابت قدم رہنا ہے. فرماتے تھے کہ توحید سالم اُسے کہتے ہیں کہ تو نقائص وغیرہ کو اپنے نفس کی طرف جو لفظ انا کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے منسوب کرے اور انہیں نفس ہی کی آمد سے شمار کرے اور تمام کمالات کو خدا کی جانب راجع کرے ہرچند کہ تو لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا الله ہی کا معتقد کیوں نہو حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سالک خدا کا

بجمیع اسماء وصفات الٰہی و ہنوز واصل نباشد بآن سخن مشہور تناقض دارد کہ تخلق باخلاق الٰہی
بعد از وصول حاصل میشود فرمودند کہ در کلام ایشان لفظ تواند واقع شدہ پس میتواند کہ بعضہا را
در زمان سیر الی اللہ پیش از وصول نیز دست دہد اما اکثر آنست کہ بعد از وصول بتمام سیر فی اللہ
حاصل شود. لیکن اگر کسی اصطلاح سازد تخلق قبل از وصول را تخلق گوید و بعد از وصول را تحقق
مناسب است ۰

چہار شنبہ سیزدہم ذیقعدہ سنہ مذکور

سعادت زمین بوس بود و سخن در تعدد پیر افتاد بر لفظ مبارک راندند کہ پیر سہ است پیر خرقہ و پیر تعلیم
و پیر صحبت. پوشیدہ نماند کہ پیر خرقہ آنست کہ خرقہ ارادت از و پوشیدہ باشند و از کسی کہ خرقہ
تبرک و اجازت یافتہ باشند. در اصطلاح این طائفہ او را پیر خرقہ تبرک گویند و پیر تعلیم ظاہر است و
پیر صحبت آنکہ با او صحبت داشتہ و از صحبت او منافع و ترقیات حاصل کردہ باشند. بعد ازین

تمام اسماء اور صفات کے ساتھ خوگر ہو اور ابھی تک واصل الی اللہ نہ ہوا ہو" تو یہ اُس مشہور معروف مقولے
سے اختلاف و تناقض رکھتا ہے جو زبان زد خاص و عام ہو وہ یہ کہ خداوندی اخلاق سے خوگر ہونا مرتبہ
وصول پر پہنچنے کے بعد حاصل ہوتا ہے حضرت خواجہ نے جواب میں فرمایا کہ شیخ کے کلام میں لفظ تواند واقع
ہوا ہے پس ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کو خداوندی اخلاق سے خوگر ہونا مرتبہ وصول پر پہنچنے سے پہلے ہی
سیر الی اللہ کے زمانہ میں حاصل ہو جائے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرتبہ وصول پر پہنچنے کے بعد سیر فی اللہ کے
مقام میں حاصل ہو لیکن اگر کوئی یہی اصطلاح مقرر کر لے کہ مرتبہ وصول پر پہنچنے سے پہلے کے تخلق کو تخلق کہتے
ہیں اور بعد کے تخلق کو تحقق. تو یہ مناسب اور اچھا ہے ۰

تیرھویں ذیقعدہ روز چہار شنبہ سنہ مذکور

زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی. پیروں کے متعدد ہونے میں بحث شروع ہوئی زبان مبارک پر جاری ہوا
کہ پیر تین طرح کے ہوتے ہیں ایک پیر خرقہ دوسرے پیر تعلیم تیسرے پیر صحبت. واضح ہو کہ پیر خرقہ اُسے کہتے ہیں جس سے ارادت کا خرقہ
لوگوں نے پہنا ہو اور جس سے لوگوں نے خرقہ تبرک و اجازت پایا ہو. اہل تصوف کی اصطلاح میں اُسے پیر خرقہ تبرک کہتے ہیں اور پیر تعلیم کی
تعریف ظاہر ہے کہ ذکر و اشغال کی تعلیم دیتا ہو اور پیر صحبت اُسے کہتے ہیں جس سے لوگ صحبت رکھیں اور اُسکی صحبت سے منافع

فرمودند که در سلسلهٔ چشتیه و سهروردیه در هندوستان مدار بر خرقه است پیر مطلق باصطلاح اهل
این سلاسل پیر خرقه را گویند و لهذا تعدد پیر را قبول ندارند و پیر تعلیم و صحبت را مرشد گویند موافق
این سخن بزرگی را نام برده فرمودند که در رسائل خود نوشته که تعدد پیر خرقه مکروه است و همچنین پیر تعلیم
اما پیر صحبت میتواند که متعدد باشند بشرط اجازت پیر اول یا فوت صحبت او و بعد ازین سخن فرمودند
که آری پیر خرقه متعدد نمی باشد اما پیر تعلیم همچو پیر صحبت متعدد میباشد و معمول سالکان است
و فرمودند که در سلاسل خرقه را معنعن از حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وسلم اسناد می کنند و ذکر
معنعن بیان نکرده اند اما در سلسله نقشبندیه و کبرویه ذکر معنعن از حضرت رسالت پناه صلی الله
علیه وسلم رسیده است از حضرت صدیق اکبر رضی الله عنه و حضرت امیر المؤمنین علی کرم الله
وجهه الی یومنا هذا در وسائط فتوری نرفته. همدرین محل یکی از حاضران سوال کرد که آنکه میگویند
که در سلسلهٔ عالیه نقشبندیه طریقهٔ رابطه از حضرت صدیق اکبر و طریقهٔ ذکر از حضرت امیر المؤمنین

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہندوستان کے چشتیون اور سہروردیون کے سلسلے مین خرقہ پر دار مدار ہے ان لوگون کی
اصطلاح مین پیر خرقہ کو پیر مطلق کہتے ہین اور اسیواسطے ایک شخص کے لیے کئی پیرون کے ہونے کو تسلیم نہین کرتے
پیر تعلیم اور پیر صحبت کو مرشد کہتے ہین. خواجہ نے اسی مطلب کے مطابق ایک بزرگ کا نام لیکر فرمایا کہ وہ اپنے رسائل
مین لکھتے ہین کہ پیر خرقہ کا متعدد ہونا مکروہ ہے اور اسیطرح پیر تعلیم کا. لیکن ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کے لیے
پیر صحبت کئی ہون بشرطیکہ پہلا پیر اُسے اس بات کی اجازت دے یا اُس کی صحبت فوت ہوجائے. ازان بعد فرمایا
کہ ہان ایک شخص کے لیے پیر خرقہ کئی نہین ہوسکتے ہین مگر پیر تعلیم اور اسیطرح پیر صحبت کئی کئی ہوسکتے ہین اور اسی
پر سالکون کا معمول رہا ہے. اور فرمایا کہ سلاسل اولیاء اللہ مین لوگ خرقہ کی سند جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم سے بطریق عنعنہ بیان کرتے ہین مگر ذکر کو عنعنہ کے طریق سے بیان نہین کیا. ہان سلسلۂ نقشبندیہ اور کبرویہ
مین ذکر بھی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بطریق عنعنہ پہنچا ہے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جناب
امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر ہمارے آج کے دن تک درمیانی وسیلون اور راویون مین کسیطرح
کا خلل نہین پڑا. اسی موقع پر حاضرین جلسہ مین سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ جو لوگ بیان کرتے ہین
کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مین رابطہ کا طریق جناب صدیق اکبر سے اور ذکر کا طریق حضرت امیر المومنین

علی رضی اللہ عنہا رسیدہ چون است - فرمودند ذکرے کہ درین سلسلہ است کہ آنرا وقوف عددی خوانند
بطریقہ معہودہ مثل حبس نفس وضم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با او از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
معنعن رسیدہ است وطریق صحبت نیز از ایشان رسیدہ چراکہ ایشان در سفر وحضر با آن سرور
صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ میبودند از راہ صحبت فیض میگرفتند اصل درین کار صحبت است ورابطہ
ظل او بر تقدیر فقدان صحبت صوری رابطہ کہ صحبت معنوی است اکتفا نمودہ اند ہم درین محل فرمودند
کہ اگر کسی از پیر صحبت بکمال رسیدہ باشد اورا بہ پیر تعلیم کہ تلقین ذکر از وے بگیرد حاجت نبود مثلاً
شخصی کہ بمنزل رسید بعد ازان اورا بہ اسپ خریدن حاجت نباشد بعد ازین سخن بتقریبی این
نقل بنظر مبارک حضرت ایشان درآمد کہ حضرت مخدومی مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی
در نقد النصوص آوردہ اند کہ گاہ باشد کہ در حال حضور بے آنکہ از حس غائب شوند بعضی از حقائق امور
غیبیہ بر این طائفہ کشف شود آنرا مکاشفہ خوانند ومکاشفہ ہرگز کاذب نبود چہ مکاشفہ عبارت است

علی رضی اللہ عنہا سے سلسلۃ بسلسلہ پہنچا ہے کہاں تک ٹھیک ہے۔ فرمایا جو ذکر کہ ہمارے اس سلسلے مین معمول ہوتا ہے
اور جسے وقوف عددی کہتے ہین مقررہ طریقے کے ساتھ مثلاً جیسے حبس نفس اور اُسکے ساتھ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ملانا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک بطریق عنعنہ پہنچا ہے اور قطع نظر اسکے طریق صحبت
بھی آپ سے پہنچا ہے کیونکہ آپ ہی ایک ایسے برگزیدہ شخص تھے جو سفر اور حضر دونون حالتون مین جناب سرکار رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرتے تھے۔ اصل بات اس کام مین صحبت ہے
اور رابطہ اُسکا سایہ اور تشریح۔ یہی وجہ ہے کہ جب صحبت ظاہری مفقود ہوتی ہے تو اس طریقے کے مقتداؤن نے محض رابطہ
پر اکتفا کیا ہے جو صحبت معنوی کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔ اسی موقع پر آپنے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص پیر صحبت کے
فیض سے مرتبہ کمال کو پہنچ جائے تو اُسے پیر تعلیم کی جس سے کہ یہ تلقین ذکر حاصل کرتا ہے کچھ حاجت باقی نہین رہتی
جیسے وہ شخص کہ جب منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے تو اب اُسے گھوڑا خریدنے کی ضرورت باقی نہین رہتی۔ بعد ازان
اسی کلام کے سلسلے مین ذیل کی نقل نظر مبارک مین آئی کہ حضرت مخدومی مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی
نقد النصوص مین بیان کرتے ہین کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اثنائے حضور مین بغیر اسکے کہ آنکھ سے اوجھل ہون امور غیبیہ کے
بعض حقائق اُس گروہ پر کھل جاتے ہین اور اسی کو مکاشفہ کہتے ہین مکاشفہ کبھی جھوٹ ثابت نہین ہوتا کیونکہ مکاشفہ کہتے ہین

از تفرد روح بمطالعه مغیبات درحال تجرد از غواشی بدن فرمودند که این مضمون حضرت مخدومی
از ترجمهٔ عوارف نقل کرده اند و تحقیق آنست که در بعضی مکاشفات که خیال را دران مدخلی هست
نیز خطا میشود اما علوم یقینی که بر مدرکه ملهم میشوند خطا را در انجا مدخلی نیست. بتقریب این محل شخصی از حاضران
عرضه کرد که در بعضی علوم یقینی که بطریق الهام معلوم مدرکه میشود نیز خطائے یافته میشود فرمودند
سببش آنست که بعضی از مقدمات مسلمه خود را که صاحب این وید بنعت یقینی مقررست بان علوم
ضم کرده است خطا ازان راه آمده و الا خطا را در جائیکه صرف علوم ملهمه باشند گنجایش نیست
و لهذا علمار معقولیین که استعمال علم معقول میکنند مراعات قوانین منطقیه مینمایند هم خطا
در فکر ایشان راه میبابد سرش همان است که مقدمات مقرره خود را یقینی خیال کرده در انجا
دخل داده اند و الا منطق علمی است که رعایت او ذهن را از خطا در فکر نگاه میدارد اگر صرف
استعمال منطق می بود و ضم مقدمات دیگر از پیش خود نمیکردند هرگز خطا نمی خوردند بعد از اتمام

علائق بدن سے مجرد ہونے کی حالت مین روح کے اُن چیزون کے مطالعہ کرنے مین متفرد ہونے کو جو آدمی کی آنکھ سے اوجھل
ہین. فرمایا کہ حضرت مخدومی نے یہ مضمون ترجمہ عوارف سے نقل کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بعض وہ مکاشفات
جن مین خیال کو دخل ہوتا ہے خطا بھی کر جاتے ہین مگر جن قطعی اور یقینی علوم کا کہ آدمی کے ذہن اور عقل پر الہام
ہوتا ہے البتہ وہان خطا کو دخل نہین ہوتا. اسی موقع پر حاضرین مین سے ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض یقینی علوم ایسے
بھی ہوتے ہین جو بطریق الہام عقل کو معلوم ہوتے ہین مگر اُن مین خطا پائی جاتی ہے فرمایا اسکا سبب یہ ہے کہ آدمی بعض
اُن مقدمات کو جو اُسکے تسلیم اور مقرر کئے ہوئے ہوتے ہین یقینی اور قطعی خیال کرکے ان علوم کیسا تھ ضم کرتا اور ترتیب دیتا
ہے اس وجہ سے اُن مین خطا واقع ہو جاتی ہے اور جہان صرف الہامی علوم ہوتے ہین وہان خطا کو ہرگز گنجایش نہین
ہوتی یہی وجہ ہے کہ علمار معقولیین جو علم معقول کا استعمال اور قواعد منطقیہ کی کماحقہ رعایت کرتے ہین اُن کے
تفکر مین بھی خطا اپنی مداخلت کر لیتی ہے. اس مین بھید یہی ہوتا ہے کہ معقولی اپنے مقرر کئے ہوئے
مقدمات کو یقینی خیال کرکے وہان دخل دیتے ہین ورنہ منطق ایک ایسا علم ہے جس کی رعایت ذہن کو
خطا سے بچاتی اور فکر مین غلطی کرنے سے محفوظ رکھتی ہے اگر صرف منطق کا استعمال ہو اور لوگ اُس مین دوسرے
مقدمات اپنی طرف سے نہ ملائین تو کبھی غلطی نہ کرین + اس بحث کے تمام ہونے کے بعد

این سخن فرمودند که بمتوجهان الی الله کشف در هیچکار نیست کشف دو نوع است کشف دنیوی و آن
خود صلا بکار نمی آید و کشف آخروی و آن درکتاب و سنت مبین شده است برای عمل کافی است هیچ
کشفی با آن برابر نیست الضًا میفرمودند که مشائخ را بر تربیت و ارشاد خلق یکی ازین سه چیز باعث
میشود الهام حق سبحانه یا حکم پیر یا شفقت بر خلق چون خلق را بر ضلالت می بینند دفع ضرر از ایشان
میکنند آن ضرر مثل عذاب دوزخ و اهوال قیامت پس بمقتضائے شفقت آنست که ترویج شریعت
لازم گرفته اینها را بوعظ و نصیحت بحفظ ادب و اقامت شرائع امر کنند مثل تعلیم و تعلم فقه و حدیث
و عمل کردن بموجب آن نه آنکه اینها را واصل سازند واصل ساختن شرط شفقت نیست یعنی امر
زائد است در شفقت همان قدر کافی است. لختی سخن در فضیلت و شرف مشائخ بر یکدیگر
افتاد فرمودند شرف صفاتی است نظر باآنکه یکی را در معرفت بیشتر از ان دیگر است یا خوارق این بر
خوارق آن فوقیت دارد - اما در ذات جمله برابراند و این که مردم بریکی بیشتر معتقد شدند فضیلت نیست

فرمایا کہ جو لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہین انہین کشف کچھ فائدہ نہین دیتا کشف اصل مین دو طرح کا ہوتا ہے ایک
کشف دنیوی اور یہ آدمی کے مطلقًا کچھ کام نہین آتا - دوسرے کشف اخروی - اور اس کا بیان قرآن و حدیث مین نہایت
صراحت و وضاحت کے ساتھ ہوا ہے یہی عمل کے لیئے کافی ووافی ہے اور کوئی کشف اسکی برابری نہین کرسکتا حضرت خواجہ نے
یہ بھی فرمایا کہ خلق کے ارشاد و تربیت پر مشائخ کو ذیل کی تین چیزون مین سے ایک چیز ابھارتی اکساتی ہے (۱) خدا داد یعنی
الہام (۲) پیر کا حکم (۳) خلق پر شفقت و مہربانی - یعنے جب خلقت کو مبتلائے ضلالت دیکھتے ہین تو ان سے ضرر کے دفع
کرنے مین کوشش کرتے ہین خلق کا ضرر ہے عذاب دوزخ اور قیامت کے ہولناک مقامات وغیرہ - تو مقتضائے
شفقت یہ ہے کہ مشائخ شریعت کے رواج دینے کو اپنے اوپر لازم کرکے خلق کو وعظ و نصیحت کے پیرایے مین حفظ ادب اور شرائع
کے قائم کرنیکا حکم کرین جیسے فقہ و حدیث کا درس و تدریس اور انکے بموجب عمل کرنیکی ترغیب - یہ نہین کہ انہین
واصل کرین کیونکہ واصل کرنا شفقت کی شرط نہین ہے بلکہ وہ ایک زائد بات ہے شفقت مین اسیقدر کافی ہے جیسا بیان
ہوا - پھر تھوڑی دیر تک مشائخ کی باہمی بزرگی و شرافت پر بحث ہوتی رہی - فرمایا مشائخ جو ایک دوسرے پر شرف رکھتے ہین
تو یہ شرافت صفات کے لحاظ سے ہے یعنی اس معنی کر ہو کہ ایک دوسرے سے معرفت مین زیادہ ہے یا اسکے خوارق و کرامات
اسکے خوارق وکرامات پر فوقیت رکھتے ہین لیکن بلحاظ ذات سب برابر ہین اور کسی کو کسی پر فوقیت نہین ہے

اعتبار مر فضیلتے راست کہ نزد حق سبحانہ در قرب و معرفت داشتہ باشد میفرمودند کہ حاصل این طریقہ تربیت انجذاب ایمانی است کہ دعوت تمامی انبیاء و رسل بدان واقع است میفرمودند کہ نہایت قرب بندہ و اتصال او بذات حق زیادہ بران نیست کہ دوام آگاہی و آرام کہ بفنا کشد حاصل شود چون این نسبت حاصل شد سالک بحصول این نسبت مشرف بمرتبۂ ولایت شد کمالاتے کہ در حصول مقامات و تجلیات اسماء و صفات کہ سالکان طرق دیگر را بتفصیل حاصل میشود دیگر است اما بحصول نسبت قرب و اتصال کہ بذات حق سبحانہ حاصل شد بمرتبۂ ولایت اخص خواص رسید **ایضاً** میفرمودند کہ اول در آمد طالبان این طریقہ در سرحد فناست و معنے اندراج نہایت در بدایت کہ کبرائے این سلسلۂ عالیہ اشارت بدان کردہ اند این است۔ **ایضاً** میفرمودند کہ ابتدائے حال بخاطر میرسید کہ بتفصیل سلوک کردہ شود چنانچہ اہل سلسلۂ کبرویہ میکنند حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ درخواب آمدند و فرمودند کہ حاصل سلوک بتفصیل آنست کہ تہذیب اخلاق حاصل شود و چون این معنے

اصل میں اعتبار اسی فضیلت کا ہے کہ خدا کے نزدیک قرب و معرفت میں شرف رکھتا ہو۔ فرماتے تھے کہ اس طریقہ کا حاصل انجذاب ایمانی کی تربیت ہے جسکے ساتھ تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت واقع ہے۔ فرماتے تھے کہ بندہ کا انتہا درجہ کا قرب اور ذات خداوندی کے ساتھ اسکا کمال اتصال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ دوام آگاہی اور آرام جو فنا کی طرف کشان کشان لیجاتی ہے حاصل ہو۔ جہاں یہ نسبت حاصل ہوئی۔ سالک اس کے حصول کی وجہ سے مرتبۂ ولایت کے ساتھ مشرف ہوا۔ دوسرے طریقوں کے سالکوں کو جو کمالات کہ حصول مقامات اور اسماء و صفات کی تجلیات میں بتفصیل حاصل ہوتے ہیں وہ اور ہیں لیکن قرب اور اتصال ذات خداوندی کی نسبت کے حاصل ہونے کی وجہ سے سالک اخص خواص کے مرتبۂ ولایت پر پہنچ جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ اس طریقہ کے طالبوں کے لیے پہلی چوکھٹ فنا کی سرحد ہے اور اندراج نہایت در بدایت کے معنی جس کی طرف اس طریقہ عالیہ کے اکابر نے اشارہ کیا ہے یہی ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ شروع شروع میں میرے دل میں آتا تھا کہ جس طرح سلسلہ کبرویہ کے لوگ تفصیل سلوک کرتے ہیں میں بھی اسیطرح تفصیل سلوک کروں مگر ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے خواب میں آکر فرمایا کہ تفصیل سلوک کا نتیجہ صرف اسیقدر ہے کہ تہذیب اخلاق حاصل ہو اور جب یہ بات

حاصل شد سلوک تفصیل کردن تحصیل حاصل است ایضاً میفرمودند که ارباب رضا را بلائیت در بلا
نمیماند و کراهت در نظر ایشان نیست. از آن جهت که فعل حق سبحانه است ایضاً میفرمودند که ابو
دینوری رحمة الله علیه گفته که معده محل طعام است اگر حلال در وے افگنی قوت طاعت یابی. و اگر
بشبهت بود راه حق پوشیده کند. و اگر حرام باشد معصیت زاید ایضاً میفرمودند که شیخ ابو سعید
ابن ابی الخیر قدس سره برائے سیر شد شخصے قفائے بروے زد شیخ بر قفا نگریست آن شخص گفت
که چه مے بینی صوفی همه از حق بود. آن شیخ گفت میدانم که از حق است اما لیکن می بینم تا مظهر این
شقاوت که شده است ❊

شنبه بست و سوم ذی القعده سنه تسع الف

دولت زمین بوس دست داد سخن در احتیاط لقمه افتاد فرمودند که تنها رعایت لقمه الحلال نباید کرد
باید که هیزم و آب و ظرف هم از وجه حلال باشد و پزنده طعام آگاه و حاضر باشد تا … در وقت خوردن

حاصل ہوئی تو اب سلوک کی تفصیل کرنا اصل میں تحصیل حاصل ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ رضا کے
آگے گردن تسلیم و رضا خم کیے ہوئے ہیں وہ مصیبت و بلا کو بلا کی صورت میں نہیں دیکھتے۔ اور ان کی نظر میں
ناپسند اور مکروہ بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ ہر چیز کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ خدا کا
فعل ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ داؤد دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ معدہ کھانے کا محل ہے اگر
اس میں پاک اور حلال غذا ڈالو گے طاعت و عبادت کی قوت پاؤ گے اور اگر مشتبہ لقمہ ہوگا تو خدا کی راہ پوشیدہ
کرے گا حرام ہوگا تو معصیت و نافرمانی پیدا کرے گا۔ فرماتے تھے کہ ابو الخیر کے صاحبزادے ابو سعید ایک دن
بازار میں چلے جاتے تھے۔ ایک شخص نے انکی گدی پر چپت لگایا شیخ نے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص بولا آپ
کیا دیکھتے ہیں آپ تو صوفی ہیں اسے بھی خدا ہی کی طرف سے جانیے۔ شیخ نے فرمایا یہ تو میں جانتا ہوں کہ
خدا ہی کی طرف سے ہے۔ پر دیکھتا یہ ہوں کہ اس بدبختی کا ظہور کس سے ہوا ہے۔

ہفتہ کا دن تیئیسویں ۲۳ ذی قعدہ سنہ ۱۰۰۹ ہجری

زمین بوسی کی دولت حاصل ہوئی احتیاط لقمہ میں گفتگو شروع ہوئی فرمانے لگے کہ محض لقمہ کے حلال ہونے پر بس کرنا
چاہیے بلکہ لکڑی پانی برتن وغیرہ بھی کسب حلال سے ہونے چاہئیں اور کھانا پکانے والا بھی آگاہ ہو۔ اور نیز کھاتے وقت

از سر حضور و آگاهی بکار برند که لقمهٔ بے احتیاط دودے میخیزد که مجاری فیض را مے بندد و ارواح طیبات
که پرتو فیض اند مقابل قلب نمیشود. هم درین محل فرمودند که ضعیف دماغان را باید که طعامے که ملائم
طبع و مقوی دماغ باشد بخورند مثلاً اگر ضعیف دماغی نان جو غذا کند البته یبوستی بدماغ او راه یابد
و راه فیض بر بندد. موافق این سخن فرمودند که یک فیض خاصی هست که بدماغ میرسد و در وقتیکه
یبوستے بدماغ رفت آن فیض نمیرسد لابدم احتیاط باید کرد که طعامی که ملائم طبع نباشد نخورد و روزه
هائے زائد بر خود لازم نگیرد که موجب ضعف دماغ شود خصوصاً اهل کشف را احتیاط بلیغ در
تقویت دماغ باید کرد که اکثرے یبوست دماغ موجب غلط کشف میشود. هم درین محل شخصے در
خدمت حضرت ایشان نقل کرد که فلانے میگفته است و نام یکے از اکابر وقت را گرفت که حضرت ایشان
طالبان خود را از اعتقادے که به پیران سابق دارند تبری میفرمایند و افاده را موقوف بآن مے
دارند فرمودند که این چنین نیست لیکن چون در بعضے از طالبان مذبذبے مییابم اشارتے بیک

حضور و آگاہی کام میں لائی جائے کیونکہ بے احتیاط لقمہ سے ایک ایسا دھوان دھار غبار پیدا ہوتا ہے جس سے
فیض کی آمد و رفت کے مقامات بند ہو جاتے اور پاک روحیں جو فیض کا پرتو ہیں دل کے مقابل نہیں ہوتیں اسی موقع
پر آپنے فرمایا کہ جن کے دماغ ضعیف ہوں اُنھیں ایسی غذا تناول کرنی چاہیئے جو طبیعت کے موافق اور دماغ کے لیئے
تقویت دینے والی ہو۔ اگر کوئی ضعیف الدماغ مثلاً جو کی روٹی کھائے گا تو ضرور ہے کہ خشکی دماغ میں پیدا ہوگی اور
فیض کی راہ بند ہو جائے گی۔ اس بات کے متعلق حضور خواجہ نے یہ نکتہ بھی ارشاد فرمایا کہ فیض کی ایک خاص
قسم ہے جو دماغ میں پہنچتا ہے اور جب دماغ میں خشکی ہوتی ہے تو وہ فیض وہان تک نہیں پہنچ سکتا پس اس بات
کی احتیاط ضرور کرنی چاہیئے کہ جو غذا نامناسب ہو تناول نکرے اور بہت روزے رکھنے کا التزام نہ کرے
کہ ضعف دماغ کا ایک سبب یہ بھی ہے بالخصوص اہل کشف کو تقویت دماغ میں بہت کچھ احتیاط کرنی چاہیئے
کیونکہ اکثر اوقات دماغ کی خشکی سے کشف میں غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے خدمت خواجہ میں
نقل کیا فلاں شخص (اور اپنے وقت کے بزرگوں میں سے ایک کا نام لیا) کہتا ہے کہ خواجہ یعنی آپ اپنے مریدوں اور طالبوں کو اس
اعتقاد سے باز رکھتے ہیں جو لوگ پہلے زمانہ کے پیروں سے رکھتے ہیں اور اسی پر افادہ کو موقوف و منحصر رکھتے ہیں فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ اصل بات
یہ ہے کہ جب میں کسی طالب کو متردد پاتا ہوں تو اُسے گزشتہ پیروں میں سے ایک پیر کے

رویہ شدن آنہا میسکنم وازین باب درکتب قوم بسیار یافتہ میشود چنانچہ یکی گفتہ است کہ ہرکہ یکجا ہمہ جا و ہر ہمہ جا ہیچ جا و دیگرے گفتہ یک درگیر محکم گیر۔ ودیگرے گفتہ توحید مطلب شرط راہ است و ہمبرین قیاس پس چون حقیقت کار چنین باشد وانچہ حق است باآنہا نگویم آوارہ شان گردانم آنہا کہ پیش من می آیند براے استفادہ مے آیند نہ براے امرے دیگر۔ بعد ازین سخن فرمودند کہ اعتقادے کہ ما باہل این سلاسل داریم ہا نا کہ اشارت بسلسلہ چشتیہ وقادریہ وسہروردیہ کردند دیگران کجا دارند خصوصا عامہ اہل ہند کہ اعتقاد اینہا نزدیک بشرک چیزے است ما اہل این سلاسل را فانی فی اللہ میدانیم واین مردم موثر مستقل اعتقاد میکنند لختے سخن دربیان این حدیث قدسی افتاد کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فرمودکہ بخدائے تعالیٰ نیکو گمان باید بود وبنفس خود بدگمان خائف مشائخ را اختلاف است درین کہ غالب حال بندہ مومن رجا باید یا خوف بعضے گفتہ اند در پیری رجا ودر جوانی خوف وتحقیق آنست کہ ہمیشہ رجا باید کہ غالب باشد تتمہ حدیث اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ

طریقہ پر ہونے کا حکم کرتا ہون اور یہ بات نہ صرف مین ہی جائز کہتا ہون بلکہ قوم کی کتابون مین بہت ایسے مقام پائے جاتے ہین چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے اور جو سب جگہ ہے وہ کسی جگہ نہین۔ دوسرے بزرگ کا بیان ہے کہ ایک دروازے کو پکڑو اور مضبوط پکڑو اسی طرح کے اور بہت اقوال ہین جو ان پر قیاس کیئے جاسکتے ہین۔ تو جب واقعی اور نفس الامری بات یہ ہے تو مین اس طرح کے لوگون سے حق بات نہین کہتا اور انہین آوارہ وپریشان چھوڑدیتا ہون کیونکہ وہ میرے پاس فائدہ حاصل کرنیکے لیئے آتے ہین نہ کسی اور بات کے لیئے۔ پھر سلسلہ چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ہم کو ان سلسلون کے بزرگون سے جو اعتقاد ہے وہ دوسرون کو کہان میسر ہے۔ خاصکر ہندوستان کے عام باشندے کہ انکا اعتقاد تو ان بزرگون کے ساتھ قریب قریب شرک کے ہے ہم ان سلسلون کے بزرگون کو فانی فی اللہ جانتے ہین اور عوام لوگ مستقل موثر اعتقاد کرتے ہین۔ تھوڑی دیر اس حدیث قدسی کے بیان مین گفتگو ہوتی رہی کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنے خدا فرماتا ہے کہ مین اپنے بندے کے اس گمان کے ساتھ ہون جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔ فرمایا خدا کے ساتھ نیک گمان اور اپنے نفس کے ساتھ بدگمان خائف رہنا چاہیئے۔ ایماندار بندے کو اکثر اوقات امیدوار رہنا چاہیئے یا خائف اسمین مشائخ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہین کہ بڑھاپے مین امیدوار اور جوانی مین خائف رہنا چاہیئے لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہمیشہ امیدواری غالب رہنی چاہیئے

ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَاِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَاءٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُ یعنی فی ملاء الملائکہ
نزدیک کہ خیریت ملا و ملاء است کہ بندہ ذکر حق سبحانہ در ملاء آن سرور صلے اللہ علیہ وسلم باشد
نہ باعتبار آنست کہ رسل ملائک افضل باشد از رسل بشر و حال آنکہ مذہب اہل تحقیق آنست کہ رسل بشر
افضل است از رسل ملائک بل باعتبار آنست کہ وجود روحانی آنسرور کہ در ملاء اعلیٰ است ذکر حق سبحانہ
بندہ را در ان ملاء باشد یا خیریت ملاء باعتبار آن باشد کہ جماعتے از فرشتگان اند کہ آن را
مقربین گویند و آنہا افضل اند از رسل بشر ذکر حق سبحانہ بندہ را دران ملاء باشد

دوشنبہ بست و پنجم ذی القعدہ سنہ تسع و الف

سعادت زمین بوس حاصل شد سخن در ترقی بعد الموت افتاد فرمودند کہ شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ
گفتہ است کہ اگر کسے بہ نیت صحیح و اعتقاد درست در راہ حق سبحانہ درآید و آداب شریعت کما حقہ
بجا آرد و او را از اذواق و مواجید این طائفہ در حین حیات نصیبے نباشد البتہ بعد از موت حوال

ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَاِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَاءٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُ یعنی اگر وہ مجھے اپنے دل ہی
دل مین یاد کرتا ہے تو مین بھی اُسے دل ہی دل مین یاد کرتا ہون اور جو وہ مجھے جماعت مین یاد کرتا ہے تو مین اس سے
بہتر جماعت مین اُسے یاد کرتا ہون یعنی فرشتون کی جماعت مین - فرمایا بہتر جماعت سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بندہ کا
ذکر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت مین کرتا ہے اس اعتبار سے نہین کہ پیغامبر فرشتے پیغامبر آدمیون
سے افضل ہین کیونکہ محققین کا مذہب ہے کہ آدمیون کے پیغامبر فرشتون کے پیغامبر سے افضل ہین بلکہ اس اعتبار سے کہ
جناب سرکائنات کا وجود روحانی جو ملاء اعلیٰ مین موجود ہے - حق تعالیٰ ایماندار بندہ کا ذکر وہان پیش کرتا ہے - یا
اس بہتر جماعت سے فرشتون کی جماعت مراد ہو اور انکی بہتری اس اعتبار سے ہے کہ آسمانون پر فرشتون کی ایک جماعت
ہے جن کا نام ہے مقربین اور وہ آدمیون کے پیغامبرون سے افضل ہین حق تعالیٰ بندہ کا ذکر انکے پیش کرتا ہے

دوشنبہ کا دن پچیسوین ذیقعدہ سنہ ١٠٠٩ھ

زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی ترقی بعد الموت مین گفتگو شروع ہوئی فرمایا شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ
فرمایا ہے کہ اگر کوئی صحیح نیت اور درست اعتقاد کے ساتھ خدا کی راہ مین آئے اور شریعت کے آداب بجا لاوے جیسا کہ انکے بجا لانے
کا حق ہے مگر اُسے دنیاوی زندگی مین اس گروہ کے ذوق و وجد کا کوئی حصہ حاصل نہو تو موت کے بعد اُسے اس گروہ کے احوال

و اذواق این طائفه اش بهره مند حضرت ایشان سلمه الله تعالی دیرگاه باره تامل کردند و فرمودند
بلکه این چنین کس را همدرین عالم وقت احتضار موت باین دولت مشرف سازند بعد ازین سخن
فرمودند که اعتقاد درست و رعایت احکام شریعت و اخلاص و دوام توجه بجناب حق سبحانه تعالی
چیزیست که بهترین دولت است هیچ ذوق و وجدانی باین برابر نیست این باید که داشته باشی دیگر هیچ
مباش ۞

شنبه سلخ ذی القعده سنه مذکور

مجلس عالی بار یافت از حاضران شخصی سوال کرد که نسبت حضرت خواجگان قدس الله اسرارهم
خود قدیم است چیز که حضرت خواجه نقشبند قدس الله سره الحاق کرده باشند کدام است که این
سلسله نقشبندیه مشهور شد فرمودند بعضی تعلیمات و کیفیات الحاق کرده اند چنانچه حضرت خواجه احرار
قدس الله سره العزیز نیز نوشته اند که خاتم این نسبت بوجه کمال ایشان بودند و خاتم آنست که بعد اتمام

و اذواق خدا کی طرف سے حاصل ہونگی۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ صاحب مدظلہ العالی اللہ تعالی انکو سلامت و باقی رکھے تھوڑی
دیر تامل کیا اور فرمایا کہ ایسے شخص کو اسی عالم میں سکرات موت کے وقت اس دولت سے مشرف فرمائینگے
ازان بعد فرمایا کہ درست اعتقاد اور احکام شریعت کی رعایت اور اخلاص اور خدا کی جناب میں دائمی توجہ
یہ سب چیزیں ایسی عظیم الشان دولتیں ہیں جنکا مقابلہ کوئی ذوق کوئی وجدان نہیں کر سکتا تمہیں چاہیے
کہ یہ چیزیں اپنے میں پیدا کرو کوئی اور چیز نہ ہو۔

ہفتہ کا روز سلخ ذیقعدہ سنہ مذکور

مجلس عالی میں داخل ہونے کی اجازت پائی۔ حاضرین جلسہ میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت
خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی نسبت تو وہی قدیم نسبت ہے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ
نے اس میں کونسی ایسی چیز زیادہ کی ہے جس سے سلسلہ نقشبندیہ کے ساتھ مشہور ہو گیا فرمایا کچھ
کیفیتیں کچھ تعلیمیں زیادہ کی ہیں۔ جیسا کہ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز نے لکھا ہے
کہ حضرت خواجہ نقشبند اس نسبت کے خاتم تھے اور بوجہ کمال خاتم تھے (خاتم اسے کہتے ہیں جو کسی
چیز کو پورا اور کامل کرنے کے بعد اسپر

ترجمہ اردو

ختم میکنند و خود هم فرموده اند که من اختیار طریقه کردم که البته موصل باشد و آن طریقه محبت و انجذاب
است بطریق مخصوص که درین طریقه معمول هست بعد ازین سخن فرمودند که طریقه انجذاب و محبت البته
موصل هست و او را روے جز بسوے ذات نیست بخلاف طرق دیگر که رو بجانب انوار نیز دارند لاجرم بعضے
بهمان انوار باز میمانند و این انجذاب و محبت در جمیع این سلسلهٔ عالیه تربیت بهمان انجذاب میکنند
میفرمودند که رویت بالبصر موعود است در حشر ازینجا فهمیده میشود که رویت بالقلب درین نشاء
باشد و تحقیق آنست که رویت بالقلب نیز چنانچه رویت بالبصر موعود است چه رویت انکشاف تام
است و تا روح متعلق این بدن است انکشاف تام صورت نمی بندد و چندے تعلق گردد لا اقل علاقهٔ
حیات باقی خواهد ماند اگرچند بصرافت اصلے نماند تعلقے مائی خود باقی است انتهی سخن در وحدت وجود
اختلاف شیخ علاؤ الدوله سمنانی با شیخ محی الدین عربی رضی الله تعالی عنهما افتاد و بر لفظ مبارک راندند که نزاع
این دو عزیز را که در اطلاق حق دارند فضلاے که بهر دو ایشان معتقد بودند لفظی داشته اند چنین تحریر

مُہر لگا دے) اور خود بھی فرمایا ہے کہ مین نے وہ طریقہ اختیار کیا ہے جو ٹھیک خدا کی طرف پہنچا دیتا ہے
اور وہ طریقہ محبت و انجذاب کا ہے مخصوص طریق کے ساتھ جو اس طریقہ مین معمول بہ ہے۔ ازان بعد
فرمایا کہ بے شک انجذاب اور محبت کا طریقہ ٹھیک خدا کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ اور اُس کا رخ بجز ذات خدا کے
اور کسی طرف نہین ہو۔ بخلاف اور طریقون کے کہ اُن کا رخ انوار کی طرف بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض
لوگ صرف انوار کی حد تک پہنچکر ٹھیر جاتے ہین اور یہ انجذاب و محبت دونون اس سلسلۂ عالیہ کی تمام
شاخون مین اسی انجذاب کی تعلیم و تربیت کرتے ہین۔ فرماتے تھے کہ خدا تعالی کو ظاہری آنکھون سے
دیکھنے کا وعدہ حشر مین پورا ہوگا۔ اور اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اُسے دل کی آنکھ سے دیکھنا اس دنیا
مین بھی ممکن ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ جس طرح ظاہری آنکھون سے دیکھنا حشر مین موعود ہے اسی طرح
دل کی آنکھ سے دیکھنا بھی اُسی عالم مین موعود ہے۔ کیونکہ دیکھنے سے مراد ہے کامل اور پورا انکشاف
اور تا وقتیکہ روح کا تعلق بدن کے ساتھ ہے پورا انکشاف حاصل نہین ہو سکتا۔ ہر چند کہ آدمی بے تعلق محض ہی
کیون نہو مگر کم سے کم علاقۂ حیات تو ضرور ہی باقی رہتا ہے اور یہ بھی نہو تو مائی اور منی کا تعلق تو کہین جاتا ہی
نہین۔ تھوڑی دیر تک وحدت وجود اور اُس اختلاف مین بحث ہوتی رہی جو شیخ علاء الدولہ سمنانی کو شیخ محی الدین

کردہ اند کہ شیخ محی الدین وجود حق را سبحانہ مطلق گفتہ است و شیخ علاء الدولہ ازین اطلاق مطلق بشرط لاشئے فہمیدہ طعن و تخطیہ کردہ است اما مراد شیخ این نیست بل مراد شیخ ازین اطلاق مطلق لا بشرط شئے است و معتقد شیخ علاء الدولہ ہم ہمین است پس نزاع در لفظ است نہ در معنی۔ ہمدرین محل فرمودند ہنوز رفع نزاع نمیشود تا آنکہ شیخ علاء الدولہ قائل نشود کہ موجودات خارجی جز در علم وجودی ندارند و صور علمیہ اعتبارات و شیونات ذات است روزے میان شیخ احمد سرہندی را کہ از جملۂ اصحاب حضرت ایشانند بسرہند رخصت میکردند ایشان را مخاطب ساختہ در اخفائے نسبت فرمودند کہ بعد از نماز بامداد تا اشراق بر مصلا بنشینند اما حلقہ نکنند و بعد ازان علوم دینی را درس بگمیند لیکن دقت طالبعلمی درمیان نباشد و اکثر اوقات تصحیح کتب و مطالعہ در پیش داشتہ باشند و اگر سخن گویند بطور علما گویند نہ بطور صوفیہ و اگر احیاناً بطور صوفیہ گفتہ شود باغلاقے بگویند کہ جز مخاطب دیگرے نفہمد و ازانجا چیزے فرا نگیرد کہ موجب زلت او گردد و مجلس سکوت را منحصر در میان تہجد و بامداد دارند ہمدرین

کہ شیخ محی الدین حق تعالی کے وجود کو مطلق کہتے ہین۔ اس پر شیخ علاء الدولہ اس اطلاق سے مطلق بشرط لاشئے مراد لیکر شیخ پر طعن کرتے اور انکا تخطیہ ثابت کرتے ہین۔ حالانکہ شیخ اس اطلاق سے مطلق بشرط لاشئے مراد نہین لیتے بلکہ وہ اطلاق سے مراد لیتے ہین مطلق لابشرط شئے اور یہی اعتقاد ہے شیخ علاء الدولہ کا پس اختلاف لفظی ہوا نہ معنوی۔ اسی موقع پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میرے خیال مین ابھی تک بھی اختلاف رفع نہین ہوتا۔ اختلاف رفع ہوتا ہے اسوقت جبکہ شیخ علاء الدولہ اسبات کے قائل ہون کہ موجودات خارجی علم مین پائے جانیکے علاوہ کوئی وجود نہین رکھتے اور صور علمیہ ذات کے اعتبارات اور شیونات ہین۔ ایک روز میان شیخ احمد سرہندی کو جو حضرت خواجہ کے جلیل القدر اور ممتاز خلیفہ تھے۔ سرہند کی طرف رخصت کرتے ہوئے مخاطب کیا اور اخفاء نسبت کی بابت فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد سے اشراق کے وقت تک مصلے پر بیٹھے رہا کرو لیکن حلقہ نہ کرو۔ اشراق سے فارغ ہوکر درس تدریس مین مشغول رہو لیکن طالب علمی کی باریکیان بیان نکرو اور اکثر اوقات کتابون کی تصحیح اور مطالعہ مین مصروف رہا کرو۔ اگر وعظ کہنے کا اتفاق پڑے تو عالمانہ وعظ کہو صوفیانہ نہین اور اگر احیاناً کوئی بات صوفیانہ کہہ بیٹھو تو اجمال اور اغلاق کے ساتھ کہو تاکہ جسے خطاب کرنا منظور ہو وہی سمجھے دوسرا شخص نہ سمجھے

[illegible]

محل فرمودند که راه افاده و استفاده جنسیّت و مناسبت است نه خوارق و تصرفات مستفید بقدر مناسبتے که بمفید دارد معتقد کمال او میشود و استفاده میکند و بمقدار جنسیت خوارق و تصرفات او مشاهده میکند و بمقدار جنسیت بدان میگرود مثلاً اگر بر کسی اعتقاد عرفان دارد یا کسے را محب حق سبحانهٗ میداند البته نشاء عرفانی در باطن او پرتوے از نسبت حبی در استعداد وے هست اگر ظاهر نباشد پوشیده خواهد بود همبرین قیاس از اوصاف ذمیمه چنانچه بت پرست مثلاً بقدر مناسبتے که دل او را بآن سنگ هست کمالات آن سنگ رامی دریابد و جذب منافع از راه جنسیت ازان سنگ میکند و تا جنسیت و مناسبت مینها باشد راه افاده و استفاده مسدود است چنانچه آنسرور صلے الله علیه وسلم چندان تصرفات درکار ابوطالب کردند و معجزات نمودند با وجود آنکه از ابتدا طفولیت خوارق و معجزات آنسرور صلی الله علیه وسلم را دیده بود اما چون مناسبت مفقود بود فائده نداشت چنانچه کلام مجید بدان ناطق است اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ و مولوی رومی میفرماید ؎

آپنے یہ بھی فرمایا کہ کسیکو فائدہ پہنچانے یا کسی سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ بس یہی ایک باہمی جنسیت اور مناسبت ہی نہ خوارق و تصرفات۔ فائدہ حاصل کرنیوالا بقدر اُس مناسبت کے جو فائدہ پہنچانیوالے کے ساتھہ رکھتا ہے اُسکے کمال کا معتقد ہوتا اور فائدہ اُٹھاتا ہی۔ اور بقدر جنسیت اسکے خوارق و تصرفات کا مشاہدہ کرتا ہے اور جنسیت کے مقدار اُسکی طرف میلان اور توجہ رکھتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو کسیکے عرفان کا اعتقاد ہے یا اُسے محب خدا جانتا ہے تو اِس بات کا صاف پتہ چلتا ہے کہ اُسکے باطن اور استعداد مین نشاء عرفانی موجود ہی اور اُس نسبت کا پرتوا ہے جو صاحب عرفان اور محب خدا سے رکھتا ہی ظاہر مین نہو تو باطن مین ضرور ہوگی۔ اور اسی پر قیاس کرلو اوصاف ذمیمہ کو جیسے مثلاً ایک بت پرست ہی اور بُت کے ساتھہ اعتقاد رکھتا ہے تو وہ بقدر اس مناسبت کے جو اسکے دل کو پتھر کے ساتھہ حاصل ہی پتھر کے کمالات کا اعتقاد رکھتا ہی اور از راہ جنسیت اُس پتھر سے فوائد و منافع حاصل کرتا ہی۔ الغرض تا وقتیکہ مفید و مستفید دونو کے بیچ مین جنسیت و مناسبت نہوگی افادہ اور استفادہ کی راہ بند رہیگی یہی وجہ ہی کہ جناب رسول خدا صلے الله علیه وسلم نے ابو طالب کے بارے مین بہت کچھہ تصرفات کئے اور طرح طرح کے معجزے دکھائے مگر ابو طالب نے باوجودیکہ پیغمبر خدا صلے الله علیه وسلم کے بچپن کے زمانہ سے آپکے بہت سے خوارق و تصرفات اور معجزات دیکھے تھے لیکن چونکہ مناسبت مفقود تھی

موجب ایمان نباشد معجزات ❊ بوئے جنسیت کند جذب صفات

معجزات از بہر قہر دشمن است ❊ بوئے جنسیت پئے دل بردن است

جمعہ سیزدہم ذی الحجہ سنہ مذکور

سعادت حضور بدست آمد چون فقیر را دیدند تبسم کنان فرمودند کہ برائے سخن شنیدن آمدۂ ہمدرین محل از حاضران شخصے را مخاطب ساختہ فرمودند کہ ابو عبد اللہ مروزی ہر جا سخن مشائخ میشنید بیکے میگفت کہ این را برائے من بنویس چنانچہ از سخنان این طائفہ مجلدے جمع کردہ بود و با خود میداشت روزے برلب آبے طہارت میکرد ناگاہ آن مجلد در آب افتاد وے گوید کہ من ازین معنے سخت متالم شدم درین تالم و تاسف میبودم کہ شبے سہل عبد اللہ تستری را بخواب دیدم کہ بمن گفت کہ عمل بمقتضائے سخنان ایشان باید کرد نوشتن ہیچ نیست زمانے برین بگذشت کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم در خواب ظاہر شدند و بمن خطاب

---

۵ موجب ایمان نباشد معجزات ❊ بوئے جنسیت کند جذب صفات ❊ معجزات از بہر قہر دشمن است ❊ بوئے جنسیت پئے دل بردن است ❊ یعنی پیغمبر کے معجزات ایمان لانے کا سبب نہین ہین بلکہ جنسیت کی بو صاحب معجزات کے صفات کو کہینچ لیتی ہے۔ معجزے تو بس دشمنون کے مغلوب و مقہور کرنے کے لئے ہوتے ہین اور جنسیت کی بو دلون کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔

جمعہ کا دن ذیحجہ کی تیرھوین تاریخ سنہ مذکور

حضوری کی سعادت حاصل ہوئی۔ فقیر کو دیکھا تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تو وعظ سننے کیلئے آتا ہے۔ آپ اسی اثنا مین حضور مین حاضرین جلسہ مین سے ایک شخص کیطرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ ابو عبد اللہ مروزی کی یہ کیفیت تہی کہ جس جلسہ مین مشائخ کی کوئی بات سنتے کسی سے فرماتے کہ یہ بات مجہے لکھدو۔ اسیطرح انہون نے اس گروہ کی مفید اور سود مند باتون کی ایک بڑی ضخیم کتاب جمع کرلی تہی جسے ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے ایکدن کا ذکر ہے کہ کسی دریا یا چشمے کے کنارے طہارت کررہے تھے کہ کتاب پانی مین جا پڑی۔ ابو عبد اللہ کہتے ہین مجہے اسکا بڑا قلق ہوا اور ایک عرصہ تک اسی قلق و رنج مین رہا یہانتک کہ ایک رات حضرت سہل تستری کو خواب مین دیکھا فرماتے ہین کہ مشائخ کی باتون پر عمل کرنا چاہیئے لکہنے اور جمع کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ اسکو ابہی تہوڑا عرصہ نہین گزرا تہا کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی خواب مین نظر آئے اور مجہسے خطاب

کردہ فرمودند کہ با این صدیق یعنے سہل تستری بگوے کہ سخنان ایشان نوشتن اثر بند
ایشان است و محبت ایشان عین مقصود و لمحہ سخن در سماع نغمہ افتاد شخصے این مصرع خوانا
کہ شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ گفتہ مصرعہ کہ این حظ نفس است و آن قوت روح۔ یعنی دیدن
حسن حظ نفس و سماع نغمہ قوت روح فرمودند کہ ہر دو از یک عالم است اگر حظ نفس است با قوت
روح در ہر دو مندرج است در فہم قاصر راقم عفا اللہ عنہ چنان میرسد کہ گرفتار نفس را از ہر دو
حظ نفس حاصل است و رہائی یافتہ از قید نفس را از ہر دو قوت روح۔ نزد جماعتے کہ سماع نغمہ
را سماع گفتہ اند۔

دو شنبہ شانزدہم ذی الحجہ سنہ مذکور

بمجلس عالی باریافت۔ شخصے بیکے دعوے داشت ظاہر از ننگ بحضور قاضی نمیرفت فرمودند
کہ قاضی نائب شرع است ہرگاہ مناقشہ درمیان آید۔ این کس تابع شرع است اورا ناگزیر پیش

کرکے فرمایا کہ اس صدیق یعنے سہل تستری سے کہدو کہ مشائخ کی باتین قید کتابت مین لانی حقیقت مین
اُن کی محبت کا اثر ہے اور اُنکی محبت مین مقصود۔ پہر تہوڑی دیر تک راگ کے سُننے مین بحث ہوتی رہی۔ ایک شخص
نے شیخ سعدی شیرازی کا یہ مصرع پڑہا کہ "این حظ نفس ہست آن قوت روح"۔ یعنی حُسن کی دید نفس کا حصہ ہے
اور راگ روح کی غذا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ دونون باتین ایک ہی عالم سے ہین۔ حظِ نفس ہو تو قوتِ روح
ہو تو دونون مین مندرج ہین۔ راقم الحروف کے فہم ناقص مین ایسا آتا ہے کہ جو شخص گرفتار نفس ہے اُسے دونون
حظ نفس حاصل ہوتا ہے اور جو قید نفس سے رہائی پاچکا ہے اُسے دونون سے قوتِ روح میسر ہوتی ہے اور یہ
اُن لوگون کے نزدیک ہے جو راگ کے سُننے کا نام سماع رکھتے ہین۔

دوشنبہ کا دن ذیحجہ کی سولہوین تاریخ سنہ مذکور

مجلس عالی مین حاضر ہونیکی اجازت حاصل ہوئی۔ ایک شخص کسی قسم کا دعوے رکہتا تہا۔ لیکن بظاہر ننگ و عار کیوجہ سے
قاضی کی عدالت مین جاتا نہ تہا۔ فرمایا قاضی شرع کے نائب اور قائم مقام ہین جب کسیطرح کا جھگڑا پیش
آئے۔ اور یہ شخص شرع کا تابع ہو تو عدالت قاضی مین سے کہٹکے ؟؟؟

قاضی با یاد رفت مناسب این معنے حکایت کردند کہ در عہد حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ شخصے بحضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ دعوے داشت طرفین بحضور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آمدند حضرت عمر بحضرت علی رضی اللہ عنہما گفتند یا ابا الحسن بخصم برابر نشین تا قضیہ شما یان بشنوم حضرت امیر المومنین علی را کرم اللہ وجہہ این سخن گران آمد گفتند کہ تو کنیتم خواندی من دعوے خود ایش تو تقریر نمیکنم بایستی گفت یا علی بخصم برابر نشین تا شانی من الا حق نمیشد و برابری محقق میشد ہمدرین محل فرمودند کہ بحضور حضرت مخدوم مولنا خواجگی قدس سرہ در الکنہ دو کس میان ہم دعوی داشتند و ایشان برآن واقف بودند چون بقاضی رجوع کردند قاضی از ایشان شہادت طلبید ایشان بطرفے کہ حق بود شہادت نوشتند طرف دیگر گفتند کہ تا ایشان سوگند نخورند ما این شہادت را قبول نمیکنیم فرمودند سوگند براستی خوردن مشروع است و در امر مشروع چرا توقف روا خواہم داشت ۔

چلا جائے ۔ اسی کے مناسب آپنے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت مین ایک شخص کو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت کوئی دعوے تہا دونون مدعی اور مدعا علیہ حضرت فاروق اعظم کی عدالت مین گئے ۔ حضرت عمرؓ نے جناب علیؓ سے فرمایا کہ اے ابو الحسن مدعی کے برابر بیٹھو کہ مین تم دونون کے مقدمات کی سماعت کرون ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ بات نہایت شاق گزری ۔ فرمایا ۔ اے امیر المومنین تم نے مجھے میری کنیت سے پکارا ہے تو اب مین تمہاری عدالت مین اپنا دعوے بیان نکرونگا ۔ تمہین کہنا چاہیے تہا کہ علی ! مدعی کے برابر بیٹھو ۔ تاکہ اس کہنے سے میری عزت اور ترفع کا اظہار نہوتا ۔ اور برابری متحقق ہوتی ۔ اسی موقع پر آپنے فرمایا کہ حضرت مخدوم مولنا خواجگی قدس سرہ کے عہد مین بمقام الکنہ دو شخص باہم ایک دوسرے کی نسبت دعوے رکھتے تھے اور حضرت مخدوم کو اصل بات سے واقفیت تہی جب دونون نے قاضی کی طرف رجوع کی تو قاضی نے آپ کی شہادت طلب کی ۔ آپنے اُس شخص کے حق مین شہادت دی جو حق بجانب تہا ۔ مخالف فریق نے کہا کہ جب تک حضرت مخدوم قسم نہ کہائینگے ہم اُن کی شہادت کو تسلیم نہین کرینگے فرمایا سچی بات پر قسم کہانا مشروع ہے اور جب یہ ہے تو مین مشروع بات مین کیون توقف جائز رکہنے لگا ۔

دوشنبه ہفتدہم شہر ذی الحجہ سنہ ہزار نو

بمجلس عالی باریافت۔ این فقیر را مخاطب ساختہ فرمودند ہرگاہ شمارا می بینم بخاطر میرسد کہ برائے سخن شنیدن آمدہ اید ہیچکار میکنند چیزے نیست سعی بکنید کہ کار پیش رود تا از شما این نوع سخنان صادر شود ما خود بصحبت کسے نبودیم۔ این سخنان از کہ شنیدیم۔ ہم درین محل سخن از طریق سلف رضی اللہ عنہ رفت بر لفظ مبارک راندند کہ طریق سلف آن بود کہ اول تزکیہ نفس وتحصیل مقامات میشدند چون موانع قرب الٰہی کہ خواطر وہواجس است تزکیہ بر طرف میشد بقدر تزکیہ نور ایمانی قوت میسیافت تا بجائے برسیدند کہ بجز حق سبحانہ پیش بصیرت ایشان نمیماند وجمیع افعال واوصاف را از و میدیدند وصور واجسام در رنگ سرایے میسنمود ومظاہر را مخلوق ومعدوم میسیافتند وتوحید صوری بعضہا را بعد از فرود آمدن حاصل میشد وبعضہا را نہ۔ فرمودند کہ طریقہ نقشبندیہ قدس سرہ ہمان طریقہ سلف است لیکن ابتدا بہ تحصیل مقامات

دوشنبہ کا دن ذیحجہ کی سترھوین تاریخ سنہ ۱۰۰۹ھ

مجلس عالی مین حاضر ہونے کی اجازت پائی۔ فقیر کیطرف روے سخن کرکے فرمایا کہ جب مین تم کو دیکھتا ہون فوراً خیال پیدا ہوتا ہے کہ تم ہمارا وعظ اور باتین سننے کی غرض سے آتے ہو یہ کچھ کام کی بات نہین ہے۔ ایسی کوشش کرو تاکہ خود تم سے اِس طرح کی باتین صادر ہونے لگین۔ دیکھو ہم کسی کی صحبت مین نہین بیٹھے اور یہ باتین کسی سے نہین سُنین۔ اسی جلسہ مین بزرگان گزشتہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ مین بحث چھڑ گئی۔ زبان مبارک پر جاری ہوا کہ بزرگان سلف کا طریقہ یہ تھا کہ شروع شروع مین نفس کے تزکیہ اور مقامات کی تحصیل مین مشغول ہوتے تھے اور جب قرب الٰہی کے موانع یعنے خطرے وسواس تزکیہ نفس کی وجہ سے دور ہوجاتے تھے تو بقدر تزکیہ اُن کا ایمانی نور قوت پاتا تھا۔ اور رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہنچ جاتی تھی کہ اُن کی بینائی دل کے مقابلہ مین خداے تعالیٰ کے کوئی چیز باقی نہین رہتی تھی۔ وہ تمام افعال اوصاف کو خدا کی طرف سے دیکھتے تھے اُن کے نزدیک صورتون اور جسمون کی وقعت سراب سے زیادہ نہین ہوتی تھی۔ مظاہر کو مخلوق ومعدوم اعتقاد رکھتے تھے۔ اِن مین سے بعض کو نزول کے توحید صوری حاصل ہوتی تھی اور بعض کو نہین۔ فرمایا حضرات نقشبندیہ کا طریقہ عین سلف کا طریقہ ہے۔ لیکن شروع شروع مین مقامات کی تحصیل۔

ترجمہ اردو

مفید نمیشوند و آنهارا که از راه توحید صوری میروند خطر بسیار است ہمدرین محل فرمودند میتواند که شخصے بحضرت حق سبحانہ اقرب باشد یعنی استہلاک و اضمحلال داشتہ باشد و اکرم نباشد چنانچہ شخصے باشد کہ تحصیل مقامات کردہ است و نتیجہ مقامات را کہ استہلاک و اضمحلال است درین عالم نیافتہ این اکرم است نزد حق سبحانہ و کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ناطق باین است لحظے سخن در وِلایت و وَلایت بکسر الواو و فتحہا افتاد فرمودند کہ وَلایت بالفتح قرب بندہ را کہ بحق سبحانہ دارد و بالکسر بمعنی کہ موجب قبول خلق میشود و اہل عالم بدان میگروند و این بتکوینات تعلق دارد و خوارق و تصرفات داخل قسم ثانی است۔ شخصے از حاضران سوال کرد کہ برکاتے کہ بمستعدان میرسد اثر کدام قسم است ازین قسم۔ فرمودند کہ از وَلایت بالفتح است بعد ازین سخن نیز استفادہ فرمودند کہ ہرگاہ آئینہ طالب محاذی آئینہ مرشد میشود و ہرچہ در آن آئینہ است بقدر مناسبت پرتوے اندازد۔ ہمدرین محل فرمودند کہ میتواند بود کہ شخصے را

مفید نہین پڑتی۔ اور جو لوگ توحید صوری کے رستہ کو طے کرتے ہین اُنہین بڑے خطرناک مواقع پیش آتے ہین اسیجگہ آپنے یہ بھی فرمایا کہ ہو سکتا ہی کہ ایک شخص خدا کی جناب مین بہت کچھ قربت یعنی استہلاک و اضمحلال رکھتا ہو اور بارگاہ الٰہی مین معزز و مکرم نہو۔ مثلاً ایک شخص نے مقامات حاصل کریئے ہین اور مقامات کا نتیجہ کہ وہ استہلاک و اضمحلال ہی۔ اس عالم مین نہین پایا۔ یہ شخص خدا تعالی کے نزدیک معزز و مکرم ہو جیسا کہ قرآن مجید کی آیہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ مین اسیطرف اشارہ ہی یعنی اسکے نزدیک تم مین بڑا شریف وہی ہی جو تم مین بڑا پرہیزگار ہی۔ اِسکے بعد کچھ دیر تک وِلایت (واو کے زیر کے ساتھ) اور وَلایت (واو کے زبر کے ساتھ) مین بحث ہوتی رہی فرمایا کہ وِلایت واو کے زیر کے ساتھ بندہ کے اُس قرب کو کہتے ہین جو وہ خدا کے ساتھ رکھتا ہی اور (واو زیر کے ساتھ) وہ چیز ہے جو خلق کی قبولیت کا موجب ہوتا ہی یعنی اہل عالم کے دل اُسکی طرف گرویدہ ہوتے ہین اور یہ مخلوقات کے ساتھ تعلق رکھتا ہی اور خوارق و تصرفات پہلی قسم یعنی وِلایت مین داخل ہین۔ حاضرین جلسہ مین سے ایک شخص نے سوال کیا کہ صاحبان استعداد کو جو برکتین پہنچتی ہین یہ کونسی قسم کا اثر ہی فرمایا اسی قسم اول یعنی وَلایت (فتح واو کے ساتھ) کا اثر ہی۔ اِسکے بعد استفادہ کی حقیقت مین بات جا پڑی فرمایا جب طالب کا آئینہ مرشد کے آئینہ کے مقابلہ مین ہوتا ہی تو جو کچھ طالب کے آئینہ مین ہوتا ہی مرشد کے فیض کا اثر ہوتا ہی کہ بقدر مناسبت طالب کے آئینہ مین پرتو ڈالتا ہی۔ اسیموقع پر یہ بھی فرمایا کہ ہو سکتا ہی کہ ایک شخص کو

از هر دو حظے وافر نصیب باشد و شخصے را یکی حاصل باشد و آن دیگر نباشد و یا یکے بیشتر
باشد و آن دیگر کمتر و مشائخ نقشبندیه رضوان الله علیهم اجمعین ولایت ایشان بر ولایت
بالکسر همیشه غالب بوده است همدرین محل فرموده اند که اگر مقتدائے ازین عالم انتقال می کند
ولایت بکسر واو را بیکے از مخلصان خود میگذارد و ولایت بالفتح را با خود میبرد و گاہے بحکم
زلتی ولایت بالکسر را ازوی باز مے ستانند چنانچه شیخ ابن الفارض مینویسد که پیر بقالے بود
چون وقت فوتش رسید باین وصیت کرد که بعد از مردن من جنازه مرا بر فلان کوه نهاده منتظر
باشی که شخصے خواهد آمد و بر من نماز گزارد با او اقتدا کن همچنان کردم شخصے از بالاے آن کوه در رنگ
مرغے بسرعت فرود آمد که او را مردم در بازارها سیلے میزدند و از پیش دوکانهاے خود میراندند
او بر جنازه اش شروع در نماز کرد و حالانکه مرغان سبز و سفید از زمین تا آسمان پر بسته بودند
و تسبیح میگفتند چون از نماز فارغ شدیم مرغے سبز عظیم الخلقت بیامد و جنازه آن بقال را فرو برد

ترجمہ اردو

دونوں باتوں یعنی ولایت اور ولایت سے کافی حصہ نصیب ہے اور ایک شخص کو ایک سے حصہ حاصل ہو دوسرے
سے نہو یا ایک مین سے زیادہ ہو اور دوسرے مین سے کم۔ مگر مشائخ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ولایت
کو ولایت پر ہمیشہ غلبہ رہا ہے۔ آپنے یہ بہی فرمایا کہ جب کوئی مقتدا اس عالم سے انتقال کرتا ہے تو وہ اپنے مخلص
دوستون مین سے کسی ایک کو ولایت دے جاتا ہے اور ولایت اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی لغزش کی وجہ سے اُس سے ولایت چھین لی جاتی ہے جیساکہ شیخ
ابن الفارض لکھتے ہین کہ ایک بقال بڑے بزرگ اور پیر تھے۔ جب اُنکا انتقال ہونے لگا تو مجھے
وصیت کی کہ جب مین مر جاؤن تو میرا جنازہ فلان پہاڑ پر رکھ کر تھوڑی دیر انتظار کرنا۔ ایک شخص آکر
میرے جنازے کی نماز پڑھے گا تم اُسکی اقتدا کرنا مین نے ایسا ہی کیا۔ دفعۃً ایک شخص پرند جانور کی ہیئت
مین پہاڑ کے اوپر سے نہایت تیزی کے ساتھ آیا جسے بازاری لوگ چلنٹے مارتے تھے اور دوکانون
اپنی دوکانون سے دھکے دیتے تھے اُس نے جنازہ کی نماز پڑھنی شروع کی۔ حالانکہ سبز اور سفید پرندے
زمین سے آسمان تک پرا جمائے ہوئے باآواز بلند تسبیح کہہ رہے تھے۔ ہم نماز سے فارغ ہوئے
تو ایک سبز پرندہ عظیم الجثہ آیا۔ اور پیر بقال کے جنازے کو اُٹھا کر آسمان مین لے گیا

وبھوا اندوست شد واز نظر پوشیدہ گشت من از مشاہدہ این حال سخت متعجب شدم آنمرد گفت
چہ جائے تعجب است نشنیدہ کہ ارواح شہدا در جوف طیر خضر میباشد۔ وطائفہ قتیل محبت اند
جسم آنہا ہم در جوف طیر خضر میباشد وبجانب آن بقال اشارت کرد کہ او ازین طائفہ است
من ہم ازین طائفہ بودم امابموجب زلتی کہ از من بوقوع آمد مرا ازان مقام برآوردہ اند وقبول
خلق را از من باز گرفتہ میفرمودند کہ معاملہ برزخ وحشر خوش معاملہ دور ودراز ست پارہ تامل کردہ
فرمودند سعادتے برابر این نیست کہ کسی را انسے بحضرت حق سبحانہ حاصل شود۔ بعد ازانکہ دوام
اُنس حاصل شد ہیچ انتظارے نمیباشد **ایضًا** میفرمودند سبحان اللہ آدمی مامور باخلاص و
محبت است وخاصیت محبت سوختن غیر خود است باین ہمہ چندین تکالیف شرعیہ بروے نہادہ
اند ہمدرین محل سخن در علو شان مرتبہ بندگی ورتبہ اہل انقیاد وخاصیت عبودیت وانقیاد و
ضعف نفس انسانی افتاد وبنوعی ادا فرمودند کہ تفاصیل آن بیاد ناقل نماند **ایضًا** میفرمودند

اور دیکھتے دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ مین یہ واقعہ دیکھکر سخت متعجب ہوا۔ اُس شخص نے
جو ابھی نماز جنازہ پڑھا رہا تھا کہا کہ اے ابن الفارض یہ تعجب کی جگہ نہین ہے۔ تم نے نہین سنا
کہ شہیدون کی روحین سبز پرندون کی پوٹون مین رہتی ہین اور جو گروہ شہیدِ محبت ہوتا ہے
اُنکے جسم بھی سبز پرندون کے پوٹون مین رہتے ہین اور پیر بقال کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ بھی
اِسی گروہ مین سے ہین۔ مین بھی ابتدا مین اسی گروہ مین شامل تھا۔ لیکن ایک لغزش کی وجہ سے
جو مجھہ سے ظہور مین آئی مجھے اس مقام سے نکال دیا گیا۔ اور قبولیت خلق کا دروازہ مجھپر بند کر دیا گیا
خواجہؒ فرماتے تھے کہ عالم برزخ اور حشر کا معاملہ بڑی دور دراز کا معاملہ ہے۔ تھوڑی دیر تامل کرکے فرمایا
اِسکے برابر کوئی سعادت نہین ہے کہ آدمی کو خدا تعالیٰ سے اُنس حاصل ہو۔ کیونکہ جب دوامی اُنس
حاصل ہو گیا کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے سبحان اللہ آدمی اخلاص و
محبت کا حکم کیا گیا ہے۔ اور محبت کی خاصیت ہی اپنے غیر کو جلا دینا۔ با این ہمہ خدا نے بہت سی شرعی
تکلیفین اُسپر مقرر کی ہین۔ اِسی اثنا مین مرتبہ بندگی کے عالیشان ہونے اور فرمانبردارون کے رتبے اور عبودیت
اور اطاعت کی خاصیت اور انسانی نفوس کے ضعف مین بحث شروع ہو گئی خواجہؒ نے ان باتون کو ایک ایسی

[illegible] ۱۲ مترجم

وجود آدمی ہفت طبقہ است از روح و قلب و سر وغیرہا۔ ہر علمے کہ طبقۂ اول را حاصل شد
ہر یک از طبقۂ ثانی و ثالث تا طبقۂ ہفتم برخود مے بندد و لہذا تردد باین مراتب در نظر عامہ
مخفی است و علم ہر یک را جدا نمیتوانند کرد و بر اہل کمال آن مراتب واضح و ممیز است و علم ہر مرتبہ
را جُدا جُدا میدانند۔ ہمدرین محل فرمودند کار باید کرد خواہ مراتب بتفصیل معلوم شود یا نہ۔ روزے
حضرت ایشان در مسجد جماعت گریستند و گریہ در غیر خلوت از آنحضرت کم بظہور رسید عزیزے
از مستفیدان حاضر بود متعجب شدہ از قرب نسبت و عزتے کہ داشت در سر این گریہ پرسید
فرمودند کہ در نماز روح عروجے کرد کہ بنہایت برسد این معنی میسرش نشد۔ بازگشت و در بدن آمدہ
چرخے زد ظاہرا درین صورت گریہ بجہت دریافت بے نہایتی مطلب یا سرّے دیگر باشد کہ در
ادراک نویسندہ نمے آید۔ و این بیت اکثر میخواندند ؎ چہ توان کرد کہ دیوار غم افتاد بلند
این بنائے است کہ آن خانہ برانداز نہاد

ترجمہ اردو

کہ آدمی کا وجود روح اور قلب اور سر وغیرہ سات طبقوں سے مرکب ہے اور جو علم و کشف پہلے طبقہ کو حاصل ہو گیا دوسرے
اور تیسرے یہاں تک کہ ساتوین طبقہ مین سے ہر ایک طبقہ اُسکا تابع ہو جاتا ہی۔ یہی وجہ ہی کہ ان مرتبون کی تفصیل عام
لوگون کی نظرون مین پوشیدہ رہتی ہی۔ اور وہ ہر ایک کے علم کو جدا اور ممتاز کرنیکی قدرت نہین رکھتے۔ البتہ اہل کمال پر
وہ مرتبے دن کی طرح روشن اور واضح و ممتاز ہو جاتے ہین اور یہ لوگ ہر مرتبہ کے علم کو الگ الگ معلوم کر لیتے ہین۔ اسی
موقع پر آپنے فرمایا کہ آدمی کو کام کرنا چاہیئے خواہ مراتب بالتفصیل معلوم ہون یا نہون۔ ایکدن کا ذکر ہی کہ حضور خواجہ
مسجد جماعت مین بے اختیار رو پڑے۔ حالانکہ خلوت کے علاوہ کسی اور مقام پر آپکے گریہ کا ظہور بہت کم پایا گیا ہی مستفیدون
مین سے ایک عزیز حاضر تہا متعجب ہو کر اپنی اُس جاہت اور قرب نسبت کی وجہ سے جو خواجہ کی بارگاہ مین رکہتا تہا اُس
رونیکا سبب پوچہا۔ فرمایا نماز کی حالت مین روح نے عروج کرنا چاہا اور ارادہ کیا کہ اوج کمال کی انتہا تک پہنچ جائے لیکن یہ
بات اُسے میسر نہ ہوئی۔ رستہ مین سے پہر آئی اور بدن مین داخل ہو کر ایک چرخ کہایا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہی
کہ حضرت خواجہ کے رونے کا ظاہری سبب مطلب کی بے نہایتی کا ادراک تہا یا کوئی اور بہید ہوگا جو کاتب حروف
کی عقل مین نہین آتا۔ آپ بیشتر اوقات یہ شعر پڑہا کرتے تہے ؎ چہ توان کرد کہ دیوار غم افتاد بلند ❊ این بنا ئیست
کہ آن خانہ برانداز نہاد ❊ یعنی کیا کیا جائے کہ غم کی دیوار بہت اونچی ہو گئی۔ یہ وہ بنیاد ہی جو اُس خانہ برانداز نے رکھی ہے

یکشنبہ بستم ماہ شوال سنہ عشر و الف

در سلک باریافتگان حضرت عالی درآمد سخن در اہل اللہ رفت فرمودند کہ اہل اللہ سہ فرقہ اند عباد و صوفیہ و ملامتیہ۔ اما عباد جماعتے اند کہ بصورت عبادت اکتفا کردہ اند و بعد از فرائض و سنن بنوافل عبادات و خیرات قیام دارند حتے کہ چیزے از خیرات خواہند کہ فرو نگزارند۔ از اذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند نباشند و ہر کہ از عباد باذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند شد داخل صوفیہ گشت از مرتبہ خود برآمد و صوفیہ فرقہ باشند کہ بمواجید و اذواق بہرہ مند اند و خوارق و کرامات خود را از نظر خلق نمی پوشند نظر ایشان در جمیع امور بر حق ست و خلق را مظہر حق میدانند و درین فرقہ بالجملہ رعونتے و نخوتے باقی ماندہ است و ملامتیہ طائفہ اند کہ در کسوت عوام اند و از عوام ہیچ تمیزے ندارند و اقتصار بر ظاہر بر فرائض و سنن مؤکدہ کردہ اند و در رعایت معنی اخلاص میکوشند و خود را باظہار خوارق علم نمیسازند و ظاہر نمی کنند اتباع درین امر بحضرت حق سبحانہ کردہ اند چون دانستہ اند کہ این نشاء محل ظہور نیست و حضرت حق سبحانہ خود را از نظر عامہ پوشیدہ است

بیسوین شوال روز یکشنبہ سنہ ۱۰۱۰ ہجری

دربار عالی کے باریابون مین یہ عاجز بھی داخل ہوا۔ اہل اللہ کے بارے مین سلسلۂ سخن شروع ہوا۔ فرمایا اہل اللہ تین فرقے ہین عباد۔ صوفیہ۔ ملامتیہ۔ عباد۔ وہ لوگ ہین جو ظاہری عبادت پر بس کرتے ہین اور فرائض و سنن کے بعد نفلی عبادتون اور خیرات پر قیام کرتے ہین۔ یہانتک کہ انکا دلی منشاء ہوتا ہے کہ خیرات مین سے کسی بھلائی کی فروگذاشت نہو مگر اہل تصوف کے ذوقون اور وجدون سے محروم و بے نصیب رہتے ہین۔ اگرچہ بعض عابد صوفیہ کے ذوق و وجد سے بھی متمتع ہوتے ہین۔ لیکن اب وہ عابد نہین رہے بلکہ گروہ صوفیہ مین داخل ہو گئے اور اپنے مرتبے سے باہر نکل آئے۔ فرقۂ صوفیہ وہ ہے جو ذوقون اور وجدون سے تمام کمال بہرہ مند ہو اور اپنی خوارق و کرامات کو مخلوق کی نظرون سے پوشیدہ نہ رکھتا ہو انکی نظر تمام کامون مین خدا پر ہو اور مخلوق کو مظاہر حق اعتقاد رکھتے ہون۔ مگر اس فرقہ مین ایک طرح کی رعونت و نخوت کا مادہ ابھی تک باقی ہے۔ ملامتیہ وہ لوگ ہین جو عوام لوگون کے لباس مین رہتے اور انسے اپنے آپکو ممتاز نہین کرتے ہین اور ظاہر مین صرف فرائض و سنن مؤکدہ پر بس کرتے اور اخلاص مین انتہا سے زیادہ کوشش کرتے ہین اور نیز اپنے تئین خوارق کے ظاہر کرنیکے ساتھ مشہور و ظاہر نہین کرتے بلکہ اس بارے مین حتی الامکان خدا کے حکم کی اطاعت کرتے ہین اور چونکہ جانتے ہین کہ یہ عالم ظہور خداوندی کا محل نہین ہے۔ اور خدا تعالے اپنے آپ کو عام لوگون کی نظرون سے پوشیدہ

ایشان نیز خود را از نظر خلق بپوشند و لہذا اکثری از مردم آنہا را مثل خود خیال میکنند و این جماعه بالکلیه از رعونت رسته اند و رعونتے دریشان نمانده و بنهایت مقام عبودیت رسیده اند و شیخ ابن عربی رضی الله عنه سر این جماعه حضرت رسالت را صلی الله علیه وسلم داشته و از اصحاب حضرت صدیق اکبر و سلمان فارسی را و از مشائخ بایزید بسطامی و ابو سعید خراز و ابو السعود و خود ش را اما از دیگران ساکت است نفی آنها نکرده و روش شیخ آنست که هرچه در کشفش در وقت مخصوص آمده بنویسد و فرقه از ملامتیه که خود را بر خلق بعنوان ملامت ظاهر کنند و تکیه بشریعت کرده بعضے چیزها را که نظر بظاهر ممنوع است پیش مردم مرتکب شوند مثل آنکه در سفر روزه رمضان را در بازار بخورند تا در نظر خلق بے اعتبار باشند. آنها در رتبه و مرتبه فرود صوفیه اند و خلق از نظر آنها ساقط نشده است لختے سخن در نغمه رفت فرمودند که فقها آنرا مکروه میدارند و بعضے مشائخ آنرا مباح داشته اما مبتدی را اہل آن نمیدانند. آنها که بسماع نغمه قائل اند

رکھتا ہے لہذا وہ بھی اپنے تئین مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ اکثر آدمی ان کو اپنا جیسا خیال کرتے ہین۔ یہ لوگ رعونت و نخوت سے تمام و کمال آزاد ہین اور تکبر و حسد کا انہین نام تک باقی نہین رہا ہے۔ اور اسوجہ سے وہ مقام عبودیت کی انتہا کو پہنچ گئے ہین شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کیلیے کچھ سردار ٹھیرائے ہین۔ سب سے بڑا سردار جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلاتے ہین اور اصحاب رضی اللہ عنہم مین سے حضرت صدیق اکبر اور سلمان فارسی کو اور مشائخ مین سے بایزید بسطامی اور ابو سعید خراز اور ابو المسعود اور سب مین آخر اپنے آپکو۔ ان حضرات کے علاوہ اگرچہ اورون سے ساکت ہین مگر انکی نفی بھی نہین کرتے ہین۔ شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ جو چیز انکے کشف مین آتی ہے اسے قید کتابت مین لاتے ہین پھر فرقہ ملامتیہ مین سے جو لوگ اپنے تئین مخلوق پر بعنوان ملامت مین ظاہر کرتے اور شریعت پر بھروسہ کرکے آدمیون کے روبرو بعض ان چیزون کے مرتکب ہوتے ہین جو بظاہر مخلوق کی نظرون مین ممنوع اور ناشائستہ ہوتی ہین۔ مثلاً حالت سفر مین رمضان کا روزہ نہین رکھتے اور بازارون مین کھلم کھلا کھاتے پھرتے ہین تاکہ خلق کی نظر سے انکا اعتبار اٹھ جائے۔ ایسے لوگ فرقہ صوفیہ سے رتبہ اور مرتبہ مین بہت کم درجہ ہین اور ہنوز انکی نظرون سے مخلوق ساقط نہین ہوئی ہے۔ ازان بعد تھوڑی دیر تک راگ کے بارے مین بحث ہوتی رہی فرمایا کہ فقہا اسے مکروہ بتاتے ہین اور بعض مشائخ مباح جانتے ہین لیکن مبتدی کو اسکا اہل نہین جانتے۔ جو لوگ راگ سُننے کے قائل ہوئے ہین وہ اس مین

حکمت درین آنست که در وقت استماع نغمه طبیعت ساکن و برجاے خود میباشد لاجرم روح در ادراک معانی بیشتر میرسد محبوب آنها معانی است و نغمه را مثل زیور آن میدانند و الا بنفس نغمه مبتلا نیستند و در ملفوظات حضرت نظام الدین اولیا مسطور است که از شرائط استماع نغمه یکے آنست که بر مستمع محبت حق سبحانه غالب باید همدرین محل بنده درگاه عرضه داشت که محبت حق سبحانه را چه علامت است فرمودند اتباع تمام آنسرور صلے الله علیه وسلم عرضه کرده شد که میتواند که صاحب اتباع را مطلب بهشت یا رستن از عذاب دوزخ باشد فرمودند اینچنین کس صاحب اتباع تام نیست و او را از اهل الله نمیتوان شمرد۔ اتباع ظاهر ظاهر است و اتباع باطن آنکه در باطنش جز حق سبحانه مطلبے نباشد؛

جمعه نوزدهم شهر ربیع الاول سنه عشر و الف

دولت زمین بوس روے داد سخن در فضائل صحابه رضوان الله علیهم افتاد بر لفظ مبارک راندند

یہ حکمت و مصلحت بیان کرتے ہین کہ راگ سننے کے وقت طبیعت ساکن اور برقرار رہتی ہے۔ اور جب یہ ہے تو روح ایسے موقع پر معانی کا بیشتر ادراک کرتی اور اُنکی تہ مین پہنچ جاتی ہے تو راگ کے مباح جاننے والون کا اصلی مقصود معانی کا ادراک ہوتا ہے نہ نفس راگ۔ راگ کو یہ لوگ اُسکی زینت و آرائش کا سبب جانتے ہین ورنہ نفس راگ مین مبتلا نہین ہوتے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات مین لکھا ہوا ہے کہ راگ سننے کی جہان اور بہت سی شرطین ہین ایک یہ بھی ہے کہ سننے والے پر خدا کی محبت غالب ہو۔ اسی موقع پر بندۂ درگاہ یعنی کاتب الحروف نے عرض کیا کہ خدا کی محبت کی کیا علامت ہے۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری اور کامل پیروی۔ عرض کیا گیا ممکن ہے کہ ایسے متبع کا مطلب اور اصلی غرض بہشت مین داخل ہونا یا عذاب دوزخ سے نجات پانا ہو۔ فرمایا ایسے شخص کو متبع نہین کہتے اور اُسے اہل اللہ مین سے شمار نہین کرتے۔ ظاہر کا اتباع تو ظاہر ہے حاجت بیان نہین۔ باطن کا اتباع یہ ہے کہ اُسکے باطن مین بجز خدا اور اُسکی محبت کے کوئی غرض کوئی مطلب نہ ہو؛

روز جمعہ اُنیسوین ربیع الاول سنہ ۱۰۱ھ

زمین بوسی کی دولت حاصل ہوئی صحابہ رضوان اللہ علیہم کے فضائل خصوصیات مین سلسلۂ سخن شروع ہو گیا۔ زبان مبارک پر

که صحابه کرام هر چهار علی الترتیب اقطاب مطلق بودند و علت درانکه فضائل از حضرت امیر المومنین علی
کرم الله وجهه بیشتر منتشر شده آنست که در زمان خلافت بنی امیه خوارج بسیار شدند سلف محتاج
بنشر فضائل اهل بیت شدند ازین جهت فضائل ایشان بیشتر در کتب ماند بعد سخن در تصرف و خوارق
افتاد فرمودند که خوارق در زمان اصحاب اینقدر نبود که بعد ازین پیدا شد چه لازم نهایت کمال آن
است که از دست منتهی تصرف نیاید مگر بحکم الهی و لهذا از پیغمبران بیخواست آنها ظاهر میشد
و از بعضی ها بمقتضاے وقت که کفار بانکار پیچیده بودند معجزه بظهور میرسید بے تصرف و خواهش
همدرین محل فرمودند که اولیا از کبائر محفوظ نیستند اگر از ایشان چیزے ازین باب ظاهر شود
احوال ایشان را حکم بر بطلان کردن جهالت است ملاحظه باید کرد که منزل ایشان دائم یا اکثر
در انند کدام است و درین میان احیاناً اگر بحکم بشریت چیزے صادر شود ایشان را در آن معذور
باید داشت همدرین محل فرمودند که اکثر مشائخ را در حین حیات مردم زندیق میگفته اند چنانچه

ترجمہ اردو

کہ خلفاء اربعہ بالترتیب اقطاب ہین اور اقطاب بہی مطلق اقطاب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل
وخصائل جو سب سے زیادہ دنیا مین مشہور و منتشر ہو گئے تھے تو اسکی بڑی وجہ یہ تہی کہ بنو امیہ کی خلافت کے زمانہ مین
خوارج بکثرت پہیل پڑے تھے۔ اس موقع پر سلف صالحین کو ضرورتاً اور سخت ضرورت تھی کہ اہل بیت کے فضائل کا تتبع کیا
جائے اسوجہ سے انکے فضائل کتابون مین بہت کچہ لکہے گئے اور ابہی بہت سے باقی بہی ہین۔ ازان بعد تہوڑی دیر تک
خوارق و تصرف مین گفتگو ہوتی رہی۔ فرمایا صحابہ کے زمانہ مین اس قدر خوارق کا وجود نہ تہا جتنا کہ اب ہے کیونکہ
کمال کی انتہا اور عروج کو لازم ہے کہ منتہی کے ہاتہ سے بالاستقلال کوئی تصرف ظاہر نہو۔ ہان حکم خدا سے احیاناً کوئی بات
ظہور پذیر ہو جائے تو یہ اور بات ہے یہی وجہ ہے کہ خدا کے اولو العزم پیغمبرون سے تصرف ظاہر ہوتا تہا۔ مگر انکی خواہش اور مرضی کے
مطابق نہین البتہ بعض پیغمبرون سے بتقاضائے وقت معجزون کا بہی اظہار ہوا ہے اور یہ وہ وقت تہا جبکہ پیغمبرون کی رسالت
کے مقابلہ مین کفار انکار اور انکار کے ساتہ اصرار کرتے تہے مگر ان معجزون کے ظہور مین بہی انکے تصرف و خواہش کو کسیطرح کا
دخل نہین ہوتا تہا۔ اسی موقع پر یہ بہی فرمایا کہ اولیا اللہ کبیرہ گناہون سے معصوم و محفوظ نہین ہین۔ تو اگر ان سے کوئی گناہ صادر
ہو جائے اولیاء اللہ کے زمرہ سے انہین خارج کرنا سراسر جہالت ہے بلکہ انکے اس مرتبے کو جس مین وہ اکثر یا ہمیشہ رہا کرتے ہین دیکہنا چاہئے کہ
کس درجہ کا مرتبہ رکہتے ہین اس صورت مین اگر تقاضائے بشریت ان سے کوئی گناہ کبیرہ صادر ہو جائے تو انہین معذور سمجہنا چاہئے

ذوالنون مصری را اما ذوالنون را بعد از موت قبول پیدا آمد چه از دنیا منزه بود اگر در دنیا میبود
یعنی بادشاه یا وزیر بادشاہے ہیچکس باوجود آن انکار که در حین حیاتش میکردند قبول
نمیکرد و بعد از موت هم از طعن مردم خلاص نمیشد و این همه اختلاف که در اصحاب بود علتش
همان است که بجهت منصب خلافت در دنیا بودند والا چندے از اصحاب که کوهها گرفته بودند
و بوضع فقیر زندگانی کرده اند هیچکس از انها سخن نمیگوید و سخن از اصحاب گفتن داخل دین
و ایمان هم نیست بسیارے از مومنان باشند که جز خدا و رسول را نمیدانند و در ایمان آنها
هیچ شبه نه ٭

جمعه دویم جمادی الاولی سنه مذکور

بمجلس عالی باریافت محرر سطور بحکم بعضی ضروریات شرعیه استرخاص سفر کرد پرسیدند کجا
میروی نظر بانماندگی و پست همتی خود که از دولت قرب دوری میگزیدم و از مجالس انس جدائے

ذوالنون مصری کی بابت ایسا ظہور مین آیا۔ لیکن جب ذوالنون کا انتقال ہوگیا تو انکی مقبولیت عام تمام لوگون
مین پہیل گئی۔ اور اسکی وجہ یہ تہی کہ انکا دامن دنیا کے لوث سے پاک اور منزہ تہا اگر انہین دنیا سے کوئی تعلق ہوتا
تو بادشاہ یا بادشاہ کا وزیر بلکہ کوئی شخص بہی باوجود اس انکار کے جو انکی زندگی کے زمانہ مین رکہتے تہے انکے
اوصاف کو انتقال کے بعد نظر قبول سے نہ دیکہتے اور وہ خود انتقال کے بعد لوگون کے طعن سے رہائی نہ پاتے
صحابہ رضی اللہ عنہم مین جو اختلاف پیدا ہوا اور ایک عرصہ تک رہا۔ اسکا سبب یہی تہا کہ وہ منصب خلافت کے قائم
کرنیکے لیے کچہ نہ کچہ دنیا سے تعلق رکہتے تہے۔ ورنہ بہت سے صحابی ایسے بہی ہو گزرے ہین جنہون نے جنگلون اور
پہاڑون مین بود و باش اختیار کی اور فقیرانہ زندگی بسر کی ہے۔ دنیا مین ایک شخص بہی ایسا نہین جو انکے بارہ مین
اختلاف رکہتا یا قیل و قال کرتا ہو۔ اصحاب کے بارہ مین قیل و قال کرنا یا انکے احوال کی تفتیش کرنا کچہ دین ایمان مین داخل
نہین ہے بہت سے مسلمان ایسے ہو گئے ہین اور اب بہی ہین جو خدا و رسول کے سوا کسیکو نہین جانتے اور انکے ایمان مین کچہ شبہ نہین

روز جمعہ دوسری جمادی الاولی سنہ ۱۰۱۱ھ

مجلس عالی مین باریابی کی اجازت حاصل ہوئی۔ کاتب حروف نے بعض ضروریات شرعیہ پیش آنیکی وجہ سے سفر کی اجازت چاہی
پوچہا تم کہان جاتے ہو مین کہ اپنی پست ہمتی اور کوتاہ نظری کیوجہ سے دولت قرب سے دوری اختیار کرتا تہا اور مجالس انس سے جدائی

سیحستم بلب ادب وزبان حسرت عرضہ کردہ شد کہ در بلا انواع شفقت و مہربانی فرمودند و کلمہ
چند بیکے از اہل دنیا کہ در اقران خود بنجیب کرداری موصوف بود در سفارش این ہرزہ گرد وادی
ندامت نوشتہ مندہ ۔ تے در بعد مکانی و مہاجرت صوری ازان دولت صوری و معنوی باقسام
محنت و ندامت بسر بردم درین مدت عرائض عبودیت آمیز از احوال دل بلا ستیز خود مرقوم
قلم نیازمندی رقم میساختم و بنظر حاضران مجلس گرامی در آمدہ بمطالعہ باریافتگان حضرت عالی
شرف مییافت ۔ روزے عنایت نامہ بندگان حضرت مخدومی حاجی شیخ عبد الحق کہ بامضامین
حقائق آمیز و کلمات نصائح انگیز نسخہ سعادت راعنوانے بود در رسید ۔ بنظر آن مکتوب کلمہ
چند از آثار کلک بدائع نگار حضرت ایشان بنظر تعطش اثر در آمد و حالتے بخشید کہ از حوصلہ کاغذ
قلم بیرون است مجملے از ذوق آن درین مصرعہ یافتہ میشود **مصرعہ** نہادم روے بر روے
وے و از خویشتن رفتم ۔ و آن کلمات حقائق آیات این است ۔

ؤ سہوندا تا تہا ادب کے لب اور حسرت کی زبان مین بولا کہ بلامین حضور نے طرح طرح کی شفقت و مہربانی ظاہر فرمائی اور چند
کلمے ایک دنیا دار کو جو اپنے ہمعصرون مین نیک کرداری کے ساتھ مشہور تھا اس ندامت کے جنگل مین حیران و پریشان
پھرنے والے کی سفارش مین لکھے ۔ غرضکہ ایک مدت بُعد مکانی اور مفارقت ظاہری مین جو اس دولت صوری و معنوی
سے حاصل ہوئی طرح طرح کی محنت و ندامت کے ساتھ بسر کی ۔ اس مدت مین بہت سے عبودیت آمیز عریضے جن مین اپنے
مصیبت زدہ دل کے احوال درج کرتا تھا ۔ قلم نیازمندی سے لکھکر حضور کی خدمت مین بھیجتا رہا ۔ جو مجلس گرامی کے
حاضرین کی نظر مین آتے اور حضور عالی کے مطالعہ سے شرف پاتے رہے ۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت مخدومی حاجی
شیخ عبد الحق کا عنایت نامہ جو حقیقت مین حقائق آمیز مضامین اور نصائح انگیز کلمات کا نسخہ سعادت بلکہ اسکا
عنوان تھا پہنچا ۔ خط کی پشت پر چند کلمے حضور کی قلم سے لکھے ہوئے نظر پڑے ۔ ایک ایسی حالت
اور وجد طاری ہوا کہ کاغذ اور قلم کے حوصلہ سے خارج ہے ۔ اس ذوق کا نمونہ مجملاً اس مصرعہ مین پایا
جاتا ہے ۔ **مصرع**

نہادم روے بر روے وی و از خویشتن رفتم

یعنی مین نے اپنا منہ اسکے منہ پر رکھا اور آپے سے باہر ہو گیا ۔ حضور نے جو کلمات حقائق آیات لکھے تھے یہ ہین ۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ هرچه نوشتنی بود در صحیفهٔ بندگان مخدومی مندرج است زیاده چه نویسم بارے فرصت و قوت بلکه وقت و نفس را غنیمت شمرده بمقتضاے آن زندگانی میباید کرد دریغ که این عاجز گرفتار قوت کار نمانده وگرنه بتوفیق الله درین دو روزه عمر دیوانه وار ماتم بازماندگی خود میداشت و زندگانی فداے این راه میکرد حق تعالی درین افتادگی نیز دردے و آشوبے کرامت فرماید که کار دو جهان خود را در قبضهٔ اقتدار او نهاده از مجموع گرفتاریها فراغے میابم آمین یارب العالمین۔ امید از آن برادر آنست که روے بر خاک بنهد و از براے حصول این آرزوے فقیر از خدا بخواهد که دُعَاءُ الْغَائِبِ لِلْغَائِبِ اَسْرَعُ اِجَابَةً آمده است۔ والدعا۔ بر دیده وران حقائق و اهل مذاق این جماعت پوشیده نیست که چه قدر فنا و تعطش و اخفا و بے تعلقی و مهجوری و احتقار وجود و رضامندی ازین کلمات مفهوم میشود مصرعه آشنا داند که این بیگانه نیست۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ[1]۔ جو کچھ لکھنا تھا بندگان خدومی کے خط مین لکھا گیا زیادہ کیا لکھون۔ ہان اتنا لکھتا ہون کہ فرصت اور قوت بلکہ وقت اور نفس کو غنیمت شمار کرکے اُسکے مناسب زندگی کرنی چاہیئے۔ افسوس عاجز گرفتار قوت کسی کام نہین ہی وگرنہ خداوندی توفیق سے اس دو دن کی عمر مین دیوانون کی طرح اپنی عاجزی اور سستی کا ماتم کرتا اور اپنی زندگی کو اس راہ مین قربان کر دیتا لیکن دعا ہی کہ حق تعالیٰ اس عاجزی مین بھی ایسا درد اور آشوب عنایت فرمائے کہ مین اپنے دین و دنیا کے کامون کو اُسکے قبضۂ اقتدار مین سونپ کر تمام گرفتاریون سے فراغت پا جاؤن۔ آمین یارب العالمین۔ امید ہے کہ تم ہمیشہ خاک مذلت پر عاجزی کا منہ رکھکر فقیر کی اس آرزو پر کامیاب ہونے کی خدا سے دعا مانگتے رہو کیونکہ دُعَاءُ الْغَائِبِ لِلْغَائِبِ اَسْرَعُ اِجَابَةً یعنے حدیث مین آیا ہے کہ غائب کی دعا غائب کے لیئے بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ باقی والدعا۔

اس گروہ کے اہل مذاق اور حقائق شناس پر روشن و واضح ہے کہ ان کلمات سے کسقدر فنا اور تعطش اور اخفا اور بے تعلقی اور مہجوری اور رضامندی اور اپنے وجود کی بے اعتباری سمجھی جاتی ہے مصرع

آشنا داند کہ این بیگانہ نیست

[1] اللہ ایمان والون کا حامی و مددگار ہے کہ اُنکو کفر کی تاریکیون سے نکالکر ایمان کی روشنی مین لاتا ہے ۱۲

یک شنبہ یکم صفر سنہ اثنی عشر والف

بسعادت حضور مشرف شد بر لفظ مبارک راندند کہ تا کجا رفتی و چون بودی و چہ آوردی جواب این کلمات اگرچہ بزبان قال چنین بود کہ تا بحد ضلالت رفتم و در تفرقہ بودم و ندامت آوردم. اما از ہیبت آن مقام بزبان حال ندامت بسوال اکتفا رفت و جز خاموشی جوابے دلپذیر روے نداد و مع ذلک در حضور آن بینای خفایا و دانائے ضمائر زبان حال را گویاتر از زبان قال دانستہ تحصیل حاصل نکردم از نظارہ آن جمال و مطالعہ شکستہ رنگی و اضمحلال نے انعکاس اشعہ انوار ذات کہ بر آئینہ پیشانی آن مظہر اسما و صفات میتافت دیدہ ہوشمند را خیرگی دستور شد و گریہ شادمانی در جوشش آمد خود را از حضور عالی بگوشہ کشیدم و سیلاب دیدہ مفارقت دیدہ را سر دادم بحدیکہ اگر یاران بمنع و زجر باز نمیداشتند بساحل صبر آشنا شدن دور مینمود ؎ گر کام دل بگریہ میسر شود ز دوست ✤ صد سال میتوان بتمنا گریستن ✤ وللہ الحمد والمنۃ

روز یکشنبہ یکم صفر سنہ ۱۰۱۲ھ

قدمبوسی کی سعادت اور حضوری کا شرف حاصل ہوا۔ زبان مبارک پر جاری ہوا کہ تم کہان تک گئے کیونکر رہے اور کیا لائے۔ ان باتون کا جواب، اگرچہ زبان مقال پر اسطرح جاری ہونیکو تھا کہ مین گمراہی کی سرحد تک گیا تفرقہ و پریشانی مین رہا ندامت لیکر آیا۔ لیکن اُس مقام کی ہیبت سے زبان مقال سے درگزر کرکے زبان حال پر بس کی گئی۔ اور بجز خاموشی کے کوئی معقول جواب حاصل نہین ہوا۔ اور باوجود اسکے ایک ایسے شخص کے حضور مین جو مخفی چیزون کو دیکھتا اور دلون کے بھیدون کو جانتا ہے مین نے زبان مقال سے زبان حال کو زیادہ بولنے والا خیال کرکے تحصیل حاصل کا ارادہ نہین کیا الغرض خواجہ کے جمال جہان آرا کے نظارہ سے اور آپکے چہرہ کے رنگ کی شکستگی اور اضمحلال کے دیکھنے سے اور انوار ذات کی شعاعون کے اس انعکاس سے جو اُس مظہر اسما و صفات کی پیشانی کے آئینہ پر درخشان اور تابان تھا چشم عقل مین خیرگی اور چکاچوند پیدا ہوئی اور گریہ شادمانی جوش مین آئی۔ انجام کار یہ عاجز حضور عالی کی نظرون سے اوجھل ہو کر ایک گوشہ مین چلا گیا۔ اور پرنم آنکھون نے آنسوؤن کی ندیان بہانے لگا اور بہانا تک رہا کہ اگر مجلس کے رفیق زجر اور منع کے سبب رونے سے باز نہ رکھتے اور تسلی اور دلدہی نکرتے تو صبر کے کنارہ سے آشنا ہونا دور اور نہایت دور تھا ؎ گر کام دل بگریہ میسر شود ز دوست ✤

؎ صد سال میتوان بتمنا گریستن ✤ یعنے اگر رونے کیوجہ سے دوست سے مقصد دل میسر ہو تو سو برس تک تمنا اور آرزو سے رونا چاہیئے۔

ترجمہ اردو

۱۲۶۹ صفحہ

که آن گریه قدری زنگ غفلت را که بر آئینه استعداد این گرفتار مضیق تعلقات که در ایام مهاجرت
نشسته بود یکنوع شست وشوئی داد و تیرگی صحبت اضداد و غبار هم نشینی این دیو خرد فریب که
عبارت از نفس اماره است چون قدرے فرو نشست خاطر نگران مجالست صوری و استماع
سخنان گرانمایه شد اما ازانجا که حضرت ایشان باشارات غیبیه دریافته بودند که بر رخ خلق
بسته بباید بود چه جائے این فقیر که اکثرے از مخلصان خواہان ہمین معنی بودند که بدستور سابق
در آنحضرت تنگبار گنجایش میداشته باشند صورت نمے بست لاجرم از کلمات حقائق آیات بیواسطه
کم استماع افتاد و بعضے ازان اشارات غیبیه که باعث وضع تجرد و مقتضی کم توجهی
بامر ارشاد و عدم پرسش احوال مسترشدان شد این است که بنقل صحیح و روایات ثقات
مسطور مے گردد۔ حضرت ایشان واقعه نسبت بخود دیدند که آخر آن این عبارت بود
فبقیت وحیداً طریداً فریداً و ہم چنین از وقائع دیگر روشن شد که منتسبان خود را

کہ ایام مفارقت مین اس گرفتار تعلقات کے آئینہ استعداد پر جو زنگ غفلت بیٹھ گیا تھا اس کو اس رونے نے
کسیقدر دھو دیا اور مخالفون کی صحبت کی سیاہی اور اس دیو خرد فریب کی ہم نشینی کا غبار (دیو خرد فریب سے ہماری
مراد ہے نفس امارہ) جو بیٹھ گیا تھا دور ہوگیا) غرضکہ قدرے اطمینان حاصل ہوا تو دل شیدا مین ظاہری ہم جلیسی اور
حضوری کے دقیع و بے بہا باتین سُننے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن اب اسوجہ سے کہ حضور خواجہ کو اشارات غیبیہ کے
ذریعہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ مخلوق کے رخ پر آمدورفت کا دروازہ بند کر دینا چاہیئے۔ اگرچہ اس فقیر نے اور فقیر تھا
کس گنتی مین بڑے بڑے مخلص دوستون مین سے اکثر لوگون نے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ بدستور سابق
حضور کی مجلس مین آمدورفت کی گنجایش پاتے رہین۔ لیکن یہ بات کسیکو نصیب نہین ہوئی ناچار
اب آپکے کلمات حقائق آیات کے سُننے اور بے واسطہ سُننے کا بہت کم اتفاق ہوا۔ اُن اشارات غیبیہ
مین سے جو وضع تجرد کے باعث اور امر ارشاد کی طرف کم توجہی کے مقتضی اور طالبون کے عدم پرسش کا
سبب ہوئے۔ بعض اشارات غیبیہ ذیل مین درج ہوتے ہین جو نقل صحیح اور ثقہ لوگون کے ذریعہ سے کاتب الحروف
تک پہنچے ہین۔ جناب خواجہ نے اپنی نسبت ایک واقعہ دیکھا جسکے آخر مین یہ عبارت مرقوم تھی فَبَقِیتُ وَحِیداً
طَرِیداً فَرِیداً۔ یعنے مین اکیلا تنہا منفرد باقی رہا اسیطرح اور واقعات سے یہ روشن ہوا کہ اپنے معتقدون

بہر جاے وبہر وضع مقرر باید فرمود از روی شفقت بتاکید فرمودند کہ چون فرمان و مرضی در ترک
مشیخت است یاران ما را متصدی تربیت خود ندانند و بہر جا خواہند در طلب مقصود پویند
مگر سہ چہار نفر کہ درین تکلیف داخل نبودند ازین معنی چون دلہاے امیدواران بغایت
شکستہ شد از انجا کہ وسعت کرم و مہربانی حضرت ایشان بود فرمودند کہ امر میکنیم کہ البتہ بروند
مقصود ازین گفتن ابرای ذمہ خود است چہ بعضے ترک تدریس و بعضے ترک تحصیل و بعضے ترک
روزگار کردہ بمحنت و شدائد فقر قرار دادہ بودند و در ایام ترک تصرف بیکی از مخلصان توجہ
فرمودہ بودند آخر ظاہر شد کہ مرضی اللہ نبودہ است متفکر شدند کہ مبادا این معنی از راہ لطف
الٰہی نباشد بعد از دو سہ روز چون محقق شد کہ سرہا و عنایتہا دران مندرج بود از ان
تفکر برآمدند و در جمیع جزئیات از خوردن و پوشیدن قولاً و فعلاً ہمچون برگ کاہی کہ بر رہگذر
باشد از خلاف مرضی لرزان و بر جادہ رضا و تسلیم ہمچو کوہ مستقیم بودند و این معنی در قرب

ترجمہ اردو

جو تم سے نسبت خاص رکھتے ہیں ہر جا پر اور ہر وضع پر مقرر فرمانا چاہیئے چنانچہ آپنے از روی شفقت بتاکید فرمایا
کہ جب خدا کا حکم اور اسکی مرضی ترک مشیخت ہیں ہے تو ہمارے رفیقون کو چاہیئے کہ ہمکو اپنی تربیت کا متکفل
نہ جانیں بلکہ جہان چاہیں طلب مقصود میں چلے جائیں لیکن تین چار آدمی ایسے ہیں کہ اس تکلیف میں داخل نہیں
ہیں۔ خواجہ کی اسبات سے امیدوارون کے دل بالکل ٹوٹ گئے چونکہ آپکی مہربانی اور کرم بہت وسیع تھا یاروں کو
دل شکستہ اور رنجیدہ دیکھکر فرمایا ہمین یہ حکم نہیں کرتا کہ تم لوگ میرے پاس سے ضرور ہی چلے جاؤ بلکہ اس کہنے
سے میرا مقصود اپنا بری الذمہ ہونا ہے کیونکہ بعضون نے درس تدریس کو چھوڑکر بعضون نے تحصیل علم کو ترک
کرکے بعضون نے روزگار کو خدا حافظ کہکر فقیری کی محنت و شدت میں رہنا اختیار کیا ہے۔ ترک تصرف کے زمانہ میں حضور نے
مخلص دوستون میں سے ایک شخص پر توجہ فرمائی تھی۔ آخرکار ظاہر ہوا کہ خدا کی مرضی نہیں ہے۔ آپ نہایت متفکر
ہوئے کہ مبادا یہ بات بطریق لطف الٰہی کے نہو۔ اسکے دو تین دن بعد جب ثابت ہوگیا کہ اس فقرہ میں خدا کی بڑی بڑی
عنایتیں اور بھید مندرج ہیں آپ کا سارا فکر جاتا رہا۔ آپ تمام جزوی اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں مثلاً کھانے
پینے پہننے میں کسی بات کے کہنے میں کوئی کام کرنے میں خدا کی خلاف مرضی سے اس پھول کی پتی کی طرح جو کسی عام
راستہ میں پڑی ہوئی ہو خائف و لرزان رہتے اور رضا و تسلیم کے طریقہ پر پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے تھے اور یہ باتیں

ایام رحلت قوی تر شده بود و پیش از ارتحال بچند گاه فرمودند که چنان دیده شد که کسی کلانے از
سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ فوت خواہد شد بعد ازین واقع بخاطر شریف رسید که جائے در نواحی شہر
دہلی باید اختیار کرد و ترک اختلاط خلق نمود چون عمر بآخر رسید ہمانجا مدفون شد درین باب بعضے
از مخلصان را استخارہ ہا فرمودند چون اجازت بر انصرام آن ارادہ فہم نشد ترک آن ارادہ
فرمودند و ازین صریح تر واقعہ دیدند که مضمونش این بود که برای عرضی که شمارا آوردہ بودند
تمام شد الحال سفر باید کرد و نزدیک ایام ارتحال فرمودند که طرفہ خوابے دیدہ شد
میگویند که قطب زمان مرد درین حین من قصیدہ غرا بغایت خوبی در مرثیہ خود میخوانم و
تعریفات عالی دران مندرج است و ہمدرین محل یا وقت دیگر بیکے از محرمان بتقریبی فرمودند که قطب
زمان دیگر است اما بعضے از صفات کامل ندارد و ما بصفات ممد او ئیم۔ الحق صفات حضرت ایشان
باتفاق ہمہ آشنایان خصوصًا یارانے که اکثر در ملازمت عالی بودند و در ایام سابق مطالعہ

زمانہ انتقال کے نزدیک اور زیادہ قوی ہو گئے تھیں آپ نے انتقال سے چند روز پیشتر فرمایا کہ ایسا
دیکھا گیا ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سے کوئی بڑا شخص فوت ہو گا اس واقعہ کے چند روز بعد دل مبارک میں آیا کہ شہر دہلی
کے اطراف میں کوئی جگہ اختیار کرنی چاہیئے چنانچہ ایسا کیا گیا اور اسکے ایجے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا گیا اور
جب آپکی عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو وہین دفن کیئے گئے۔ اس بارے میں بعضے مخلصون کو استخارہ کا حکم فرمایا۔ چونکہ اس
ارادہ کی تکمیل کی اجازت کسیطرح سمجھہ مین نہین آتی تہی لہذا آپنے اس ارادہ کو بالکل ترک کر دیا۔ اس سے زیادہ
ایک اور صریح واقعہ دیکھا جس کا مضمون یہ تہا کہ تم جس غرض کے لیئے بہیجے گئے تہے پوری ہو چکی اب تمہین سفر
کرنا چاہیئے۔ ایام انتقال سے کچھ پہلے آپ نے یہ بہی فرمایا کہ ایک عجیب و غریب خواب دیکھا گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ قطب زمان
مرگیا اس موقع پر مین نے ایک درد ناک قصیدہ نہایت خوبی کے ساتھ اپنے مرثیہ مین پڑھا جس مین اعلی درجہ کے اشعار کتنے درج ہین
——— ایسے موقع پر دوسرے وقت مین آپنے اپنے ایک راز دار سے کسی تقریب مین فرمایا کہ قطب زمان
اور شخص ہے لیکن وہ صفات کاملہ سے بعض صفت نہین رکہتا ہے اور ہم ان صفتون مین اسکے حامی و مددگار ہین۔
سچ یہ ہے کہ حضرت خواجہ کی صفات انتہا درجے کو پہنچ گئی تہی۔ تمام روشناس اور آشنا لوگ بالخصوص وہ رفقا
جو اکثر ملازمت عالی مین رہتے تہے اور پہلے زمانے مین اس نسخہ کمالات کا مطالعہ

آن نسخہ کمالات کردہ بہ نہایتی رسیدہ بود کہ بالاتر از آن درین وقت از کسی متصور نباشد ؎ بود آئینہ کہ عکس خورشید وجود ٭ جاوید در و بصورت اصل نمود ٭ عزیزے در ایام کم توجہای حضرت ایشان بامر ارشاد پرسیدہ کہ باعث بر اختیار این وضع تجرد چیست۔ فرمودند مارا مقامے نمایند چند گاہے انتظار رسیدن آن مقام است بعد از آن فوائد بیاران بیشتر خواہند رسید و الحال ہم آنانکہ بما متوجہ اند حضور و غیبت ما نسبت بایشان یکسان است اکار خود باشند غیبت و عدم پرسش ما منافی ترقیات ایشان نیست لیکن آنکہ ما شیخ و مرشد باشیم و با ختیار ما شود از میان برخاستہ است باز آن عزیز پرسید کہ لوازم و آثار آن چیست و وقت رسیدن بآن چیست فرمودند وقت آن بعد از آنکہ عمر ما بچہل سال برسد و لوازم آنکہ ہر کہ بیند سجدہ کند۔ چون سن شریف حضرت ایشان بچہل رسید رخت اقامت ازین سرای فانی بستند و بدار الملک باقی خرامش فرمودند ؎ درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است ٭ زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است ٭ ٭ ٭ ٭

ترجمہ اردو

کر چکے تھے بہ متفقہ الفاظ میں کہتے تھے کہ آپ کی صفات کمالات عروج کی چوٹی کو پہنچ گئی ہیں اور اسوقت میں ان جیسے صفات کا پیدا ہونا متصور نہیں ہے ؎ بود آئینہ کہ عکس خورشید وجود ٭ جاوید در و بصورت اصل نمود ٭ جس زمانہ میں حضرت خواجہ کو طالبوں کے امر ارشاد کی طرف سے کم توجہی تھی ایک عزیز نے دریافت کیا کہ اس وضع تجرد کے اختیار کرنیکا سبب کیا ہے فرمایا ہمیں ایک مقام دکھایا گیا ہے اور ہم چند روز اوس مقام تک پہونچنے کے منتظر ہیں اسکے بعد بہت سے فوائد یاروں کو پہونچینگے۔ فی الحال جو لوگ دل سے ہماری طرف متوجہ ہیں انکے نزدیک ہمارا حاضر و غائب ہونا یکساں ہے وہ اپنے کام میں لگے رہیں اور عمل میں کوشش کریں ہماری غیبت اور بے پرسشی اُن کی ترقیوں کے مخالف نہیں ہے۔ لیکن چونکہ ہم شیخ اور مرشد ہیں اور عدم پرسش ہماری اختیار سے واقع ہوئی تھی لہذا وہ درمیان سے اُٹھ گئی پھر اس عزیز نے پوچھا کہ اوس مقام کے لوازم و آثار کیا کیا ہیں اور وہاں تک پہونچنے کا وقت کس قدر فرمایا وہ وقت اس کے بعد پورا ہوگا کہ جب ہماری عمر چالیس برس کی ہو جائے گی اور اس کے لوازم و آثار یہ ہیں کہ جو شخص دیکھیگا سجدہ کریگا۔ چنانچہ جب حضرت کا سن شریف چالیس برس کو پہنچ گیا تو آپنے اس سرائے فانی سے کوچ کی طیاری کی اور ہمیشہ کے دار الملک میں جلوہ فرما ہوئے ؎ درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است ٭ زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است ٭ یعنی اس باغ میں بہار اور خزان دونوں بغلگیر ہیں۔ زمانہ جام ہاتھ میں لیے ہوا اور جنازہ کاندھے پر

برعمِ بعضے از مخلصان تعبیر این واقعہ سخن حضرت الیشان است کہ قریب بایام رحلت مبشر مود ندکہ درین ایام مارا از جمیع سلاسل رخصتہا شد و ہر کس از مسلمانان ہر جا باشد . باشارت کریمہ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا از ما ہوئی فائدہ سیرسد خواہ دانند یا ندانند واللہ اعلم

بتاریخ پانزدہم شہر جمادی الاخر سنہ ۱۱۱۲ ہجری

با وجود بیماری ہائے مزمنہ دیرینہ کہ لنظر بظاہر صحیح مینمو دند تپے ہیز لاحق شد و این مرض آخر بود ہم درین مرض مبشر مودند کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ بخواب آمدند و عنایت بسیار فرمودند و دراخر امر کردند کہ پیراہن بپوشید این واقعہ را فرمودہ تبسم کردند . و فرمودند اگر زندہ مانیم ہم چنین بکنیم و الا کفن ہم پیراہن است و قبل این مرض روزے بیکے از ازواج طاہرات فرمودند کہ چون عمر من بچہل سال برسد مرا واقعہ عظیم پیش آید و براے تفہیم وے بنشتہ بطریق طیبت آمدہ کف دست خود را نمودند و فرمودند این خطے کہ در دست من است علامت آنست اہل خانہ باستماع این خبر بنیاد وحشتی کردند

بعض مخلصوں کے خیال میں اس واقعہ کی تعبیر وہی سمجھہ میں آئی جو حضرت زمانہ انتقال سے کچہ دنوں پیشتر فرماتے تھے کہ ان دنوں میں ہم کو تمام سلسلوں کی طرف سے اجازتیں حاصل ہوگئی ہیں تو مسلمانوں میں سے جو شخص جہاں کہیں بھی ہوگا - اس آیت کے مطابق لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا ہم سے اسکو کچہہ فائدہ پہنچیگا خواہ وہ ہمیں جانتا ہو یا نہ جانتا ہو واللہ اعلم

پندرہوین جمادی الآخر سنہ ۱۱۱۲ ہجری

اگرچہ حضرت خواجہ طرحطرح کی پرانی بیماریوں میں مبتلا تھے لیکن بظاہر صحیح اور تندرست معلوم ہوتے تھے لیکن آخر میں ان امراض کے ساتھ تپ دائم بھی لاحق ہوگئی تھی اور یہی آپ کا مرض وفات تھا اسی مرض میں آپ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ خواب میں تشریف لائے بہت سی عنایتیں اور مہربانیاں ظاہر فرمائیں اور چلتے وقت حکم کیا کہ کرتہ پہنو - آپ نے اس واقعہ کا ذکر کر کے تبسم کیا اور نہایت خوشنما مسکراہٹ کے ساتھ ارشاد فرمایا اگر ہم زندہ رہے تو ایسا ضرور کرینگے ورنہ کفن بھی اسی طرح کا کرتہ ہے - اس مرض سے کچہ دنوں پہلے آپ نے ایک دن اپنی ازواج طاہرات میں سے ایک بیوی سے فرمایا کہ جب ہماری عمر چالیس برس کو پہنچ جائگی تو ایک عظیم الشان واقعہ پیش آئیگا اور آپ نے بیوی صاحبہ کے سمجھانیکے لیئے بطریق خوش طبعی اپنی ہتھیلی انہیں دکھائی اور فرمایا یہ خط کہ میرے ہاتہہ میں ہے اسکی نشانی ہے - اس وحشت اثر خبر کے سننے سے تمام گہر کے لوگ وحشت میں آگئے

سلہ جس قدر مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے سبھی تو خوشی اور ناخوشی دونوں حالتوں میں خدا کو سجدہ کرتی ہیں ۱۲

فرمودند کہ چہل سال اندک بنسبت کسی تا چہل سال زندگانی بکند کم است باز برای تسلی خاطر آن
فرمودند کہ آن خطرا وصل ہم کردہ اند و عادت شریف حضرت ایشان آن بود کہ ہرگاہ سخنے از عالم
کشف یا خارق عادات سیفرمودند بخود نسبت نمیکردند البتہ حوالہ بچیزے سیفرمودند چنانچہ در فصل آخر
مثالہا نمودہ آید انشاء اللہ تعالیٰ و قبل ازین مرض بیک ہفتہ صریح تر ازین از انتقال خود خبر
دادہ بودند و آنچنان بود کہ ولی نعمت ظاہر کہ در عالم اسباب حق سبحانہ مفاتیح ارزاق جمعے کثیر
از بندہا بخود را بدست وے دادہ و او را بحسب و نسب از سیادت و سخاوت بہرہ مند گردانیدہ
لا زال فی الشرف والمجد کاسمہ فرید ا طلب حضور جماعتی کردہ بودند و داعی نیز داخل
آن جماعت است عزیزے از قبیل محرر عرضہ کردہ کہ او را بعلت مطالبہ بلشکر باید رفت فرمودند
چند روز جائے نرود کہ آخرہائی بازار ماست و ظاہرا کار ما بآخر رسیدہ است و از ما امیدوار منافع
باشد و این منافع باوجود القدر بے توجہی در باب مسترشدان داشتند خالی از غرابتے نبود۔

فرمایا کہ چالیس برس کچھ تہوڑے نہیں ہوتے ہیں جو شخص چالیس سن تک زندگی کرے کیا اُسکے لیئے یہ کم زمانہ ہے پہر آپنے گہروالونکی
تسلی خاطر کے لیئے فرمایا کہ گہبراؤ نہیں وہ خط ملا ہی دیا گیا ہے اور آپکی عادت شریف ایسی واقع ہوئی تہی کہ جب عالم کشف
یا خارق عادت کے طور پر کوئی بات فرماتے تو اُسے اپنی طرف نسبت نہیں کرتے بلکہ کسی اور چیز کی طرف حوالہ فرماتے تہے جیسا کہ
آخر کی فصل میں اس قسم کی بہت سی مثالیں بیان کی جائینگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مرض وفات سے ایک ہفتہ پہلے آپنے اپنے
انتقال کی خبر اس سے زیادہ واضح اور کہلے ہوئے لفظوں میں دی تہی اور یوں فرمایا تہا کہ وہ ظاہری ولی نعمت جس کے
ہاتہمیں خدا نے عالم اسباب میں اپنے بندوں میں سے ایک جماعت کثیر اور جمع غفیر کے رزق کی کنجیاں سونپی نہیں اور اسکے
حسب و نسب کو سیادت و سخاوت سے بہرہ مند کیا تہا لَا زَالَ فِی الشَّرَفِ وَالْمَجْدِ کَاسْمِہٖ فَرِیْدًا وہ اپنے نام کیطرح عزت اور
بزرگی میں ہمیشہ منفرد رہا۔ اس واقعہ کے بعد حضور نے مخلصین کی ایک جماعت کو طلب فرمایا اور بندہ بہی اس جماعت میں داخل
تہا ایک عزیز نے میر لطیف سے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اسکو یعنی کاتب حروف کو کسی مطالبہ کی غرض سے لشکر میں جانیکی
ضرورت ہے فرمایا چند روز تک کہیں جانا نہ چاہیئے کہ اب ہمارے بازار کی رونق آخر ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا کام
تمام ہونیکے قریب پہنچگیا ہے تو اس آخری زمانہ میں آسے ہماری طرف سے بہت سی منفعتوں کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ کاتب حروف
عرض کرتا ہے کہ حضور خواجہ کا باوجود اسقدر بے توجہی کے جو اس زمانہ میں آپکو طالبوں کے بارے میں تہی اسقدر فیض کو سنکر منع کرنا

شنبه هفتدهم جمادی الاخری سنه ۱۲ ہجری

بطفیل صحبت حضرت مخدومی ملاذی حاجی شیخ عبدالحق سلمہم اللہ بمجلس عالی بار یافت فرمودند کہ شب گذشتہ اوضاع بدن بغایت برہم زدہ شد و حالت نزع بظہور رسید و تا نیم شب این چنین بود اما بعنایت اللہ آخر آرامے حاصل شد اگر مردن عبارت ازین ہست چہ نعمتی بودہ است کہ از ان حال برآمدن خوش نمی آمد و بہمدرین بیماری وصیتکہ کردند این بود کہ ملکیت یک دو کتاب با شبہ گونہ بود فرمودند کہ آنہا را بصاحب شان الفرستند ہرچند بہبہ شرعی آنہا مقبوض و مملوک بودند و مرائی کہ از حضرت ایشان ماند از نقود یک روپیہ و از اجناس چند کتابے و اسپے و فرشی و طریقہ کہ در مسترشد آن معمول است

گر جان من اندر سر و کار تو شود ؛ مہر تو بمیراث و ہم خویشان را ؛

شام پنجشنبہ بست و سوم ماہ مذکور

خیلگی صحیح و خورم بودند چنانچہ عصائی بدست گرفتہ بپای فلک فرسا سے خود از جائے کہ بودند

روز شنبہ سترہویں جمادی الاخری سنہ ۱۲ اہجری

حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق سلمہ اللہ کے طفیل سے مجلس عالی میں باریابی کی اجازت پائی فرمایا کہ گذشتہ رات کو اوضاع جسم میں انتہا درجہ کی برہمی پیدا ہوئی اور جان کنی کی سی حالت ظہور میں آئی آدھی رات تک تو برابر یہی کیفیت رہی لیکن آخرکار عنایت الٰہی سے آرام و اطمینان حاصل ہوا سو اگر مرنا اسی سے عبارت ہے تو یہ ایک ایسی عمدہ نعمت ہے جس سے باہر آنے کو جی نہیں چاہتا اسی بیماری میں آپ نے ایک وصیت بھی کی تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ کی ملکیت میں ایک دو کتابیں تھیں مشتبہ فرمایا ہر چند کہ شرعی ہبہ کی وجہ سے وہ میرے ملک اور قبضہ میں تھیں لیکن اب انہیں انکے مالک کو واپس کردو۔ آپکے بعد جو آپ کی میراث باقی ہے وہ ذیل کی چند چیزیں تھیں نقدی میں ایک روپیہ اجناس میں چند کتابیں۔ ایک گھوڑا ایک معمولی فرش۔ ایک شجرہ طیبہ جو طالبوں کا معمولی ہوا ہے ؎ گر جان من اندر سر کار تو شود ؛ مہر تو بمیراث و ہم خویشان را ؛

پنجشنبہ کی شام جمادی الاخری کی تیئیسویں تاریخ سنہ ۱۲ اھ

کو آپ نہایت خورم و شادان اور تندرست تھے چنانچہ دست مبارک میں عصا لیے ہوئے اپنے قدموں سے جس جگہ تشریف رکھتے تھے وہان سے

بجائی دیگر تشریف بردند و بفرح و شادمانی در خانه که مشرف بر دریا بود و ہوائے مخالف درو سرایت داشت نشستند و نماز شام را بایما گزاردند و پوششہا کہ ہمیشہ در ایام بیماری میپوشید کم کردند و مثنوی مولوی معنوی بآواز بلند میخواندند و باخود زمزمہ داشتند مخلصانیکہ بتعہد خدمت و تیمارداری مخصوص بودند از مشاہدۂ این حال متحیر بودند بعضے از حاضران از غوامض علوم حقیقتہا میمودند شخصے از حاضران پرسید کہ آنچہ در قرآن مجید امر بایمان بغیب وارد شدہ آیا مختص بنسبت بعامہ مسلمین خواہد بود یا باہل مشاہدہ یعنے ایشان ایمان بشہود دارند فرمودند کہ نہ چنین است بل امر بایمان بغیب بنسبت بعوام در خواص است بیت ہر چہ نزد تو بیش ازان رہ نیست ؂ غایت فہم تست واللہ نیست ؂ تا پسے اخیر از شب جمعہ ماندہ بود کہ دل حضرت ایشان ضعف کرد بے خود شدند بعد از اندک فرصت بافاقتی کہ متضمن بشاشت وجہ بود بکمال قرار و آرام باز آمدند و چشمان مبارک وا کردند و تکلم از ینوقت تا قبیل وصال نفرمودند درین اوقات سکوت کہ ہمگی آن دوازدہ پہر بود

اور فرحت و شادمانی کے ساتھ اوس کمرے مین جہان سے دریا دکہائی دیتا تہا اور جس مین مخالف ہوا کچھہ سرایت رکہتی تہی بیٹہہ گئے مغرب کی نماز اشارونسے ادا کی بیماری کے زمانہ مین جو لباس جسم مبارک پر ہمیشہ آراستہ ہوتا تہا اس مین سے کچھہ کم کیا اور مولوی معنوی کی مثنوی باواز بلند پڑہنے لگے اور ساتہہ ہی زمزمہ مین آئے جو مخلص کہ خدمتگزاری اور تیمارداری کے ساتھ مخصوص ہے یہ کیفیت دیکہکر حیران تہے حاضرین مین سے بعض لوگ غوامض علوم مین سے بڑی بڑی تحقیقین حاصل کرتے تہے ایک شخص نے دریافت کیا کہ قرآن مجید مین جو غیب پر ایمان لانیکا حکم ہوا ہے تو کیا یہ حکم عام مسلمانون کی نسبت ہے یا اہل مشاہدہ یعنے ان لوگون کے لیئے صادر ہوا ہے جو شہود کے ساتھہ ایمان رکہتے ہین۔ فرمایا ایسا نہین ہے بلکہ غیب پر ایمان لانے کا حکم ان عام لوگون کو ہوا ہے جو خواص مین شامل ہین سے ہر چہ نزد تو بیش ازان رہ نیست ؂ غایت فہم تست واللہ نیست ؂ جمعہ کی پہلی رات کا تہوڑا حصہ باقی رہا تہا کہ آپکے دل پر ضعف غالب ہوا بیہوش ہو گئے اور تہوڑی دیر کے بعد جب ہوش مین آئے تو چہرہ مبارک پر خوشی اور تازگی کے آثار نمایان تہے کمال قرار و آرام کی علامتین نمودار تہین آنکہین مبارک کہلی ہوئی تہین جنکہ کوئی بات بے طمانیتی کی نہ تہی مگر اسوقت سے لیکر انتقال شریف سے کچھہ پہلے تک کوئی بات زبان مبارک سے نہین فرمائی۔ اس خاموشی کی اوقات مین جو قریب بارہ پہر تک ممتد رہی تہی —

هر چند ادویه مخالف طبع شریف میمالیدند اصلاً بچین ابروے متعرض نشدند همانا اثبات
حال رضا مرعی میداشتند چه قبل این حالت سکوت مخلصے بطریق دلسوزی گفت سبحان الله
چندین امراض سابق و لاحق بس نبود که سوزش درون هم بران افزود بزجر منعش کردند فرمودند
حق سبحانه مالک ملک خود است در ملک خود هر گونه تصرفے که میخواهد میکند دیگرے را دم زدن نمی
رسد و تا هنگام رحلت از آرام و قرارے که داشتند متغیر نشدند الا از آوردن طبیب هنود که آزار
روحانی راه یافت و صورت کراهتے ظاهر کردند و چینے بر ابروے مبارک پیدا آمد و روے از جانب
طبیب گردانیدند. خدمت خواجه حسام الدین احمد عرض کردند که برضاے والده حضرت ایشان
این گستاخی کرده شد والا مشرب عالی معلوم است که بآوردن طبیب هنود راضی نیستند از استماع
این سخن چین ابروے فراهم آمده برضی والده راضی شدند درین وقت یکی از مخلصان بتقریبے نام
الله العلمین گفت بسرعت جانب وے دیدند و سر مبارک را که بیقرار گذاشته بودند گردانیدند.

ہر چند کہ اُن دواؤن کا استعمال کیا جاتا تھا جو مخالف طبع شریف تھین لیکن آپ مطلق ناراض اور چین بجبین
نہین ہوتے بلکہ رضا بقضاء کی حالت کو نہایت ثابت قدمی کے ساتھ مرعی رکھتے تھے اور اسکی وجہ تھی کہ اس
حالت خاموشی سے پہلے ایک مخلص نے دلسوزی کے طور پر کہا تھا سبحان اللہ کیا اتنے سابق و لاحق امراض بس
نکرتے تھے جو یہ باطنی سوزش اُپر اور زیادہ کی گئی۔ آپنے اُسکو جھڑک دیا اور اس قسم کی بیہودہ باتون سے منع کرکے
فرمایا کہ خدا تعالی اپنے ملک کا مالک ہے اور اپنے ملک مین جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ دوسرے کو دم زدنی کی گنجایش
نہین غرض کہ انتقال کے وقت تک جو آرام و قرار موجود تھا اسمین ذرا بھی بدل نہین ہوا مگر ایک ہندو طبیب کے
لائے جانیسے آپکو نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی تکلیف پہنچی آپکے چہرے سے کراہت کے آثار نمایان ہوے اور ابروے
مبارک پر بہت سے بل پڑگئے۔ طبیب کی طرف سے فوراً مُنہ پھیر لیا اور غصہ کے آثار نمایان ہوے۔ خواجہ حسام الدین احمد
نے عرض کیا کہ یہ گستاخی جو ہم لوگون سے ظہور مین آئی حضور کی والدہ کی رضامندی کی وجہ سے ظہور مین
آئی۔ ورنہ ہمین آپکا مشرب عالی معلوم ہے کہ ہنود طبیب کے لائے جانیسے آپ ناراض ہین۔ اس بات سنتے ہی پیشانی
مبارک کے بل اُتر گئے اور اپنی والدہ کی مرضی پر راضی ہوگئے۔ اسی موقع پر ایک مخلص نے کسی تقریب پر اللہ العلمین کا
لفظ منہ سے نکالا آپنے نہایت سرعت کے ساتھ اسکی طرف دیکھا اور سر مبارک کو جو نہایت ہی بیقراری کی حالت مین تھا اُدھر پھیر

یکی از حاضران گفت و دید کہ باستماع نام محبوب چہ بشوق تحرک فرمودند ازین سخن آب در چشم حقائق بین گردانیدند اما بیرون نہ آمد۔

شنبہ بست و پنجم ماہ جمادی الثانیہ سنہ اثنے عشر والف

سعادت حضور حاصل شد واین انحصار حضرت ایشان بود از مخلصان ہر کہ مے آمد لحظہ بجانب وے میدیدند بتصرف نظر با اغماض عین رخصتش میکردند چون جامع مسودہ بنظر مبارک در آمد چیلکی متوجہ شدند و صرف نظر مدتے بجانب دیگر نکردند بخلاف عادت مکرر بکرر بچشم شفقت و مرحمت نگریستند۔ اللھم متعنا من برکاتہ حجۃ الاسلام حضرت مخدومی خواجہ حسام الدین احمد میگریستند بنظرہا کہ متضمن وداع باشد بجانب ایشان نگریستند و نظرات شفقت و مرحمت بر تفقد حال خیر آل ایشان کردند و برروے حضرت ایشان تبسمے و تعجبے چنانچہ عادت شریف درین امور بود ظاہر میشد یعنے عجب از شما کہ خود را در دائرہ درویشان میگیرید و طفلان وار درین معاملہ گریہ میکنید و بعنایت

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا دیکھو کہ محبوب کا نام سنکر کسدرجہ شوق میں آکر جنبش فرمائی ہے اس بات سے آپکی حقائق بین آنکھوں میں پانی بھر آیا اور آنسو ڈبڈبانے لگے۔

روز شنبہ پچیسویں جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ ہجری

حضوری کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وقت حضرت کی سکرات موت کا وقت تھا مخلصوں میں سے جو شخص حاضر ہوتا تھا آپ تھوڑی دیر اسکی طرف دیکھتے تھے اور پھر نظر پھیر لیتے تھے گویا آنکھ کے بند کرنیسے اسے رخصت کرنے کی طرف اشارہ فرماتے تھے جب کاتب الحروف نظر مبارک کے سامنے گیا انتہا سے زیادہ متوجہ ہوئے اور ایک عرصہ تک دوسری طرف نظر نہیں کی بلکہ بخلاف عادت مکرر سکرر شفقت و مہربانی کی آنکھ سے دیکھتے رہے اللھم متعنا من برکاتہ خداوندا تو ہمیں آپکی برکتوں سے متمتع کر۔ حجۃ الاسلام حضرت مخدومی خواجہ حسام الدین احمد زار قطار رو رہے تھے آپنے الوداعی نظروں سے انکی طرف دیکھا اور انکے حال خیر مآل پر شفقت و مہربانی کی نظریں ڈالیں اور جیسا کہ عادت شریف تھی کہ ان جیسے موقعوں تعجب ظاہر کرتے تھے خواجہ حسام الدین کی یہ کیفیت دیکھکر کبھی تعجب کرتے تھے کبھی تبسم فرماتے تھے گویا زبان حال سے اشارہ کرتے تھے کہ تم جیسے شخص سے تعجب ہے کہ اپنے آپ کو درویشوں کے دائرہ میں شمار کرتے ہو اور اسوقت بچوں کی طرح روتے ہو۔ اس کے بعد آپنے پہلے درجہ کی عنایت

دمرحمت تمام انگشتان دست مبارک در انگشتان ایشان درہم زدہ لختی وقت منعقد داشته وقت
ایشان بطرف خود کشیدند و در وقت بیماری اخیر ہیچ کدام از اصحاب کرام ورای ایشان بحضور عالی نبود
اگرچه خدمت میان شیخ الہداد نزدیک بودند لیکن از ضعف و بیماری که شیخ مذکور را از مشاہدہ ضعف
حضرت ایشان طاری شده بود درین مدت نتوانستند بمجلس عالی حاضر شد. شب و روز در ملازمت
حضرت ایشان خصوصا در ایام بیماری غیر از ایشان کسے نبود. القصه چون جا تنگ بود و یاران نوبت
می در آمدند باشارت لعزه که آنجا حاضر بودند بیرون آمدم حق سبحانه بطفیل آن نظرات و بحرمت صفائی
آن اوقات این آوارهٔ وادی ناکامی و بازیچهٔ طبیعت خامی را از سوء خاتمه نگاهدارد و درین زلات و جرائم
را که از ہمنشینی این اژدہاہاے خانه پرور و غول خود فریب که نفس و شیطان است سر میزند سد راه وصول
گرداناد بمنه وجوده. تمامی قصه آنکه از روز شنبه باقی مانده بود که بذکر اسم ذات بطریق جہر مشغول شدند
بعد از دو سه ساعت ہمین شیشهٔ کریمه بجوار رحمت حق پیوستند و بعالم قدس تمکن فرمودند **مثنوی**

و مہربانی ظاہر کرنے کے لیئے اپنے ہاتھ مبارک کی انگلیاں آنکی انگلیوں میں ڈالکر تھوڑی دیر تک انگلیاں گھلی
رکھیں پھر انکے ہاتھ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس اخیر بیماری کے وقت بجز خواجہ حسام الدین احمد کے اور کوئی
اصحاب کرام میں سے حضور عالی میں موجود نہ تھا۔ اگرچہ میاں شیخ الہداد ہمیشہ پاس رہتے تھے لیکن حضور کے شدت
مرض اور ضعف کے دیکھنے کی تاب نہ لاسکے اور انپر ایسا ضعف اور بیماری طاری ہوگئی تھی کہ اس موقع پر مجلس
عالی میں حاضر ہونیکی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ الغرض رات دن آپکی ملازمت میں خاصکر ایام بیماری میں بغیر
خواجہ حسام الدین احمد اور کوئی آپکے پاس نہ تھا مختصر یہ کہ چونکہ حضور پر سکرات طاری تھی اور مکان تنگ تھا یار لوگ یکے
بعد دیگرے آمد و رفت رکھتے تھے کمترین ان عزیزوں سے رخصت لیکر جو وہاں حاضر تھے باہر آیا۔ خدا تعالی ان نظرات
کے طفیل اور ان اوقات کی صفائی کی حرمت سے اس وادی ناکامی کے آوارہ کو سوء خاتمہ سے محفوظ رکھے اور ان
لغزشوں اور جرموں کو جو اس خانہ پرور اژدہا کی ہمنشینی اور خود فریب غول کی قربت سے کہ نفس اور شیطان ہیں
وقتا فوقتا اور آنا فانا سرزد ہوتے ہیں راہ وصول سے بند کرنے اور پھیر والا نہ کرے بمنہ وجودہ۔ پوری بات
یہ ہے کہ شنبہ کا کچھ دن باقی تھا کہ حضرت خواجہ اسم ذات کے ذکر میں بطریق جہر مشغول ہوئے۔ دو تین گھڑی پیچھے
ذکر جوار رحمت حق میں جا ملے اور عالم قدس میں تمکن فرما ہوئے **مثنوی**

درین صندل سرائے آبنوسی | گہے ماتم بود گاہے عروسی
چو بہر شادی و ہم جائے روبند | بجائے سر بجائے پائے کوبند

رباعی

کہ گفت کہ آن مایۂ امید بمرد | کہ گفت کہ آن دولت جاوید بمرد
آن دشمن خورشید برآمد بربام | پوشید دو چشم وگفت خورشید بمرد

اکنون اندکے از اطوار حضرت ایشان نسبت بعموم خلائق و تربیت بسترشدان در دو فصل بوجہ اختصار تمام کنم ؂

فصل اول در بیان بعضے از اطوار حضرت ایشان

طریقۂ حضرت ایشان بخلق اللہ این بود کہ ہر گاہ شخصے بملازمت گرامی مے آمد خود را بطور او میگذاشتند

درین صندل سرائے آبنوسی | گہے ماتم بود گاہے عروسی
چو بہر شادی و غم جائے روبند | بجائے سر بجائے پائے کوبند

رباعی

کہ گفت کہ آن مایۂ امید بمرد | کہ گفت کہ آن دولت جاوید بمرد
آن دشمن خورشید برآمد بربام | پوشید دو چشم وگفت خورشید بمرد

اب حضرت خواجہ کے کچھ تھوڑے سے وہ اخلاق و عادات لکھے جاتے ہین جو عامۂ خلائق اور طالبون کی تربیت سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اگرچہ آپکے اخلاق و عادات بہت کچھ ہین مگر مین بوجہ اختصار دو فصلون مین تمام کرتا ہون ؂

پہلی فصل خواجہ کے بعض عادات و اخلاق کے بیان مین

آپ کا خلق اللہ کے ساتھ برتاؤ یہ تھا کہ جب کوئی شخص ملازمت عالی مین حاضر ہوتا تو آپ اپنے تئین اُسکے طریقے پر چھوڑ دیتے۔ یعنی خود اُس کی عادت و رویہ کے تبع ہوجاتے

ترجمہ

وباندازۂ عزت او بذل جاہ میفرمودند و تعظیم علماء و سادات بسیار میکردند و اکثر ساکت
می بودند مگر برای استمالت زائر برابر سخن وی ہمانقدر که معرض جواب کافی میبود تکلم میفرمودند
مگر وقتیکه سخن در تصوف و وحدت وجود و محل اختلاف می افتاد خیلگی تنقیح میکردند چه آن محال
مغالطۂ افہام است تا کسی کج فہمی و مخالف مذہب صحیح فرا نگیرد۔ اگر از اہل عرف و تکلف میبود دو سہ
کلمہ عرفی بتکلف بلفظ می آوردند و بنوعی تازہ تازہ روئی میکردند که ہیچگونہ تکلفی یا کراہتی مفہوم
نمیشد و در آنحضرت ہرگز سخن دنیا یا ارباب دنیا یا اخبار عالم مذکور نمیشد مگر که حاجتمندی ہنگام عرض حاجت
خود چیزی ازین مقولہ میگفت یا امری از امور دین بآن متعلق میبود۔ و حتی الامکان در انجاح مہمات
مسلمانان خود را معاف نمیداشتند و بفعل و قول حاجات حاجتمندان را روا میکردند۔ و از حضرت ایشان
ہرگز سخنی که دلالت بر وجود قدرت کند ازین جماعہ کسی نشنیدہ مگر وقتی یکی از مخلصان که بظاہر در
مشغولیہا مبالغہ نداشت و جمعی از اصحاب طعن بروی میکردند بشکستگی و حسرت از کم توفیقی خود

اور اُس کی عزت سکے اندازہ پر بذل جاہ فرماتے تھے علماء اور سادات کی بہت تعظیم و توقیر کرتے اور بسا
اوقات ساکت خاموش رہتے تھے۔ مگر ہاں مہمان کا دل گرویدہ کرنیکے لیے برابر گفتگو کیے جاتے تھے یہانتک
کہ اُسے جواب شافی ملتا اور آگے کو بات کرنیکی گنجایش نہ رہتی۔ ہاں جب وقت تصوف میں یا مسئلہ وحدت وجود میں یا
کسی اور اختلافی مسئلہ میں گفتگو چھڑ جاتی تو آپ باین خیال انتہا درجہ کی تنقیح فرماتے تھے کہ وہ فہموں کے مغالطہ میں پڑنیکا
محل ہے مبادا کوئی شخص کج فہمی کرکے مذہب صحیح سے مخالفت نہ اختیار کر جاے۔ اور اگر کوئی شخص اہل عرف یا اہل تکلف میں
سے ہوتا تو دو تین عرفی باتین بتکلف زبان پر جاری فرماتے اور ایسی خندہ پیشانی اور تازہ روئی سکے ساتھ گفتگو کرتے
کہ کسیطرح کا تکلف یا کراہت سمجھی نہیں جاتی۔ آپکی مجلس میں دنیا یا اہل دنیا کی حکایتین یا جہان کی نیک و بد
خبرین کبھی مذکور نہیں ہوتی تھیں مگر ہاں جب کوئی حاجتمند اپنی حاجت عرض کرتے وقت امور بالا میں سے کچھ بیان کرتا
یا امور دینی میں سے کوئی امر اُسکے متعلق ہوتا تو اس صورت میں دنیا یا اہل دنیا کا ذکر ہوجاتا۔ آپ حتی الامکان مسلمانوں
کی حاجتیں پوری کرنیمیں جان و مال سے دریغ نہیں کرتے تھے اور حاجتمندوں کی حاجتوں کو قولاً و فعلاً غرض ہر طرح سے
روا کرتے تھے۔ اتنی بڑی جماعت میں سے کبھی کسی نے آپ سے ایسی بات نہیں سُنی جو وجود قدرت یا اظہار قدرت پر دلالت کرتی ہو
مگر ایک موقع کا ذکر ہے کہ آپکے مخلصوں میں سے ایک مخلص جو بظاہر مشغولی میں زیادہ مبالغہ نہ کرتا تھا اور اس کم مشغولی کی وجہ سے

وطعن یاران بعرض رسانید فرمودند هرطور میخواهی باش و از کدورت هستی طاعنان و نورانیت مرحی
آن مخلص فرمودند بخاطر میرسد که متوجه شده بکمترین ساعتے این شخص را بمرتبه بلند رسانیده شود
اما ضعف فرصت نمیدهد، هرگز این چنین سخن از ابتدا تا انتهاکسے از حضرت ایشان که تمام غرق
دریائے فنا و نیستی بودند نشنیده در وقتے بیکے از اخص خواص بنابر حکمتے میفرمودند هرگاه
که تعین خود را تصور میکنم در بحر فنا میابم و در خلا و ملا در دوام آگاهی و حضور و شهود حق میبودند
و اگر مکروہے شرعی از کسے میدیدند بشدت امر معروف نمیکردند، احیاناً چون ضرور میشد بکنایت
یا بتمثیل بنوعے میفرمودند که دلنشین مے میشد، و سبب نا کردن امر معروف آن بود که خود را از
سائر ناس میدانستند، میفرمودند که امر معروف بر علماء و اہل احتساب است روزے یکے از ازواج
مطہرہ نسبت بحضرت ایشان بے ادبی کردہ بود بارباب علم فرمودند که مسئله تحقیق کنید اگر در ایمان مے
بهتک حرمت ما فتورے رفته باشد تجدید نکاح کنم، شخصے عرض کرد اگر بعلماء کسے این چنین بے ادبی کند

ترجمہ اردو

اور یارون کی طعنہ زنی کی شکایت پیش کی۔ آپنے بہی کے لیے یہی فرمایا کہ توجس طرح رہنا چاہتا ہو رہ
زمان بعد آپنے طعنہ زنون کی کدورت ہستی اور اس غریب مخلص کی نورانیت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا جی مین آتا ہے
کہ اس شخص پر توجہ ڈالون اور ایک ادنیٰ ساعت مین اُس بلند مرتبہ پر پہنچادون جسکی کوئی انتہا نہ پاسکے لیکن کیا کرون
ضعف اتنی فرصت ہی نہین دیتا اسکے علاوہ کبہی کبہی حضور سے کہ ہمیشہ دریائے فنا اور نیستی مین غرق رہتے تھے ابتدا سے لیکر
انتہا تک کوئی ایسی بات نہین سُنی کبہی کبہی آپ اپنے کسی خاص مرید سے بطریق حکمت فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت مین اپنے
تشخص اور تعین کا تصور کرتا ہون تو اپنے دریا مین غرق پاتا ہون۔ آپ خلا ملا ظاہر باطن مین ہمیشہ آگاہی اور حضور
اور شہود حق مین رہتے تھے۔ اگر شرعی مکروہ یا کوئی ناپسندیدہ بات کسی سے ملاحظہ فرماتے تو سختی کے ساتھ امر معروف
نہ کرتے تھے اور جب کبہی ضرورت پڑتی تو کنایہ یا تمثیل کے پیرایہ مین ایسے طرز سے نصیحت فرماتے کہ سننے والے کے
دل مین آپ کی نصیحت بیٹھ جاتی۔ آپکے امر معروف نہ کرنیکا سبب یہ تہا کہ آپ اپنے تئین اوردون جیسا ایک آدمی جانتے
تھے اور فرماتے تھے کہ امر معروف علماء اور محتسبون کا کام ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے ایک بیوی صاحبہ سے آپکی نسبت کوئی
بے ادبی اور گستاخی سرزد ہوگئی تہی آپنے اہل علم کیطرف رجوع کرکے فرمایا کہ اس مسئلے کی تحقیق کرنی چاہیئے اگر
ہتک حرمت اور تقصیر کی وجہ سے ایمان مین کوئی خلل یا فتور پڑگیا ہو تو ہم دوبارہ نکاح کرلین۔ ایک شخص نے عرض کیا

حکمش چنین است فرمودند ما داخل علما نیستیم در کتاب ببینید کہ اگر مومنے ہتک حرمت مومنے کند
چہ لازم میشود و حکم آن چیست و سر موازجادۂ مستقیم و طریق قدم شریعت تجاوز نمیکردند
و عمل بروایات مفتی بہ مینمودند و از امور یکہ مظان شبہ بودے دران گنجایش میداشت بقول و فعل اجتناب
میکردند و آنقدر نظرہاے دقیق درین باب داشتند کہ عقل حیران میشد مثلاً اگر کارے میکردند
دران کار رعایت حقوق شرعیہ کما ینبغی مینمودند گاہے اطلاع بر اسرار آن عمل نمیشد بعد ازانکہ
کشف حقیقت آن اتفاق مے افتاد ظاہر میشد کہ نہایت مرتبہ رعایت تا ہمین قدر است و این چنین
میبایست مثلاً روزے نشستہ بودند وقت نماز در رسید مصلا طلبید اشتند شخصے از حاضران
کہ رشید خود را پیش آورد فرمودند کہ بر جامہ شما نماز گذاردن از ادب دور است بر زمین ادا کردند جامہ او را
نہ انداختند عاقبت ظاہر شد کہ این شخص بعد از وضو خشک رطوبتے از اعضاے مغتسلہ خود با آن
جامہ نموده بود و اگر کسے در ملازمت حضرت ایشان تخفیف مسلمانے میکرد چہ جاے غیبت بمجرد آنکہ

اُسکا حکم کیا ہے فرمایا ہم علما مین داخل نہین ہین کتاب مین یہ دیکھنا چاہیئے کہ اگر ایک مومن دوسرے مومن
کی ہتک حرمت کرے تو کیا لازم آتا ہے اور اُسکا حکم کیا ہے۔ آپ طریق مستقیم اور راہ شریعت سے سر مو تجاوز نہین
کرتے تھے اور مفتی بہ روایتون پر عمل کرتے تھے جن امور مین شبہ کی گنجایش ہوتی تھی اُنسے قولاً و فعلاً پرہیز کرتے
تھے۔ اور اسبارہ مین اسقدر تحقیق اور تدقیق کو کام مین لاتے تھے کہ عقل حیران ہوجاتی تھی۔ مثلاً اگر آپ کوئی
کام کرتے تھے تو اُس مین حقوق شرعیہ کی رعایت کما حقہ بجالاتے تھے۔ کبھی اُس کام کے اسرار پر اطلاع نہین
ہوتی تھی مگر اسکے بعد جب اُس عمل کے کشف حقیقت کا اتفاق پڑتا تو ظاہر ہوتا کہ مرتبہ رعایت کی انتہا یہانتک
ہی اور یہ ایسا ہونا چاہیئے تھا۔ مثلاً ایک روز بیٹھے ہوئے تھے نماز کا وقت آیا مصلا مانگا۔ حاضرین مین سے ایک شخص نے
اپنا پٹکا پیش کیا۔ فرمایا تمہارے کپڑے پر نماز ادا کرنی دور از ادب ہے۔ چنانچہ زمین پر نماز ادا کی اور
اُس کا کپڑا نہ بچھایا۔ انجام کار ظاہر ہوا کہ یہ شخص وضو کے بعد اپنے دھوئے ہوئے اعضا کی رطوبت
اسی کپڑے سے خشک کیا کرتا تھا۔ اگر آپ کے سامنے کوئی شخص کسی
مسلمان کی تخفیف بھی کرتا۔ چہ جائے کہ غیبت تو آپ
بمجرد اس کے کہ

این معنی از وے ہمی فہمیدند تعریف و توصیف آن مسلمان بسیار میکردند چنانچہ آنکس نیز از ارادہ تخفیف برآمدہ در توصیف مقوی حضرت ایشان میشد از شخصے انواع افعال قبیحہ صادر شدہ بود چنانچہ پدر و محضر کردہ بموجب قتل وے نوشتہ بودند لیکن قاضی حکم بقتل نکردہ بود عزیزے قبائح ویرا بتعجب و تعیب بحضور حضرت ایشان نقل کرد انواع شفقت و مرحمت بے ہیچ تعجبے دربارہ او فرمودند ناقل را از مشاہدہ این حال وجدے درگرفت کہ سبحان اللہ حضرت ایشان مخلوق و مقیداند ہرگاہ از حضرت ایشان اینہمہ شفقت و مرحمت ظہور میکند حق سبحانہ کہ ارحم الراحمین است وسعت رحمت او تا بچہ حد خواہد بود از غلبہ این نظر خندہ کرد و عرض نمود کہ ازینجا معلوم شد کہ گناہے پیدا نخواہد شد کہ کسی مستحق دوزخ شود با آن عزیز خطاب کردہ فرمودند شما مردم عزیزید شما را افعال قبیحہ وے در تعجب می آرد و ما کہ او را در مقابل نفس خود میداریم جائے تعجب نیست شخصے نقل کرد کہ صوفیان حضرت ایشان کار کم میکنند و مشقت در مشغولی ندارند فرمودند بیچارہا چہ کنند ما ہم ہیچ مشقتے درین امر نکردہ ایم چنانچہ ما مفت یافتہ ایم

ترجمہ اردو

اُسکی باتسے یہ مفہوم سمجھین اُس مسلمان کی تعریف و توصیف بیان کرنے لگتے۔ یہانتک کہ وہ شخص خود بھی ارادہ تخفیف سے پہلو تہی کرکے اُسکی تعریف و توصیف مین آپکا معین و مددگار ہوجاتا تھا۔ ایک شخص سے طرح طرح کے ناشائستہ افعال سرزد ہوتے تھے لوگوں نے اُسکے موجب قتل پر ایک محضر تیار کیا۔ اور سبنے اپنی اپنی گواہیان ثبت کین۔ یہان تک کہ اُسکے ماں باپنے بھی لیکن قاضی وقت نے ہنوز اُسکے قتل کا حکم نہین لگایا تھا ایک عزیز نے اُسکے نازیبا افعال کو نہایت تعجب اور اظہار عیب کے پیرائے مین حضور کے سامنے نقل کیا آپنے اُسکے بارہ مین بے کسی تعجب کے طرح طرح کی شفقت اور مہربانیون کا اظہار فرمایا۔ ناقل کو اس حال کے مشاہدے ایک عجیب طرح کے وجد نے بے حال کردیا۔ اُسنے باواز بلند کہا سبحان اللہ۔ خواجہؒ خدا کی مخلوق اور مقید ہین جب آپسے اس درجہ شفقت و مہربانی ظہور کرتی ہے تو حق تعالی کی وسعت رحمت جو تمام رحم کرنیوالوں سے بڑھکر رحم کرنے والا ہے کس درجہ ظہور کریگی۔ یہ کہکر اُسنے خواجہ کے غلبہ نظر سے خندہ کیا اور عرض کیا کہ یہانسے معلوم ہوا کہ کوئی ایسا پیدا ہی نہین کیا گیا جس کی وجہ سے کوئی شخص مستحق دوزخ ہو۔ خواجہ نے اُس عزیز کی طرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ تم پاک اور عزت دار آدمی ہو اس وجہ سے تمہین اُسکے افعال ناشائستہ دیکھکر بیشک تعجب آیا ہوگا۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ جب ہم اُسکو اپنے نفس کے مقابلہ مین دیکھتے ہین تو کچھ تعجب نہین آتا۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت کے معتقدین کام بہت

اینها هم صحبت اهل سنت یابند اگر از مرید بے تقریبے مشاهده میکردند یا می شنیدند تهمت بر خود
می بستند و میفرمودند که اثر بد صفتهائے ماست هرگاه در ما بدیها باشد این فقیران چه کنند هر چه
در ماست در ایشان پرتوے اندازد وقتے میان شیخ تاج که از خلفائے حضرت ایشان اند و در
سنبهل توطن دارند در باب یکے از سنبهلیان که خالی از جذبهٔ جنونی نبود شکایت گونه نوشته اند
که اهل سنبهل از مشاهده احوال و اوضاع وے زبان طعن دراز میکنند حضرت ایشان در جواب عریضه
میان شیخ تاج چنین نوشتند که دماغ خشکی شما اگر در باب شیخ ابابکر نموده بودند خواندیم این نوع چیزها مناسب
مقام شفقت و کارشناسی نیست اولیا از کبائر محفوظ نیستند نامراد بیچاره که روزے چند سلوک
طریق تصفیه کرده باشد از کجا محفوظ و معصوم شد تا خلاف چشمداشت از و ظاهر نشود خصوصا که در اصل
دیوانه و منحرف العقل باشد استقامت صفات از و نباید چشمداشت اگرچه بولایت برسد خدا داند
که در آنوقت چه نامعقول معقولش شده باشد و صورت صواب را از نظرش پوشیده باشد کار خانه

یہ لوگ بھی صفت حاصل کر لینگے۔ آپ کسی مرید سے کوئی ناشایستہ فعل دیکھتے یا سُن لیتے تو اُسکا الزام مریدین پر نہین
بلکہ اپنی ذات پر لگاتے اور فرماتے کہ یہ ہماری ہی بدکرداریون کا اثر ہے جب ہم مین ہی بُری صفتین موجود ہین تو یہ غریب
فقیر اچھی صفتین کہان سے پیدا کر سکتے ہین۔ جو بات ہم مین ہو اُسیکا پرتو ان پر پڑتا ہے۔ ایک دفعہ میان شیخ تاج نے جو آپکے
ممتاز خلیفہ تھے اور سنبھل مین توطن رکھتے تھے ایک سنبھلی کی جو جذبہ اور جنون سے خالی نہ تھا ایک طرح کی شکایت لکھی
کہ سنبھل کے باشندے اُسکے احوال و اطوار دیکھنے سے زبانِ طعن دراز کرتے ہین۔ آپنے میان شیخ تاج کے عریضے کے
جواب مین لکھا کہ تمنے جو شیخ ابوبکر کے بارے مین اپنی دماغ خشکی اور خیال مجنونانہ ظاہر کیا اُسے ہمنے پڑھا۔ اسطرح کی باتین
مقام شفقت اور کارشناسی کے مناسب نہین ہین۔ اولیاء اللہ کبیرہ گناہون سے محفوظ معصوم نہین ہین اور جب یہ
یہ بیچارہ نامراد جسنے چند روز سلوک طریق مین بسر کرکے کچھ تصفیہ حاصل کر لیا ہو وہ کیونکہ محفوظ و معصوم رہ سکتا ہے
تاکہ خلاف امید کوئی بات اُس سے ظاہر ہی نہ ہو خاصکر وہ شخص جو اصل مین دیوانہ اور منحرف العقل ہو ایسے شخص سے استقامت
صفات کی امید ہرگز نہ رکھنی چاہیئے گو مرتبہ ولایت تک ہی کیون نہ پہنچ جائے۔ واللہ اعلم اسوقت اُسے
کیا بات پیش آتی ہے کہ نامعقول اور غیر معقول بات اُسکے تصور مین معقول و مفہوم ہوجاتی اور صواب
کی صورت اُسکی نظرون سے پوشیدہ ہوجاتی ہے دیوانون کا کارخانہ

دیوانہا و بلہا است نمی بینید کہ تکالیف شرعیہ مربوط بالعقل است بالجملہ ہمہ را در مرتبہ اش معذور می باید داشت
و نظر بر فاعل حقیقی ے باید گماشت بل معیت وجود را باید دید ادب شناخت این است نفوس مختلف اند
بعضے امارہ بعضے مطمئنہ و بعضے درمیان کہ لوامہ میگویند آن ہمہ اگر از ذوی العقول باشند مطمئنہ
نفوس اولیا است ارباب نفوس امارہ را نیز معذور می باید داشت بل بنظر لطف وعنایت دید در ہر کار سے
مطابق لعہ ہا ے جمیل بکار باید برد و طعن از اہل سنبل را نیز انکار نمی باید کرد بل بنظر رحم در ایشان
باید دید کہ از استقامت عقل بر آمدہ اند و شیوہ نفوس را فراموش کردہ - از عاجزے یک گناہ بکنند حکم
بر بطلان او چرا کنند و مجموع امور را بر تلبیس چرا حکم فرمایند - الحمد للہ والمنۃ کہ ملامت نصیب اولیاست ما خود
در ظہور این امور طریقے دیگر داریم - ہر گاہ ملامتے میرسد در خود مے نگریم و یک بد صفتے در خود میبابیم و
این اشارات را موعظت غیبی میدانیم چنانکہ درین مادہ نیز در خود نفاقہا و تلبیسات یافتیم و التجا
بحضرت کریم آوردیم کہ انشاء اللہ تعالی مرتفع شود یارے بگوئید کہ از ملامت سنبولیان چہ ضرر لاحق خواہد شد

ایک اور ہی کارخانہ ہے - کیا تم نہین دیکھتے کہ تکالیف شرعیہ عقل کے ساتھ وابستہ ہین - دیوانے لوگ مکلف بشرع
نہین ہین - الغرض ہر ایک شخص کو اُسکے مرتبہ مین معذور رکھنا اور فاعل حقیقی پر نظر گڑونا چاہیئے بلکہ معیت
وجود کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا مناسب ہے ادب شناسی یہ ہے اور ایسے پر آدمی کو عمل کرنا چاہیئے - آدمیون کے نفوس
مختلف ہین بعض امارہ - بعضے مطمئنہ - بعضے لوامہ مطمئنہ نفوس اولیاء اللہ کے نفوس ہین اور نفوس امارہ
اور لوامہ دنیا دارون کے - جو لوگ نفوس امارہ رکھتے ہین اونکو بھی معذور رکھنا چاہیئے بلکہ لطف وعنایت کی
نظر سے دیکھنا اور اونکے ہر ایک کام مین قیاس نیک کرنا چاہیئے - اور سنبلیونکے طعن کا بھی انکار نکرنا چاہیئے بلکہ مہربانی
کی نظر سے انہین دیکھنا مناسب ہے کیونکہ وہ استقامت عقل سے خارج ہین اور انہون نے شیوۂ نفوس کو فراموش کردیا ہے اگر کوئی
عاجز ایک گناہ کا مرتکب ہوجائے تو اُسکے تمام کامونکے بطلان کا کیون حکم کیا جائے اور سب امور کو تلبیس پر کیون محمول
کیا جائے - خدا کا شکر واحسان ہے کہ ملامت وطعن اولیاء اللہ کا حصہ ہے ہم خود ان باتونکے ظاہر ہونے مین دوسرا طریقہ رکھتے
ہین جب کوئی ملامت کرتا ہے تو ہم اپنے آپ کو دیکھتے اور کوئی نہ کوئی بُرائی اپنے مین پاتے ہین پہر ہم اس سے ناراض نہین
ہوتے بلکہ اُسے موعظۂ غیبی جانتے ہین چنانچہ اس خاص موقع مین بھی ہم نے اپنے مین نفاق وتلبیس پاکر خدائے کریم کی
بارگاہ مین التجا کی امید ہے کہ خدا اُسے ہم سے دور کردے - بہلا یہ تو کہو کہ سنبلیون کی ملامت اور طعن آمیز باتون سے ہمین

عبادت را قبول نخواہد بود یا صفائی توجہ و طرف خواہد شد یا رد درگاہ خداوندی خواہد شد چہ خواہد شد ؎

معشوق تر و بر سر عالم خاک ؛ انتہی کلامہ قدس سرہ۔

روزی عزیزے از مخلصان شکایت حال خود را در ملازمت حضرت ایشان نمود کہ مرا حالی پیش آمدہ ہر چند میدانم کہ دیگران بہ ازین احوال دارند ولیکن نفس من بدان مغرور شدہ است با وجود آنکہ استغفار میکنم آن عجب و غرور از من نمیرود و یکے از صوفیان در ملازمت عالی نشستہ بود فرمودند این مرد نیز بطور شما گرفتار ہمین حال است از وی علاجی بپرسید آن عزیز عرض کرد کہ ہر دو بیمار علاجے کہ ایشان ہمین خواہند کرد چہ خواہد بود فرمودند شما مردم عزیزید حاصل ما دارید لاجرم چیزہا در خود مے بینید ما کہ ہیچ نداریم ہیچ نمے بینیم بچہ چیز ما را عجب شود آن عزیز گوید کہ از استماع این سخن نزدیک بود کہ تار و پود ہستی من بگسلد تا بعجب و خود بینی چہ رسد دیگر ہرگز گرفتار آن گونہ عجب نشدم۔

؎ ساقیان لجہ او چون شراب اندر دہند ؛ ہوش گوید گوش را ہان ساغری کن ساغری ؛

کیا ہماری عبادت قبول نہوگی یا توجہ کی صفائی برطرف ہو جائیگی یا بارگاہ خداوندی مین ہمارے کام مردود ٹھیرینگے یا کیا ہوگا ؎ معشوق ترا و سر سرِ عالم خاک ؛ یہان تک حضور خواجہ کا کلام پورا ہو گیا۔

ایکدن کا ذکر ہے کہ خواجہ کے مخلصون مین سے ایک عزیز نے اپنے حال کی شکایت آپ سے بیان کی کہ مجھے ایک عجیب وغریب حال پیش آیا ہے ہر چند کہ مجھے یقین ہے کہ اَورون کو اس سے بہتر و برتر احوال پیش آتے ہین لیکن میرا نفس اُس سے یہان تک مغرور ہوا ہے کہ با وجودیکہ بار بار استغفار کرتا ہون لیکن عجب وغرور مجھسے دور نہین ہوتا۔ اس موقع پر ایک اور صوفی بھی ملازمت عالی مین حاضر تہا خواجہ نے اُسکی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص بھی تمہاری طرح ایسے ہی حال مین گرفتار ہے اس سے اپنا علاج دریافت کرو اُس عزیز نے عرض کیا کہ جب ہم دونون بیمار ہین اور ایک ہی طرح کے مرض مین گرفتار ہین تو مجھے اس کا علاج کس طرح سودمند ہو سکتا ہے خواجہ نے فرمایا۔ اصل بات یہ ہے کہ تم دونون عزت و بزرگی رکھتے ہو اور ساتھ ہی کمال بھی یہی وجہ ہے کہ اسطرح کی باتین اپنے مین دیکھتے ہو چونکہ ہم کسی طرح کا کمال نہین رکھتے اپنے مین کچھہ دیکھتے ہی نہین پھر ہمین کس چیز پر عجب وغرور حاصل ہونے لگا۔ وہ عزیز کہتا ہے کہ جون ہی یہ بات خواجہ کی زبان مبارک سے نکلکر میرے کان مین پہونچی عجب وخود بینی تو الگ رہی قریب تہا کہ میری ہستی کا تانا بانا اوکہڑ جاتا

روزے یکی از متفقهان بیخبر کہ خود بشرع عادات مقید نبود بر حضرت ایشان زبان اعتراض دراز کرد بعضے دنلہائے ناحسان وبیجا براوضاع ولباس مرضیہ میکرد وحضرت ایشان تحسینش میکردند میفرمودند کہ مثل شما در عالم کمتر کسے یافتہ میشود میباید کسے شمارا ہمیشہ باخود میداشتہ باشد چہ خوب کسے بود آہ درین مدت مارا بمثل شمائے ملاقات نشدہ ہرچند تواضع میکردند او در اعتراضات قوی تر میشد اصلاً بوئے اظہار گرانی نہ کردند و کجخلقی کار نفرمودند باوجودیکہ ریش تراشی بود ومردے نبود کہ در ہیچ فرقہ اعتبارے داشتہ باشد عزیزے از دانشوران عہد بوے گفت کہ ازخدا بیخبر تو چہ دانی کہ علم شرائع چیست برو وبکتاب رجوع کن یعنے ہرگز از اولیا خلاف کتاب نیاید خصوصاً از مثل حضرت ایشان کہ از ارباب صحو اند صحابے کر فرمودند درین جہہ زبان وجود اینچنین مردم غنیمت است ہمدرین محل طعامے درمیان آمد اورا باخود شریک کردند وانواع شفقت ومہربانی فرمودند چون تمام خالی شدند اعتراضات اورا از وے کتابہا مفتی بیجواب شوند بعد ازان تا امروز آن متفقہ پیدا نشد گویند از شہر برآمد و روش حضرت ایشان شبہا در ایام

ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک بیخبر فقیہ جو خود شرعی باتون کا پابند نہ تھا حضور خواجہ پر لگا اعتراض کرنے اور آپ کے پسندیدہ لباس اطوار پر نا معقول بیجا طعن کرنے۔ اُدہر سے اعتراضات بیجا کی بوچھاڑ تھی۔ اور حضور خواجہ تھے کہ آپ کی تحسین تصویب فرمارہے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ آپ جیسا عالم دنیا مین بہت کم پایا جاسکتا ہے وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جو تم جیسے شخص کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اتنی مدت مین ہمکو تو تم جیسے عالم سے ملاقات ہوئی نہین الغرض آپ جسقدر عجز و تواضع ظاہر کرتے تھے اُسیقدر وہ اعتراضات مین چیرہ دستی کرتا تھا مگر ایسے خواجہ کے تحمل و برداشت کا ایک اعلے درجہ کا نمونہ کہنا چاہیے کہ آپنے غافل اور بیخبر فقیہ کی ان منہ زوریون کے مقابل مین ذرا گرانی ظاہر نہین فرمائی اور کسیطرح کی کج خلقی کا برتاؤ نہین کیا۔ باوجودیکہ اُسکی داڑہی مُنڈہی ہوئی تہی اور کسی فرقے کے نزدیک اُسکی عزت و اعتبار نہ تہا۔ اُس زمانہ کے دانشورون مین سے ایک عزیز نے اسکی طرف روئے سخن کرکے کہا کہ او غافل اور خدا سے بیخبر تو کیا جانے کہ علم شرائع کیا ہے۔ جا اور کتاب اللہ کیطرف رجوع کر کیونکہ اولیاء اللہ سے کتاب اللہ کے برخلاف کوئی بات صادر نہین ہوتی خصوصاً حضرت خواجہ ایسے شخص سے جو صحابِ سکر سے نہین بلکہ ارباب صحو سے ہین۔ آپنے فرمایا کہ اس زمانے مین ایسے شخص کا وجود نہایت غنیمت ہے۔ اسی اثنا مین دسترخوان بچھایا گیا اور کہانا لا حاضر کیا گیا آپنے اُسے اپنے ساتھ کہانے مین شریک کیا اور طرح طرح کی شفقت اور مہربانی ظاہر فرمائی۔ سب کہانے سے فارغ ہوئے تو اُسکے اعتراضون کے مفتی یہ کتابون سے

که خادمان او را صحت می نامیدند این بود که بعد از نماز عشا که از مسجد تشریف می بردند قدرے مراقب می نشستند چون ضعف اعضا بیشتر میشد پاے دراز میکردند همین که چشم بخواب گرم میشد و خادمان در خواب میشدند بر میخاستند و بقضاے حاجت میرفتند و تجدید وضو میساختند و شکر وضو میگزاردند و می نشستند باز چون اعضا ضعف کردے دراز میشدند همچنین پنج مرتبه گاہے شش مرتبه بیدار میشدند و تجدید وضو کرده بخواب میرفتند و احتیاط بلیغ میکردند که از خادمان کسے بیدار نشود و شبها با وجود آنکه دو خانه داشتند بیرون میبودند و اگر میل غسلے پیدا میشد در خانه که نوبت آن می بود می در آمدند و همانجا غسل کرده بیرون تشریف می آوردند و خواب میکردند و اهلیهاے حضرت ایشان حقوق خود را تمام تمام قسم نیز بخشیده بودند با وجود آن قدر رعایت قسم میکردند که سرموے فرو گذاشت نمیشد چنانچه در ایام غلبه ضعف و بیماری نیز از خانه که بخانه دیگر از راه قرب مسافت داشت بخانه دیگر آمدند که مسافت هر دو خانه از انجا برابر است و آن خانه وسط حقیقی است و در جائیکه شب میبودند

اور اس زمانے کو آپکے خدام زمانہ صحت کہتے تھے اُن راتون مین آپکا طریق ورویہ یہ تھا کہ نماز عشا کے بعد مسجد سے باہر تشریف لیجاتے تھوڑی دیر مراقب بیٹھتے اور جب اعضا پر ضعف غالب ہوتا تو لیٹ جاتے ابھی آنکھ لگنے ہی کی نوبت پہنچتی اور تمام خادم سوتے ہوتے کہ آپ اُٹھ کھڑے ہوتے اور سقایہ کے پاس جاکر تجدید وضو کرتے اسکے بعد شکرانہ وضو ادا فرماتے اور مراقب بیٹھ جاتے پھر جب اعضا مین ضعف محسوس ہوتا لیٹ جاتے الغرض اسیطرح پانچ دفعہ اور کبھی چھ دفعہ بیدار ہوتے اور تجدید وضو کرکے سو جاتے اور اس بات مین حد سے زیادہ احتیاط کرتے کہ خادمون مین سے کوئی شخص بیدار نہو جاوے اگرچہ آپکے دو گھر تھے مگر راتین ہمیشہ باہر ہی بسر کرتے تھے لیکن جب آپکو غسل کی خواہش پیدا ہوتی تو جس گھر کی نوبت ہوتی وہان تشریف لیجاتے اور وہین غسل کرکے باہر تشریف لاتے اور تھوڑی دیر سو رہتے اگرچہ آپ کی بی بیون نے اپنے تمام حقوق بخشدیے تھے کہ باری بھی آپکو بخشدی تھی مگر تاہم آپ انکے حقوق اور باری کی اسقدر رعایت کرتے کہ سر مو فرو گذاشت نہین ہوتی تھی چنانچہ جس زمانہ مین کہ بیماری اور ضعف کا از حد غلبہ تھا اور آپسے بمشکل چلا جاتا تھا آپ اپنا ہمیشہ کا حجرہ چھوڑکر دوسرے حجرے مین تشریف لے آئے تھے جہان سے دونون گھرونکی مسافت برابر تھی اور اب گویا آپکا حجرہ دونون گھرونکا وسط حقیقی تھا۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جس گھر مین شب گزارتے تھے

سنت نماز فجر را درہمانجا گزاردہ بمسجد جماعت تشریف مے آوردند ودر اوقات دیگر وراے نماز شام بعد از وضو شکر وضو گزاردہ بمسجد مے آمدند واکثرے از ارباب حاجت درین راہ عرض مہمات خود میکردند قدرے می ایستادند وحاجات ہرکدام رامی شنیدند وبہرکس جوابے شافی بمہربانی میگفتند آن گاہ بمسجد مے در آمدند اگر در وقت اتساعی میبود تحیت مسجد نیز ادا میکردند والا بر فرائض وسنن موکدہ اکتفا میفرمودند ہم چنین در وقت بر آمدن از مسجد ہرگز از اہل حاجت اغماض عین نمیکردند بلکہ بہ بشاشت وجہ باایشان سخن میفرمودند ودر جائی خود تشریف میبردند چون ازین شیمہ کریمہ فتحات عظیم یافتہ بودند خیلگی در باب مہم سازی خلق اللہ متوجہ بودند آخر ہا این معنی ہا بنا بر نسبتی کم پذیرفتہ بود واز حضرت ایشان فوائد ظاہر وباطن بمردم میرسید وتادیب مریدان جز از راہ باطن نمیکردند مثل سلب حال ودر قلق انداختن لیکن نسبت بآن شخص این معنی باعث چندین تنبیہ وفتوح یشد یکے از مخلصان را بنابر مصلحت وے در قلق انداختند واین مرد لاہوری بود از لاہور بصحبت یکے از

وہیں فجر کی سنتیں ادا کر کے مسجد جماعت میں تشریف لاتے تھے۔ نماز مغرب کے علاوہ دوسری تمام اوقات میں آپ گھر میں وضو کرتے اور شکرانہ وضو ادا کر کے مسجد میں جلوہ آرا ہوتے گھر سے مسجد تک جو راہ پڑتی اُس میں اکثر حاجتمند لوگ کھڑے ہوکر اپنی حاجتیں عرض کرتے۔ آپ تھوڑی دیر توقف فرماتے اور ہر حاجتمند کی حاجت بغور سُنتے اور نہ صرف سنتے بلکہ ہر شخص کو جواب شافی دیتے اور نہایت مہربانی سے دیتے۔ ان سے فارغ ہوتے تو مسجد میں آتے اور اگر وقت میں گنجائش ہوتی تحیت مسجد بھی ادا فرماتے ورنہ فرائض اور سُنن موکدہ پر بس کرتے۔ اسیطرح جب مسجد سے واپس جاتے تو اہل حاجات کا ہجوم ہوتا۔ آپ کسی سے اغماض نہ کرتے بلکہ خندہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے اپنی جگہ تشریف لیجاتے۔ چونکہ لوگ آپکی اس بزرگ خصلت سے بڑی بڑی فتوحات حاصل کرتے تھے اور خلق اللہ کو بے انتہا فائدہ پہنچتا تھا لہذا آپ خلق اللہ کی کارسازی کی طرف بے حد متوجہ تھے لیکن آخر میں یہ توجہ کسی مصلحت وحکمت کی وجہ سے گم ہوگئی تھی۔ حضرت خواجہ سے بہت سے ظاہر وباطن فائدے آدمیوں کو پہنچتے تھے اور آپ مریدوں کی تادیب بجز راہ باطن کے اور کسیطرح نہ کرتے تھے جیسے سلب حال اور قلق واضطراب میں ڈالنا۔ لیکن جس مرید کے ساتھ آپ ایسا برتاؤ کرتے تھے اسکے لیے آپکا یہ برتاؤ تنبیہ اور فتوح کا باعث ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنے ایک مخلص کو اسکی درستی حال اور مصلحت کے لیئے قلق واضطراب میں ڈال دیا۔ یہ شخص لاہور کا رہنے والا تھا۔ اور ایک شیخ وقت کی صحبت میں لاہور سے

شیخان وقت تا بدہلی آمدہ بود چون ملازمت کرد فرمودند چرا ہمراہ آن شیخ پیشتر نرفتی طرفہ حالے بران نامراد گزشت کہ تمام شب در رنگ ماہی کہ بر تابہ باشد بیقرار بود و نعرہ ہا میزد و گریہ ہا دردناک میکرد۔ چنانچہ خواب چشم اکثر یاران از نالہ او آشنا نتوانست شد و از غایت گریہ نماز خفتن و بامداد را آنچنانکہ باید نتوانست گزارد۔ عشرہ اخیر رمضان بود و یاران بعد از نماز بامداد حلقہ کردہ متوجہ بحضرت حق سبحانہ نشستہ بودند کہ آن نامراد درین جمع درآمد و گفت اے مسلمانان برائے خدا درد دلے دارم بشنوید اگرچہ ہیچکس متوجہ بسخن وے نشد چہ تمام شب گوشہا را پر ساختہ بود۔ ہر کدام بذوق خود فرو رفتہ بودند گریان گریان بنیاد کرد کہ من پیوستہ طالب درویشان و معتقد و خادم ایشان بودم۔ شبے بخواب دیدم کہ ابلق سوار میگذرد و مردم در دنبال او میروند و میگویند کہ این قطب وقت است من نیز بر سر راہ وے دویدہ ایستادم آن سوار بمن گفت کہ نوکر من بشوی۔ قبول کردم و گامے چند در جلوے او دویدم۔ عاقبت بر یک کوہے برآمد و از چشم من غائب شد و بعد ازین واقعہ

دہلی مین آیا تہا حضرت خواجہ کی ملازمت مین حاضر ہوا تو فرمایا تم اپنے پہلے شیخ کے ساتھ کیون نہین چلے گئے اس فرمانیسے اس نامراد پر ایک عجیب و غریب حالت گزری۔ تمام رات اُس مچھلی کیطرح بیقرار رہا جو زندہ گرم توے پر رکھہ دیجائے جگرسوز نعرے مارتا تہا اور دردناک رونا روتا تہا غرضکہ اُسکی گریہ وزاری اور آہ وفغان سے اکثر یارونکی آنکہہ خواب سے آشنا نہو سکی اور عشا اور صبح کی نماز کوئی شخص حضور قلب سے ادا نہین کرسکا۔ یہ زمانہ رمضان کا اخیر دہا تہا اور یار لوگ نماز فجر کے بعد حلقہ کیئے ہوئے جناب الٰہی مین متوجہ اور مراقب بیٹھے تہے کہ وہ نامراد اس جماعت مین آیا اور پُر نم آنکہون سے آنسوؤن کی ندیان بہاکر کہنے لگا مسلمانو اخدا کے لیئے میرے درد دل کی حکایت ذرا متوجہ ہوکر سنو۔ اگرچہ کوئی شخص اُسکی اس بات کی طرف متوجہ نہین ہوا کیونکہ تمام رات کے شور وشغب نے انکے کانون کو بہرا ور لبریز کردیا تہا او اب ہر ایک اپنے ذوق وجد مین غرق تہا مگر خود اُسنے روتے ہوئے اپنی حکایت اسطرح شروع کی۔ مَین ہمیشہ سے درویشون کا طالب اور اُنکا معتقد اور خادم رہا ہون ایک رات مین نے خواب مین دیکہا کہ ایک شخص ابلق گھوڑے پر سوار ہے اور گھوڑا دوڑائے چلا جاتا ہے بہت سے آدمی اُسکے پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور کہتے جاتے ہین کہ یہ اپنے وقت کا قطب ہے مین بہی اسطرف دوڑا اور راہ مین ایک جگہ ٹہیر گیا اُس سوار نے مجہسے کہا کہ تو میری نوکری کو منظور کرتا ہی مین نے اُسکا نوکر ہونا قبول کیا اور چند قدم اُسکے جلو مین دوڑا آخرکار وہ ایک پہاڑ پر چڑھہ گیا اور دیکہتے دیکہتے میری نظرون سے اوجہل ہوگیا۔ اس واقعہ کو

پنج شش سال گذشته بود و انتظار من بآخر آمده که بتقریبے حضرت ایشان ازان کوچه که نزدیک
بخانهٔ من بود بهمان نسق که در خواب دیده بودم گذشتند بمجرد آنکه چشم من بر جمال حضرت ایشان
افتاد شناختم و از دنبال رفتم و این واقعه خود را گفته مشغولی گرفتم اکنون پنج شش سال است
که سیراب صحبت ایشانم الحال میفرمایند که همراه آن شیخ چرا نه رفتی اے مسلمانان برائے خدا
بگوئید که من چه کار کنم چون سخن بآخر آمد باہل حلقه وجدے در گرفت اکثر پائمال گردیدند و بیهوش
نمودند ازین جماعت که قریب بهفتاد کس بودند یک کس هوشیار نماند و از سنگ مسجد بعضے مجروح
شدند و غریوے در تمام قلعه فیروز آباد برخاست و تماشائیان هجوم آوردند چون این غوغا بسمع شریف
رسید بمسجد تشریف آوردند و فرمودند که تا یکدیگر را گرفتند و مستی اینها فرو نشست بعد ازان آن
لاهوری آتش زبان را طلبیده از قلق برآوردند غرضکه تمام مظهر رحمت بودند و میفرمودند که از ما
یکے بغیر نمیرسد الا منافع. والحق فوائد که درین دو سه سال از آنحضرت بمستفیدان رسیده

ترجمہ اردو

پانچ چھ سال گذر چکے تھے اور میں انتظار کی حد کو پہنچ چکا تھا کہ کسی تقریب سے حضور خواجہ اس کوچے سے جو میرے گھر کے
متصل ہی تھا اسی ہیئت سے گذرے جو میں نے خواب میں دیکھی تھی جونہی میری آنکھ حضرت کے جمال مبارک پر پڑی فوراً
پہچان گیا اور آپ کے پیچھے لگ لیا اور اپنا تمام واقعہ عرض کر کے مشغولی اختیار کی۔ پانچ چھ سال گذر گئے کہ میں حضور
کی صحبت سے سیراب ہوں اور اب فرماتے ہیں کہ تو اپنے پہلے شیخ کے ساتھ کیوں نہیں چلا گیا مسلمانو خدا
کے لیے تم ہی بتاؤ کہ اب میں کیا کروں۔ لاہوری جب اپنا سارا واقعہ بیان کر چکا تو اہل حلقہ پر ایک ایسا وجد طاری
ہوا کہ بالکل بیہوش ہو گئے۔ اور سر و پا کی کچھ خبر نہیں رہی۔ اس جماعت میں سے جو قریباً ستر آدمی تھے ایک شخص بھی ہوشیار
نہیں رہا۔ اور بعض تو مسجد کے پتھروں سے سخت مجروح و زخمی ہو گئے۔ تمام قلعہ فیروز آباد میں ایک شور بپا تھا اور تماشائی جوق
جوق چلے آتے تھے۔ جب اس شور و غل کی آواز حضور کے کان مبارک میں پہنچی تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا
کہ ایک دوسرے کو تھام لو۔ ایسا کرنے سے انکی مستی اور جوش فرو ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے آتش زن لاہوری کو
بلا کر اس کا قلق و اضطراب دور کر دیا۔ الحاصل حضور خواجہ سراپا رحمت اور مظہر احسان تھے۔ آپ اکثر فرمایا
کرتے تھے کہ ہم سے کسی کو بجز منافع کے نقصان نہیں پہنچا۔ حق بات یہ ہے کہ جس قدر فوائد ان دو
تین سال میں حضرت سے مستفیدوں کو پہنچے

درزمان پیش بسالہا نمیرسید و تفصیل آن از حد بیان بیرونست ؎

یک زبان خواہم بہ پہنائے فلک
تا بگویم وصف آن رشک ملک

ثنائے او بدل ما فرو نیاید زانکہ
عروس سخت تنگ گرفت و حجلہ نازیبا

و مہربانی بر مشرب حضرت ایشان آنقدر غالب بود کہ اگر گربہ بر دامن نزہت نشیمن بخواب میرفت ہرگز بیدار نمیکردند و منتظر بیدار بودن وے میبودند تا زمانے کہ او بخواب بودے حرکتے نفرمودندے و خود را بطور او گزاشتندے و اکثر اوقات باین تقریب سرہا میخوردند و لحاف از زیر گربہ نمے کشیدند و ہر قسم آشنائی کہ سابقاً با آشنایان داشتند تا آخر با آنہا ہمان طریق سلوک بودندے چنانچہ اکثرے از آشنایان سابق حضرت ایشان را از خود ہیچ وجہ تمیز نمید انستند عزیزے بملازمت حضرت ایشان نقل کرد کہ بعضے کوتاہ بینان تیرہ نفس میگویند کہ مدار مشیخت حضرت ایشان مدار آشنائی یگانہ آفاقی مرجع انامی نواب قدسی القاب شیخ فرید است سلمہ اللہ تعالے

پیشتر کے سالہا سال مین بہی نہین پہنچے تھے اور اُنکی تفصیل حد بیان سے خارج ہے ؎

یک زبان خواہم بہ پہنائے فلک
تا بگویم وصف آن رشک ملک

ثنائے او بدل ما فرو نیاید زانکہ
عروس سخت تنگ گرفت است حجلہ نازیبا

آپکے مشرب پر اسقدر مہربانی غالب تہی کہ اگر دامن مبارک پر بلی سو جاتی تو کبھی اُسے بیدار نہ کرتے بلکہ اُسکے جاگنے کے منتظر رہتے اور جبتک وہ سوتی رہتی خود حرکت نہ فرماتے اور اپنے تئین اُسکے اختیار مین چھوڑ دیتے اکثر ایسا ہوتا کہ بلی لحاف پر سو جاتی آپ اُسکے نیچے سے لحاف نہ نکالتے اور پہرون جاڑا کہایا کرتے۔ آپ جن لوگون سے ابتدا سے دوستی رکہتے تھے اُنسے آخر تک وہی دوستی کا طریقہ نباہتے اور ویسے ہی سلوک کرتے تھے چنانچہ آپکے سابق کے اکثر دوست ایسے تھے جو آپ کو اپنے سے کسی طرح ممتاز نہین جانتے تھے اور اس طرح گہلے ملے رہتے تھے جیسے برابر کے دوست رہتے ہین۔

ایک روز ایک عزیز نے ملازمت عالی مین عرض کیا کہ بعض تیرہ درون کوتاہ بین کہتے ہین کہ حضور کی مشیخت کا دارومدار یگانہ آفاقی مرجع انامی نواب قدسی القاب شیخ فرید سلمہ اللہ تعالے کی دوستی و آشنائی پر ہے۔

وہمیشہ در رقعات کہ بشیخ مینویسند عنوان آن قبلہ گاہی سلامت میباشد۔ از فقرا این قسم خوش آمد چہ زیبا است۔ در جواب این سخن فرمودند کہ شیخ را بر ما حق ہا است و بوسیلہ وجود ایشان درین راہ کشایشہا دیدہ ایم و الحال ہم ہیچ شرعی برائے قطع طریق آشنائی نمی یابیم و الا چنان میکردیم و این نوشتن را علت ہمان است کہ ہر نوشتے کہ از ابتداء سلوک بکسے کردہ بودند تغیر نمیداد ند و معہا لحقوق سیادت و بلند منشی شیخ سلمہ اللہ تعالے و اوصلہ الی ما یتمناہ رخصت بتغیر این عنوان نمیداد۔ دو وزیر ضعف والدہ ماجدہ خود دیدہ امر طعام پختن را کہ بتکفل ایشان بود ببعضے از صوفیان فرمودند۔ والدۂ حضرت ایشان چندگاہ بگریہ و زاری گزرانیدند کہ از من کدام جرمیہ بوجود آمد کہ حق سبحانہ مارا ازین سعادت باز داشت عمل خیرے کہ از دست من می آمد ہمین بود کہ برائے حضرت ایشان طعامے می پختم آنرا ہم از من باز گرفتند مدتہا برین حال بودند و از نہایت دانائی و زیرکی و غلبہ نسبت اخلاص مریدی کہ مرکوز جوہر شریف ایشان است نتوانستند

آپ جسقدر خطوط شیخ کو لکھتے ہین اُنکا عنوان ہوتا ہے "قبلہ گاہی سلامت"۔ بھلا فقیرونکو اس طرح کی خوشامد کب زیبا ہے۔ آپنے اسکے جواب مین فرمایا کہ شیخ کے ہم پر بہت کچھ حقوق ہین۔ اُنکے وجود کے وسیلہ سے ہمنے اس راہ مین بہت سی کشایشین دیکھی ہین۔ اور اب ہم طریق آشنائی کے قطع کی کوئی شرعی وجہ نہین پاتے ہین ورگرنہ ایسا کرتے اور خط کے عنوان مین جو آپ قبلہ گاہی سلامت لکھتے تھے اسکی یہ وجہ ہے کہ ابتدا مین جسکے ساتھ آپنے کسیطرحکا سلوک کیا ہی اُسے نہین بدلتے تھے بعہدا حقوق سیادت اور شیخ سلمہ اللہ تعالیٰ کی بلند حوصلگی اسباب کی اجازت نہین دیتی ہے کہ ہم اس عنوان کو بدل دین۔ ایک دن آپنے اپنی والدہ محترمہ کے بڑھاپے اور ضعف کو مشاہدہ فرما کر کھانا پکانے کی خدمت جو ابھی تک والدہ صاحبہ کی سپرد کی گئی تھی بعض صوفیون کے حوالہ کی۔ والدہ معظمہ چند روز تک روتی اور فرماتی رہین کہ نہ معلوم مین کس گناہ کی مرتکب ہوئی ہون جسکے عوض خداتعالیٰ نے مجکو اس سعادت سے محروم رکھا جو عمل خیر میرے ہاتھ سے سرزد ہوتا تھا وہ صرف ایک یہی عمل تھا کہ مین خواجہ کے لیے کھانا پکاتی تھی۔ اب خدا نے وہ بھی مجھسے چھنوا دیا۔ غرضکہ ایک مدت اسپر گزر گئی۔ اور والدہ صاحبہ انتہا درجہ کی دانائی اور عقلمندی اور اخلاص اور مریدی کی نسبت کے غلبہ کی وجہ سے جو آپ کی ذات شریف مین مرکوز تھی۔

اظہار این معنی کرد بعد ازانکہ این سخن بحضرت ایشان رسید امر طعام پختنی بتصدی ایشان گذاشتند
باطن سعادت موطن ایشان ازان قلق و اضطراب فراہم آمد و بہ بی بی بانو کہ زن محمد صادق
کہ خسر پورہ حضرت ایشان باشند و زن شیخ محمد صدیق کشمیری کہ بی بی آغا باشند برائے خمیر
نمودن و مدد در بعضے امور گذاشتند و نفی اختیار حضرت ایشان آنقدر بود کہ باوجود ضعف و دوام
بیماری مقید باختیار طعامے نبودند و اگر نا ملائم طبع میبود اظہار این معنی نمیکردند و بدن شریف عنصر
لطیف از عدم ترتیب و بے توجہی بطعام و دوام مشغولی بحضرت حق سبحانہ بغایت نحیف بود لیکن
رونق چہرہ و طراوت روے باینہمہ نحافت کہ بالا تر ازان صورت نہ بندد روز افزون ؎

خطِ سبز و لب لعل و رخ زیبا داری . آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

و ہنگام طغیان قلق گاہے باوجود چندین ظہور و مقتدائیت در کوچہا و بازارہا تنہا بطرفے بے تعینی
میگشتند و در سایہاے دیوار بر خاک می نشستند و مضمون حدیث کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِیْ سَبِیْلٍ

اِس واقعہ کا اظہار نہ کر سکین۔ ایک عرصہ کے بعد جب خود ہی حضرت کے کان مبارک مین یہ آواز پڑی
تو کھانا پکانے کی خدمت پھر والدہ صاحبہ کے حوالے کی اور اِس قلق و اضطراب کو اُن کے باطن سعادت
موطن سے دور کر دیا۔ بی بی بانو کو جو آپکے سالے محمد صادق کی زوجہ محترمہ تہین اور شیخ محمد صدیق
کشمیری کی بیوی کو جن کا نام بی بی آغا تہا آٹا گوندھنے اور بعض دوسرے کامون مین والدہ صاحبہ کا ہاتھ
بٹانے اور مدد کرنے کیلئے مقرر کیا۔ آپ مین نفی اختیار اسقدر موجود تھی کہ باوجود ضعف اور مسلسل بیماری
کے کبھی ایک کہانے کی مقید نہ تھے۔ اگر کھانا طبیعت کے نامناسب ہوتا تو اسبات کا اظہار نفرماتے۔ کھانے
کی جانب بے رغبتی اور عدم ترتیب اور بارگاہ الٰہی مین ہمیشہ مشغول رہنے کی وجہ سے آپکا جسم شریف اور عنصر لطیف
نہایت لاغر اور ضعیف ہو گیا تہا۔ لیکن باوجود اُس ضعف و لاغری کے کہ اِس سے زیادہ لاغری خیال مین نہین آسکتی
چہرے کی رونق اور تر و تازگی روز افزون تھی ؎ خطِ سبز و لب لعل و رخ زیبا داری ٭ آنچہ خوبان ہمہ دارند
تو تنہا داری ٭ جب کبھی آپکے قلق مین جوش و خروش ہوتا تہا تو گاہے گاہے باوجود اُس بزرگی اور
مقتدائیت کے جو آپ رکھتے تھے۔ تنہا کوچون اور بازارون مین گشت لگاتے پھرتے اور دیوار کے سایہ مین فرش
زمین پر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ سے حدیث کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِیْ سَبِیْلٍ کا مضمون پورے طور

سے ظاہر ہوتا تھا۔ یعنی تو دنیا مین ایسا رہ گویا کہ تو مسافر ہے یا اُن لوگون جیسا جو کسی رستہ کو طے کر رہے ہین + ترجمہ اردو

لائح میشد حضور و شهود حق از سراپاے گرامی پیبارید و محقق میشد که جمیع اعضا جدا جدا بصفت خاص متوجه حضرت حق سبحانه اند و استفاضه خاص میکنند پیوسته با وجود چندین فتوحات و کشاد که آناً فاناً میرسید هم همیشه در انتظار و تفکر و حزن میبودند

دریکدم اگر هزار دریا بکشی کم باید کرد و خشک لب باید بود

وقتی بیکے از مخلصان بتقریبے میفرمودند که اگرچه ما ریاضات شاقه چنانچه ارباب سلوک میکشند نکشیده ایم لیکن انتظارها و قلقها کشیده ایم که چندین ریاضات و محن در ضمن آن میبود و از ابتدا تا انتها از انتظار نه آسودند چون اطوار حضرت ایشان بمعموری اوقات پاک بتمام و کمال بیان کردن در طاقت بشر نیست چه حقیقت بگفت نیاید و لذتے که روح از دریافت معانی بسیط حال یابد ببیان انداز اے آن عاجز است. لاجرم آنچه اندیشه و ادراک نویسنده از مشاهدهٔ اوقات استغراق سمات حضرت ایشان دریافت اگر هزار کتب پر از وے عمر هم بالفرض مساعدت کند تحریر آن

آپکے چہرے مبارک سے ہمیشہ حضور اور شہود حق کے آثار پڑے برستے تھے اور ثابت ہوتا تہا کہ سارے اعضا الگ الگ ایک صفت خاص کے ساتھ خدا تعالی کیطرف متوجہ ہین اور استفاضہ خاص حاصل کرتے ہین ہرچند کہ بہت سی فتوحات آناً فاناً پے درپے حاصل ہوتے دیکھتے تھے مگر آپ ہمیشہ انتظار اور تفکر اور حزن و غم مین مبتلا رہتے تھے ۔ دریکدم اگر ہزار دریا بکشی ٭ کم باید کرد و خشک لب باید بود ٭ ایک موقع پر کسی تقریب مین آپنے اپنے ایک مخلص عقیدتمند سے فرمایا کہ اگرچہ ہم نے ریاضات شاقہ کی اُتنی تکلیفین نہین جہیلی ہین جتنی کہ ارباب سلوک جہیلتے ہین لیکن ہمین انتظارون اور قلقون کی وہ تکلیف برداشت کرنی پڑی ہے کہ ارباب سلوک کی اُسقدر ریاضتین اور محنتین اسکے مقابلہ مین زیادہ نہین تو برابر ضرور ہین ۔ الغرض ابتدا سے لیکر انتہا تک آپ کبہی انتظار سے آسودہ اور فارغ البال ہوکر نہین بیٹھے کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ چونکہ خواجہ کے اخلاق و عادات اور اوقات پاک کی معموری کی بابت تمام و کمال بیان کرنا انسان کی طاقت سے خارج ہے کیونکہ حقیقت کو الفاظ کے پیرایہ مین ادا کرنا ناممکن ہی اور روح کو معانی کے دریافت کرنے اور بسیط حال سے جو لذت حاصل ہوتی ہی بیان اُسکے ادا کرنیسے محض عاجز و قاصر ہی لہذا اسبات کا صاف اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کاتب الحروف کے اندیشہ اور ادراک نے آپکے مستغرق اوقات کے

صورت نہ بندد وخوشش گفت ہر گفت بیت

نبود درکتاب ناول وورد از دل صد کتاب نتوان کرد

فللّٰہ الحمد والمنۃ کہ از دیدار گرامی حضرت ایشان کہ نسخۂ اخلاق انبیاء و اولیاء بود نا تعیینے

و اعتقادے برین طائفہ بطریق مشاہدہ پیدا شد قبل ازین ہرگاہ کتب احوال مشائخ مطالعہ

کردہ میشد بخاطر ناتجربہ کار میرسید کہ مریدان سخن بسط دادہ اند و الاّ از قیاس عقل بیرون است

اکنون معلوم شد کہ حق سبحانہ بعضے از بشر را بجائے میرساند کہ اگر افلاطون و بوعلی و دقیق

النظران عالم آگاہ گردند بنادانی مقر آیند ؀

فصل ثانی در بیان مسترشدان طریقہ

عادت شریف حضرت ایشان در تربیت طالبان این بود کہ ہرگاہ طالبے می آمد کہ اظہار طلب

کیفیتوں کو ضبط تحریر میں نہ لاسکے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎ نبود در کتاب حال وورد ؀ از دل صد کتاب

نتوان کرد ؀۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ خواجہ کے دیدار مبارک سے کہ انبیاء و اولیاء کے اخلاق کے

پورے فوٹو اور دیباچہ تھے۔ کاتب حروف کو اس گروہ کی نسبت اعتقاد و یقین بطریق مشاہدہ پیدا

ہوگیا۔ ورنہ اس سے پیشتر جب احوال مشائخ کی کتابیں مطالعہ میں آتی تھیں تو اس ناتجربہ کار کے دل

میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ یہ مریدوں کی ملمع سازی اور مبالغہ آمیزی ہے ورنہ قیاس اور عقل تو اس سے انکار

کرتے ہیں۔ اب خوب سمجھ گیا کہ خدا تعالیٰ بعض آدمیوں کو ایسے رتبہ پہ پہنچا دیتا ہے کہ اگر افلاطون اور

بوعلی بلکہ دنیا بھر کے باریک بین اس سے آگاہ ہوں تو فوراً اپنی نادانی اور جہل کا اعتراف

کریں ؀

دوسری فصل طالبان طریقہ کے بیان میں

طالبوں کی تعلیم و تربیت میں خواجہ کی عادت اس طرح واقع ہوئی تھی کہ جب کوئی

طالب حاضر ہو کر اظہار طلب۔

میشود چندگاه دور انداز بهاش میکردند. اگر اہل شہر میبود و اگر مسافر میبود و محتاج نان در ایامے
که با مر ارشاد متوجه بودند چندگاه نانش نمیدادند به نیت آنکه مردم براے نان جمع نشوند و دوکانے
راست نسازند. و ہرگاه کسے از ارباب دنیا براے فقرا نذرے میفرستاد بمخلصان خود نمیدادند
و فقرا بیگانه را تقدیم میکردند. اگر چیزے باقی ماندے تحقیق میکردند که از مخلصان غرض
حقانی داشتے آنگاه او را آنچه ضرورت وے بدان کفایت شدے عنایت میکردند و امداد مالی چنانچه
بعضے عوام گمان میبردند نسبت بمخلصان بنهایت کم. و میفرمودند که ہر کس ما امداد مالی کنیم
یقین داند که نسبت با و در محبت فتورے داریم و نظر حضرت ایشان در عدم امداد تشخیص صوفیان
و تربیت طالبان بود نه عدم مهربانی بلکه نهایت مهربانی نسبت بگرفتاران آرزو همین است و آخرها
که امر مشیخت و ارشاد متروک شده بود فرموده بودند که آیندگان تا سه روز نان بدہند که ضیافت
تا سه روز مسنون است و درین میان بعضے سست طالبان نمی ایستادند و دور انداز بہار تاب

ترجمه اردو

کرتا اگر شہر کا باشندہ ہوتا تو آپ اسے چند روز تک اپنے سے دور رکھتے اور اگر مسافر ہوتا اور ساتھ ہی روٹی کا
محتاج. تو اس زمانہ میں کہ آپ امر ارشاد کی طرف توجہ فرمائیں کئی وقت تک اسے اس غرض سے روٹی نہیں
دیتے تھے کہ لوگ روٹیوں کی خاطر جمع نہوں اور دوکانداری نہ جمائیں. آپکا قاعدہ تھا کہ جب کوئی دنیادار
فقیروں کیلیے نذر و نیاز بھیجتا تو اپنے مخلصوں میں سے کسی کو کچھ نہیں دیتے تھے بلکہ بیگانہ فقیروں کو
مقدم رکھتے تھے. انکو دے کر اگر کچھ باقی رہتا تو تحقیق فرماتے کہ مخلصوں میں کون ایسا شخص ہے جو
اس بات میں حقانی غرض رکھتا ہے اور کون اسکے برخلاف ہے. جو مخلص غرض حقانی رکھتا اسے کچھ تھوڑا سا
بقدر ضرورت عنایت فرماتے. بعض عوام لوگ جو گمان کرتے تھے کہ خواجہ اپنے مخلصوں کو مالی امداد پہنچاتے
ہیں یہ انکی محض غلط فہمی تھی. آپ اپنے مخلص دوستوں کو مالی امداد بہت کم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس
کسی کو ہماری طرف سے مالی امداد پہنچے وہ یقین کرے کہ ہمکو اسکی محبت بہت کم ہے آپ جو اپنے مخلصوں کو مالی امداد
دینے سے پرہیز کرتے تھے تو آپ صوفیوں کا امتحان اور طالبوں کی تربیت مد نظر ہوتی تھی نہ عدم مہربانی. بلکہ
گرفتاران آرزو کے حق میں یہی ایک بات انتہا درجہ کی مہربانی تھی. آخر زمانہ میں جب کہ آپنے امر مشیخت و ارشاد ترک
کر دیا تھا تو خادموں کو تاکید فرمائی تھا کہ آنے والونکو تین روز تک برابر روٹی دیتے رہیں کیونکہ تین روز تک مہمانی مسنون ہے

نمے آورند الا آنہا کہ طلب قوی میداشتند و درین کار بجد تر میشدند۔ با آنہا طریقہ میفرمودند بعد
از مشغول ساختن اگر محتاج روزمرہ میشدند برائے آنہا قوت لا یموت تعین میشد۔ و نہایت
آن یک تنکہ دہلی بود و الا یک نیم بہلولی و یک بہلولی از وجہ قرض حسنہ کہ برائے حلیت اقسام حیلہ
شرعی ہست و این مخصوص مسافران بود نہ اہل شہر مگر کسی کہ در جوار حضرت ایشان دائم بودے
و احتیاج او معلوم میشد داخل مسافران روزینہ دار میگشت و طریق مشغول ساختن این بود
کہ اول استخارہ ارشاد میفرمودند بعد ازان در خلوتش مے طلبیدند و شغلے از اشغال سلسلۂ عالیہ
نقشبندیہ کہ در رسائل اکابر این سلسلہ مبین است میفرمودند و نسبت بعضے بعضی کیفیات از پیش
خود بران مشغولیہا زائد میکردند چنانچہ در رسالۂ خود کہ در بیان طرق نوشتہ اند ایراد فرمودہ اند
توجہے در باب وے میکردند و ہمتے مصروف میداشتند۔ اکثر طالبان در صحبت اول بیخود شدہ
بر جائے خود مے افتادند و در آنہا اثرے از حرکت و شعور نمیبود تا ہر گاہ کہ صلاح حال آنہا میدیدند

نہیں لا سکتے تھے مگر جو لوگ قوی طلب رکھتے تھے۔ اور اس کام میں اُنسے استقلال ثابت قدمی ظاہر ہوتی
تھی حضور انکو تلقین طریقہ فرماتے تھے۔ مشغول کرنیکے بعد اگر روزینہ کے محتاج ہوتے تو اُنکے لیے قوت لا یموت
مقرر ہوتی جسکی انتہا ایک تنکہ دہلی کا ہوتی تھی ورنہ ڈیڑھ تنکہ بہلولی اور ایک تنکہ بہلولی قرض حسنہ سے کہ لقمہ کے
حلال ہونے کے لیے شرعی حیلہ ہو جائے اور یہ بات شہر والونکے ساتھ نہیں بلکہ مسافرون کے ساتھ مخصوص تھی۔ ہان
جو شخص آپکے پڑوس میں ہمیشہ رہتا اور اُسکا محتاج ہونا معلوم ہو جاتا وہ روزینہ دار مسافرون میں داخل کر لیا
جاتا۔ طالب کو مشغول کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ شروع شروع میں استخارہ کا حکم فرماتے پھر خلوت میں طلب کرتے
اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اشغال میں سے کسی ایسے شغل کی تلقین فرماتے جو اس سلسلہ کے بزرگون کے رسائل میں
بیان کیا گیا ہے۔ اور بعض لوگون کی نسبت اپنی طرف سے بھی بعض کیفیتیں اُن مشغولیون پر اور زیادہ کر دیتے
تھے جیسا کہ آپنے اپنے ایک رسالہ میں جس میں بیان طرق کی تفصیل لکھی ہے ایراد فرمایا ہے غرض کہ
آپ ایسے شخص کے بارے میں توجہ کرتے اور ہمت مصروف رکھتے تھے۔ اکثر طالب تو پہلی ہی صحبت
میں بے خود ہو کر اپنی جگہ ٹھہر جاتے تھے اور اُن میں حرکت و شعور کا اثر باقی نہیں رہتا تھا پھر جب
تک آپ اُنکی مصلحت اور صلاحیت دیکھتے تھے۔

دران بیخودی میگذاشتند واین حالت بر بعضے بنوعی میگذشت که حاضران آنهارا اموات خیال میکردند باز برعکس آن تصرف میکردند بهوش می آمد وقول اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بوضوح می پیوست بعد از طریان این حالت بیخودی وبے شعوری اکثرے از اخلاق ذمیمه او مهذب میشد شکستگی در کارخانه وجود او پیدا مے آمد چنانچه مردم از چهره او بمعانی محصله او پے میبردند در ابتدا بتغیر او ضاع وعادات امر نمیفرمودند بعد از چشیدن لذت بیخودی او خود بخود بموافقت با وضاع مرضیه حضرت ایشان مے آمد همچنین بهر که مرحمت بیشتر می داشتند یا غلطی در استعداد او میبود بکرات تصرف برو میکردند وبحالت بیخودیش میبردند وآنقدر قدرت بود که اگر کسے را میخواستند در یک روز بسرحد فنا وفناے فنا که مقارن رتبه ولایت است میرسانیدند ونسبت بدو سه کس همچنین دریافته شد وهر کسے را طریقه خاص پیش مے آمد بعضے را کشف وبعضے را ترقیات در مقام قرب وبعضے را تلوّن در احوال وباز کشف هم انواع بود کشف حقائق اشیاء وکشف توحید

اسی حالت بیخودی مین چهوڑ رکهتے تهے۔ اور یه حالت بعضون پر اس طرح گزرتی تهی که حاضرین مجلس انهین مرده خیال کرتے تهے۔ پهر اسکے برعکس تصرف کرکے انهین هوش مین لاتے تهے اور اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ کا مضمون صاف طور پر ظاهر هوتا تها۔ اس حالت بیخودی اور بے شعوری کے طاری هونیکے بعد طالب بهت سے اخلاق ذمیمه سے پاک وصاف هوجاتا۔ اور اسکے کارخانه وجود مین شکستگی ظاهر هوتی تهی۔ چنانچه لوگ اسکے چهرے سے اسبات کا صاف پتا لگا لیتے تهے که مذکوره بالا باتین اسے حاصل هوگئی هین۔ آپ شروع شروع مین طالب کو عادات اطوار کے تبدیل کا حکم نهین فرماتے تهے کیونکه وه بے خودی کی لذت چکهنے کے بعد خود بخود آپکے زیبا اطوار اور شایسته عادات کی موافقت کرلیتا تها۔ علی هذا القیاس جس شخص کے بارے مین آپ کو زیاده شفقت ومهربانی مد نظر هوتی یا اسکی استعداد مین کسیطرح کی غلطی یا کجی پائی جاتی تو آپ بار بار اسپر تصرف کرتے۔ اور حالت بیخودی مین لیجاتے تهے آپ مین اسقدر قدرت تهی که کسیکو چاهتے تو ایکدن صرف ایکدن مین فنا اور فناء فنا کی سرحد تک جو رتبه ولایت کے قریب هے پهنچا دیتے تهے چنانچه دو تین شخصونکی نسبت ایسا دریافت هو بهی چکا هے۔ آپکے طالبون مین سے هر شخص کو ایک طریقه خاص پیش آتا تها کسیکو کشف کسیکو مقام قرب مین ترقیات کسیکو احوال مین تلوّن۔ پهر کشف کی بهی چند

و کشف قبور. چنانچه این خط حضرت ایشان که درین باب بفرزند و برادر میان شیخ احمد سرهندی
مرقوم شده مؤید آنست ؛

رقعه قرة العینین محمد صادق برخوردار ظاهر باطن گردد. احوال و چنانچه ظاهر است مستوجب حمد است
برهان حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشه نیست انشاء الله از سکر بصحو و فنا در شعور
اندراج یابد مولانا محمد مسعود از کشف قبور اعتبارے بر نگیرند کشف صوریه محل خطا و لغزش است
سعی کنند که حضور مع الله ظهور یابد و دوام پذیرد جذبه خواجهای حضور ایشان یکرنگ است در ان مواطن از
ماسوی نام و نشانے نیست گاه بالکلیه و اکثر بالاصالة توجهی است از شش جهت و اگاهی جهت
فوق بجهت خصوصیتے که عرش مجید است در هم میآید و گاہے همه جهات را یا اکثر را فرو میگیرد
و معنی وَاللهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ بظهور میرسد اگر صور معنویه و اشکال صوریه محو نشده اند
و همچون سراب خیال بے اعتبار افتاده و در همین وقت نزد دریافت خیالیه صوره هُوَ الْاَوَّلُ

ایک قبور کا کشف. چنانچہ ان باتون کی تائید آپکے اُس خط سے خوب ہوتی ہے جو اس بارے مین فرزند
محمد صادق اور برادر میان شیخ احمد سرہندی کو لکھا گیا تھا ؛

رقعہ آنکھون کی ٹھنڈک محمد صادق ظاہر و باطن سے متمتع رہو. جس کا احوال جیسا کچھ ظاہر ہے قابل
شکر ہے. حالت حضوری جو فی الوقت حاصل ہے اسی پر ثابت قدم رہنا چاہیے. استغراق اور غیبت سے
کچھ باک نہین ہے. انشاء اللہ سکر سے صحو کی طرف عنقریب انتقال ہوگا اور فنا شعور مین اندراج پا جائیگا
مولانا محمد مسعود کشف قبور کا اعتبار نہین کرتے ہین. کشف صوریہ خطا اور لغزش کا محل ہے کوشش
کرنی چاہیے کہ حضور باللہ ظہور پاوے اور دوام قبول کرے. خواجگان طریقہ کا جذبہ اور انکا حضور دوسرا ہے
اس موقع پر ماسوا کا نام نشان تک باقی نہین رہتا ہے کبھی بالکلیہ اور اکثر بالاصالۃ توجہ ہے شش جہت
سے مگر کبھی اوپر کی سمت اُس خصوصیت کی وجہ سے جو عرش مجید کو حاصل ہے اسمین بھی جلوہ آرا
ہوتی ہے اور کبھی تمام سمتون یا اکثر سمتون کو گھیر لیتی ہے اور وَاللهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ کے
معنے ظاہر ہوتے ہین. اگرچہ صور معنویہ اور اشکال صوریہ محو نہین ہین اور سراب خیال کی طرح
بے اعتبار پڑے ہوئے ہین. اسیوقت مین صور خیالیہ کے دریافت کرنیکے نزدیک هُوَ الْاَوَّلُ

وَالْاٰخِرُ نیز درمیان مے آید و اگر در وقت فرو گرفتن آن توجه ہمہ جہات را یا اکثر را صور و اشکال بالکلیہ محو شود و صفائی اتم بظہور رسد و معنی لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ در جلوہ آید بہوش باید بود کہ کسوت معنویہ درمیان ہست لااقل صفت حیات و ہستی اکنون یکے قیقہ دیگر بشناسند کہ در وقت ظہور وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِہِمْ مُّحِیْطٌ نیز میتواند بود کہ ہمچنین کسوتے درمیان باشد و میتواند بود کہ بالکلیہ نظر محبتش مجرد شدہ باشد بارے حقیقت مقصود در دریافت و ادراک نمی آید آنجا عشق و محبت است و تصفیہ سر از ماسوے و آن تحقیقات کہ در سلسلۃ الاحرار نوشتہ شدہ است بغایت غامض است ازین مبحث آنرا بگذارند و مدار بر ادراک متعارف بنہند حضرت خواجہ نقشبند مصرعہ خواجہ پاک نقش پاک نفس قدس اللہ روحہ الاقدس میفرمودند کہ ہرچہ دیدہ شد و دانستہ شد آنہمہ غیر ہست بکلمہ لا آنرا نفی باید کرد میان شیخ احمد نیز حال خود را درین صحیفہ مطالعہ نمایند و بدانند کہ تا استغراق در حضور ذاتی و حدت صرف بظہور نرسد اہل این سلسلہ اسم فنا بران ننہند.

وَالْاٰخِرُ کا مضمون بھی بیچ مین آجاتا ہے اور اگر تمام سمتون یا اکثر سمتون کی طرف توجہ کرنے کے وقت مین صور اشکال بالکلیہ محو ہوجائین اور پوری پوری صفائی مرتبۂ ظہور کو پہنچ جائے اور لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ کے معنے جلوہ گر ہوجائین تو عقل و ہوش مین رہنا چاہیئے کہ کسوت معنویہ درمیان مین ہے زیادہ نہین تو اتنا تو ضرور ہے کہ حیات اور ہستی کی صفت ہنوز باقی ہے۔ اب ایک نکتہ اور سمجھ لو کہ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِہِمْ مُّحِیْطٌ کے ظہور کے وقت یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس طرح کے کسوت درمیان مین موجود ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسکی نظر محبت بالکلیہ مجرد ہوگئی ہو غرض کہ حقیقت مقصود دریافت اور ادراک مین نہین آتا۔ وہان عشق محبت ہے اور ماسوا سے سر کا تصفیہ سلسلۃ الاحرار مین جو تحقیقات لکھی گئی ہے نہایت عمیق اور غامض ہے اس بحث کو چھوڑ دو اور مشہور ادراک پر دارمدار رکھو حضرت خواجہ نقشبند مصرعہ خواجہ پاک نقش و پاک نفس قدس اللہ روحہ الاقدس فرماگئے ہین کہ جو کچھ دیکھا گیا اور جانا گیا سب غیر ہے اُسکی کلمہ لا کے ساتھ نفی کرنی چاہیئے۔ میان شیخ احمد بھی اپنے حال کا اس خط مین مطالعہ کرین اور معلوم کرین کہ تاوقتیکہ حضور ذاتی اور وحدت صرف مین استغراق اور استہلاک مرتبۂ ظہور کو نہین پہنچتے اس سلسلہ کے اکابر اُسپر فناء کا اطلاق نہین کرتے۔

و آنکه ما گفته بودیم که یک درجه دیگر درمیان ہست ۔ این ہست حقیقت این سخنان مشافهةً معلوم
میشود با وجود برائے خاطر شما نوشتیم والسلام والاکرام القصه ہرکدام از طالبان ارادت خود در
خلوت رفته عرضه میکرد و حضرت ایشان بحکمت بالغه الٰهی و دقیقت نظری که من عند الله یافته بودند
بمصالحه احوال و اوقات وے امر میفرمودند و اگر کسے خوابے یا واقعه نقل میکرد می شنیدند
و در باب خواب گاہے میفرمودند که احتیاج گفتن نیست ہرچه شدنی ہست خواہد شد و
ہرگز تحسین صاحب حال و واقعه یا تعبیر خوابے بحضورش نمیکردند ۔ مگر که حالے عالی وارد شدے
در آنوقت اینقدر میفرمودند بکوشش تا از دست نرود و قدم برتر نهی ۔ بیکے از طالبان ہنگام عرض
احوال فرمودند ؎ مرغے غم او بحیله شد با مارام ۞ ہشدار که مرغ رام را آرام ندہی ۞ یکے از طالبان
را بنابر مصلحت وے دور می انداختند و میفرمودند که استعداد وے بسلاسل دیگر مناسب ہست
وے سرگرم تر میشد ۔ بعد از چار پنج ماہ بوے فرمودند که یکے طالبان خود خواہیم فرمود که طریقه بشما

اور ہم نے جو کہا تھا کہ ایک درجہ دوسرا درمیان مین ہے وہ یہی ہے ۔ ان باتون کی حقیقت بالمواجہ
معلوم ہوسکتی ہے ۔ مگر ہمنے صرف تمہاری خاطر اتنا لکھدیا ہے والسلام والاکرام“ الغرض طالبون مین سے
جو شخص بھی خلوت مین حاضر ہوکر اپنی ارادت کی بابت عرض کرتا تھا خواجہ حکمت بالغۂ خداوندی اور
اُس دقیق نظری اور باریک بینی کی وجہ سے جو خدا کی طرف سے آپ کو حاصل ہوئی تھی ایسی بات کا ارشاد
فرماتے جس مین اُسکے اوقات و احوال کی مصلحت ہوتی ۔ اگر کوئی شخص آپکے سامنے خواب یا واقعہ
نقل کرتا تو اُسے بغور سنتے اور خواب کے بارے مین کبھی فرماتے کہ بیان کرنے کی ضرورت نہین جو کچھ
ہونے والا ہے ہوکر رہے گا ۔ آپ کسی صاحب حال اور صاحب واقعہ کی ہرگز تعریف و تحسین نکرتے یا خواب
کی تعبیر اُسکے سامنے بیان نہین کرتے ہان جب کوئی حال عالی وارد ہوتا اُس وقت اتنا ارشاد فرماتے
کہ کوشش کرتا کہ موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے ۔ اور قدم اوپر کے درجہ پر رکھنے کی سعی کر ۔ ایک طالب کو جبکہ
وہ اپنا حال عرض کر رہا تھا فرمایا ؎ مرغے غم او بحیله شد با مارام ۞ ہشدار کہ مرغ رام را آرام ندہی ۞
ایک طالب کو صرف اُسکی مصلحت کی بنا پر اپنے سے دور رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسکی استعداد دوسرے سلسلون
سے مناسبت رکھتی ہے وہ بیچارہ طریق عمل مین زیادہ سرگرم ہوتا اور نہایت مستعدی کے ساتھ کوشش کرتا

بگوید وے باین ہم راضی شدہ از سر وا نشد و امیدوار میبود روزے میان شیخ تاج الدین
کہ از خلفائے حضرت ایشانند از دہلی متوجہ سنبھل کہ وطن اقامت ایشان است میشدند و بخانہ
آن مرد یک شب نزولے اتفاق افتادہ بود اہلیہ وے طلبے قوی داشت باجازت شوے از شیخ
مشغولی گرفت و بمقتضائے استعداد در مجلس اولے اورا بیخودی رو داد و کیفیتہائے عظیمش
حاصل شد و دران کیفیت اخبار ہفت آسمان گفتن گرفت۔ سرگرمی آمد و بحد افراط انجامید و از شیخ
حرفے از مطلب خود نشنید۔ سراسیمہ متوجہ ملازمت حضرت ایشان شد و در راہ از کثرت شوق
افتان و خیزان در رنگ مست طالع مے آمد چنانچہ بندہائے زانو و مرفقش خونی شدہ بود چون نظرش
بر جمال حضرت ایشان افتاد مانند خرمن گل تنگ در کنار گرفت و در صحن خانہ غلطید و میگشت حضرت
ایشان لختے خود را بطور او گذاشتند گاہے بر بالائے وے میشدند و گاہے در زیر وے دمی آزار بہا
ببدن شریف و عنصر لطیف راہ یافت چہ او مردے از بر دستی بود و در کنار گرفتہ بر خاک مے غلطید

تلقین کرونگا وہ اسی پر رضامند ہوجاتا اور سر مو عدول حکمی نہ کرتا۔ اور عرصہ تک امیدوار رہتا۔ ایک دن
میان شیخ تاج الدین جو خواجہ کے ممتاز خلیفہ تھے دہلی سے سنبھل کیطرف جاتے تھے جو ان کا وطن اقامت تھا
ایک رات اُس شخص کے گھر مین ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اُسکی بیوی طلب قوی رکھتی تھی اپنے شوہر کی
اجازت سے شیخ تاج الدین سے مشغولی حاصل کی اور بمقتضائے استعداد پہلی ہی مجلس مین اُسے بیخودی
حاصل ہوئی اور عظیم الشان کیفیتین میسر ہوئین۔ اس کیفیت مین وہ ساتون آسمانون کی خبرین بیان کرنے
لگی شوہر نے اپنی بیوی کی کیفیت دیکھی تو نہایت سرگرمی ظاہر کی اور اُسکی سرگرمی افراط کی حد تک پہنچ
گئی۔ مگر شیخ سے اپنے مطلب کا ایک حرف تک نہین سنا مضطربانہ خواجہ کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوا۔
کثرت شوق کی وجہ سے گرتا پڑتا بیہوش مست کی طرح رستہ طے کرتا تھا۔ چنانچہ اس وجہ سے اُسکے گھٹنے اور کہنیان
زخمی ہوگئی تھین۔ جون ہی اُسکی نظر خواجہ کے جمال جہان آرا پر پڑی۔ پھولون کے ڈھیر کی نہایت تنگی کے
ساتھ بغلگیر ہوا اور گھر کے صحن مین لوٹنے لگا خواجہ نے تھوڑی دیر اپنے تئین اُسکے بس مین چھوڑ دیا پھر تو یہ صورت
ہوئی کہ کبھی آپ اُسکے اوپر ہوتے تھے کبھی نیچے۔ اس سے بدن شریف اور عنصر لطیف کو بہت کچھ تکلیف پہنچی کیونکہ
وہ ایک نہایت تنومند اور زبردست آدمی تھا اور آپ کو گودی مین لیئے ہوئے زمین پر لوٹتا تھا

وازدر و دیوار مضمون این بیت مے تراوید؎ ہزاران دشمنے شد بانسیم کان تن نازک
شود آزرده گر اندر برش بند قبا جنبد ٭ عاقبت فرمودند بما ہیچ کارے + داری گفت کارے دارم
وارم مقصد و مقصود من توئی۔ فرمودند پس مارا خود میکشی فاما اثر نکرد آنگاه فرمودند بجانب
روے من ببین بمجرد دیدن از جاے برجست و بر خاک ادب نشست و ازین جرأت ندامت
کشید وے گوید که آنروز که در چشمان حضرت الشان چیزے دیدم که ہنوز لذت آن فراموش نشد
وعبارت واشارات از شرح آن قاصر ہست و اگر میخواستند تصرفی کنند یا خارق عادتے
بنمایند بخود نسبت نمیکردند بکتابے یا بقصه حواله میفرمودند مثلاً اگر در بیمارے میخواستند تصرف
کنند و او را ازان بیماری برآورند کتاب طب می طلبیدند و از وے آن داروے آن میفرمودند
وہمت بجانب وے میگماشتند بمجرد استعمال آن دارو گاہے پیش از استعمال صحتش میشد
چنانچه طفلے از جانب قلعه فیروزآباد بجانب دریا که ارتفاع آن زیاده از نه قد آدم باشد افتاده بود

اُسوقت در و دیوار سے ذیل کی بیت کا مضمون پڑا نچڑتا تہا؎ ہزاران دشمنے شد بانسیم کان تن نازک
شود آزرده گر اندر پیش بند قبا جنبد ٭ آخرکار حضور نے فرمایا کہ تجھے ہم سے کچھ کام ہے اُس نے کہا مجھے جو کام ہے
وہ آپ ہی سے ہے اور میرا مقصد و مقصود آپ ہی ہین۔ فرمایا جب یہ ہے تو ہمکو کیون مار ڈالتا ہے مگر اسکا اُس پر
اثر نہین ہوا۔ اُسوقت آپنے فرمایا کہ اچھا میرے مُنہ کو دیکھ حضور کا چہرۂ مبارک دیکھنا تہا کہ نہایت عزت
کے ساتھ جگہ سے اُٹھا اور زمین ادب پر بیٹھ گیا اور اس جرأت و گستاخی سے سخت شرمندہ ہوا۔ اُس شخص کا
بیان ہے کہ اُس روز مین نے جو چیز حضرت کی آنکھون مین دیکھی اُسکی لذت آج تک فراموش نہین ہوئی اور
اُسکی شرح سے عبارت و اشارات دونون عاجز و قاصر ہین۔ آپ جب کوئی تصرف کرنا یا خرق عادت ظاہر
کرنا چاہتے تھے تو اُسے اپنی طرف نسبت نہین کرتے تھے بلکہ کسی کتاب یا قصہ کی طرف منسوب کرتے
تھے مثلاً اگر کسی بیمار مین تصرف کرنا اور اُسے بیماری سے نجات دینا منظور ہوتا تہا تو طب کی کوئی کتاب طلب
فرماکر اُسکے مطابق کوئی دوا بتا دیتے اور بیمار کی جانب ہمت مقرر کرتے وہ دوا استعمال کرتے ہی بلکہ کبھی دوا کے
استعمال سے پیشتر مریض کو صحت و تندرستی حاصل ہوجاتی چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک لڑکا فیروزآباد کے قلعہ
کے اوپر سے دریا کی طرف گر پڑا اس طرف سے قلعہ کی اونچائی نو آدمیون کے قد سے زیادہ تھی۔ مگر نیچے کے

وانزراه گوش وبینی وے خون می آمد ونفسش تنگی میکرد مادرش اورا در نظر مبارک برآورد
برین حال شفقت فرموده قدرے متوجه باطن حق موطن خود شدند وکتابے بدست گرفتند
وفرمودند که درین کتاب چنین نوشته اند که او زنده خواهد ماند آن طفل تا امروز زنده است و از مشاهدهٔ
احوال وے هیچ عاقل بزنده ماندن او امید نمیکرد همچنین از معالی شهر عزیزی است بسن پنجاه سالگی
رسیده و درین مدت هرگز بکارے که درمیان مرد وزن میباشد آشنا نشده و درین سن بامر پیر
خود دخترے در نکاح آورده هرچند تلاش کرد وادویه باه خورد فتح نمیشد قریب یک سال گذشت
وهرچه از ادویه مشروع ونامشروع شنید باوجود نهایت تورع بکار برد فائده نشد از غایت حیا
قرار بر انتقال نهاد روزے این سخن کسے بسمع شریف حضرت ایشان رسانید که وے از شرم میخواهد
از شهر آواره شود حضرت ایشان را بر حال وے رحم آمد فرمودند بیچاره بچه محنت گرفتار شده. روزے سواره براے میگشتند ناگاه
آن مرد دوچار شد چون عالم بود بقصد تعظیم از اسپ فرود آمدند وے بانیازمندی بسیار دست بپاے مبارک دراز کرد تنگ در کنارش

دماغ مین کوئی ایسا صدمہ پہنچا تہا کہ کان اور ناک کی راہ سے برابر خون جاری تہا اور سانس نہایت
تنگی کے ساتھ آمدورفت کرتا تھا۔ اُسکی ماں حضور کے سامنے لائی آپنے اُسکے حال پر شفقت و مہربانی فرماکر
اپنے باطن کی طرف توجہ کی اور کتاب ہاتھ مین لیکر فرمایا کہ اس کتاب مین لکھا ہوا ہو کہ یہ لڑکا بہت روز تک
زندہ رہیگا۔ چنانچہ وہ آج تک زندہ سلامت ہو۔ حالانکہ اُسکی کیفیت دیکھکر کوئی عاقل نہین کہہ سکتا
تہا کہ یہ زندہ رہیگا۔ اسی طرح شہر کے ممتاز اور مشہور لوگون مین ایک عزیز ہے جس کی عمر پچاس سال کو پہنچ
گئی ہے۔ یہ شخص اس مدت مین کبھی اس کام سے آشنا نہین ہوا تہا جو مرد و عورت مین ہوتا ہی مگر اس عمر کو
پہنچکر اپنے پیر کے حکم سے ایک لڑکی سے نکاح کیا ہر چند معالجہ کو تلاش کیا اور باہ کی دوائین کھائین لیکن
کشود کار میسر نہین ہوا تقریبا ایک سال گزر گیا۔ اور مشروع و نامشروع دوائین باوجود نہایت اتقا و
پرہیزگاری کے استعمال مین لایا مگر کچھ فائدہ نہین ہوا۔ آخرکار انتہا درجہ کی شرم و حیا کی وجہ سے جلاوطنی
کا ارادہ مصمم کرلیا۔ ایکدن کسی نے یہ بات حضرت کے کان مین ڈالدی کہ فلان شخص شرم کے مارے شہر سے آوارہ ہونا چاہتا
ہی آپکو اُسکے حال پر رحم آیا فرمایا بیچارہ کس محنت مین گرفتار ہے ایکدن کا ذکر ہی کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے ایک راستہ
مین گزر رہی تھے دفعتہً وہ شخص سامنے پڑگیا چونکہ عالم تہا تعظیم کے قصد سے گھوڑے پر سے نیچے اتر آئے

گرفتند و دو سه نوبت سینه بر سینه او نهاده بخشش کرده و آهسته بگوشش فرمودند که امشب هر دو شما برهنه شده خواب روید وے گوید که ازہمان لحظه در خود قوتی مشاهده کردم و با اہل خانه بعد حیاء و خجالت گفتم که عزیزے چنین فرموده است به تسخر و استهزا این مضمون گفتند ع
این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر ۔ بجرد امتثال امر حضرت ایشان فتح شد و قوتے یافتم که مدتہا کم نشد روزے در اوائلہا که نو تماشائی این کارخانهٔ بلند قدر بودم و در ملازمت گرامی ہنوز کا نا آمد و رفت میکردم بخاطر آوردم اگر امروز تصرفے کنند و مرا بجود کشند و داخل خادمان عالی گردم لا اقل سخنے از مرغوبات راه بفرمایند۔ شب پانزدہم ماه شعبان بود فرمودند امشب شب برات است در سلسلهٔ شما یعنی چشتیه نمازے که درین شب میگزارند چند رکعت است عرضه کرده شد صد رکعت و بروایتے دو رکعت ہم آمده۔ فرمودند اگر شق آخر است شاید ما ہم توانیم گزارد۔ ہمدرین محل فرمودند مثل ما ریش گاؤ میماند و آنچنان است که شخصے از پسر خود پرسید گاہے ریش گاؤ

لگا لیا اور دو تین دفعہ سینہ مبارک اُسکے سینہ پر رکھکر بڑے زور سے بھینچا اور آہستہ سے اُس کے کان میں فرمایا کہ آج شب کو تم دونوں میاں بیوی برہنہ سونا۔ وہ شخص کہتا ہی کہ اُسی دم میں نے اپنے میں قوت رجولیت دیکھی اور اپنی بیوی سے نہایت شرم وحیا کے ساتھ کہا کہ ایک عزیز نے ایسا ایسا فرمایا ہے اُس نے تسخر و استہزا کے ساتھ یہ مصرعہ پڑھا ع این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر ۔ غرضکہ حضرت کے حکم بجا لانے کی وجہ سے فوراً کشود کار ہوگیا اور میں نے وہ قوت پائی جو مدتوں تک کم نہیں ہوئی۔ شروع شروع میں جب کہ میں اس بلند قدر کارخانہ کا نو تماشائی تھا اور ملازمت گرامی میں ہو سناکانہ آمد و رفت رکھتا تھا۔ ایک دن میرے خیال میں گزرا کہ اگر حضرت میرے آج کوئی تصرف کریں اور اپنی طرف کھینچ لیں تو خادمان عالی کے زمرہ میں داخل ہو جاؤں اور نہو تو اتنا تو ضرور ہو کہ ہماری پسندیدہ راہ میں سے کچھ نہ کچھ ارشاد فرمائیں شعبان کی پندرہویں شب تھی کہ آپنے فرمایا آج شب برات ہی تمہارے سلسلہ یعنی سلسلہ چشتیہ میں جو نماز اس رات میں پڑھی جاتی ہے کتنی رکعتیں ہیں عرض کیا گیا سو۔ اور ایک روایت میں دو رکعتیں بھی آئی ہیں فرمایا اگر دوسری شق بھی معتبر ہے تو شاید ہم بھی ادا کر سکیں۔ اسی موقع پر فرمایا کہ ہماری مثال ریش گاؤ سے ملتی جلتی ہوئی ہے اور اس معمے کی طلسم کشائی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے سے پوچھا کہ کبھی تو ریش گاؤ۔

بوده پسر گفت معنی آن چیست گفت کسی از خانه برآید و بگوید که بے آنکه رنجے بکشم گنجے بیابم
گفت بابا تا بوده ام ریش گاؤ بوده ام ما ہم تا بوده ایم ریش گاؤ بوده ایم یکے از صوفیان نقل کرد
که روزے بخاطر آوردم که مرا خدمتے فرمایند و از بازار چیزے ماکول طلب دارند ناگاه کسے بطلب
من آمد فرمودند برائے ما از بازار تربز بیار عرضه کردم که معرفت تربز چندانی ندارم فرمودند بقدر آنکه
که بزعم تو خوب باشد بیار و عادت شریف این بود که ورائے خادمانے که متعین این چنین خدمتها
بودند بدیگرے نفرمایند خصوصًا بنو درآمدگان این طریق و این مرد دران مدت از جمله نو درآمده
بود و ہم وے نقل کرد که فصل زمستانی بود و پوششے نداشتم الا جبه بے لحاف که با اہلیه خود شبها
می پوشیدم و از تنگی معیشت قدرت لحاف ساختن معدوم بود شبے از اہل خانه خود خجالتے
کشیدم که بخاطر اینها رسیده باشد که بطرفه بے حمیتی کار افتاده صباحش که در ملازمت حضرت
ایشان نماز بجماعت میگزاردم و در اثنائے نماز نیز خاطر شیفته آمد و رانفی کردم بعد از فراغ نماز

ہوا ہے لڑکے نے کہا اسکے معنے کیا ہین جواب دیا کہ ایک شخص گھر سے نکل کر کہتا ہے کہ بدون کسی طرح کے
رنج و مشقت اٹھانیکے خزانے پر کامیاب ہوجاؤن لڑکے نے کہا بابا اگر یہی بات ہے تو مین جب تک رہا ہون
ریش گاؤ رہا ہون خواجہ نے فرمایا ہم بھی جب تک رہے ہین ریش گاؤ رہے ہین۔ صوفیون مین سے ایک نے
بیان کیا کہ ایک روز میرے دل مین خیال آیا کہ کاش حضرت کوئی خدمت میرے سپرد فرمائین اور بازار سے کوئی کھانے
کی چیز مجھسے منگوائین۔ دفعتًہ ایک شخص مجھے بلانے آیا۔ اور مین حاضر ہوا تو فرمایا ہمارے لیے بازار سے تربوزہ خرید
لاؤ مین نے عرض کیا کہ مجھے تربوز کی چندان پہچان نہین ہے فرمایا تمہارے خیال مین جو اچھا ہو لے آؤ۔ اور عادت
شریف اس طرح واقع ہوئی تھی کہ آپ ان خادمون کے علاوہ جو اسطرح کی خدمتون پر متعین تھے کسی دوسرے شخص
سے کچھ فرماتے نہین تھے خصوصًا ان لوگون سے جو اس طریق مین نئے داخل ہوئے تھے اور یہ شخص اسوقت انہین
لوگون کے زمرہ مین داخل تھا جو نئے نئے ملازمت عالی مین حاضر ہوئے تھے۔ اسی شخص کا بیان ہے کہ جاڑے کا موسم تھا
اور مین بجز ایک چادر کے اوڑھنے کی کوئی چیز نہین رکھتا تھا میرے پاس لحاف وغیرہ نہ تھا صرف ایک پیلا و رتھی جو رات کو
کو اپنی بیوی کے ساتھ اوڑھتا تھا اور معاش کی تنگی سے لحاف بنانے کی قدرت نہ تھی۔ ایک رات مین نے اپنی بیوی
سے عجب طرح کی شرمندگی اور ندامت اٹھائی اور اپنے دلمین کہا کہ بیوی کہتی ہوگی کہ عجب بے حمیتی سے پالا پڑا ہے اس

چون نظر حضرت ایشان برمن افتاد بیکے از مخلصان که سامان اخراجات متعلق با ایشان بود فرمودند
که یاران ما پرسید هر که لحافی یا جامه نداشته باشد یا اهل خانهٔ وی نداشته باشند چیزی که بگوید ساخته بدهید و دستگیری کنید
نیز هم احتیاج من ظاهر شده بود باحتیاج رسیده بودست که بیداران باز همیشه ترسان بودم که مبادا
خاطرے بیابد که موجب گرانی خاطر اقدس بوده بهم زدن مقاصد سعادت بیدی گردد و قوت علمی و قدرت
بر اقسام سخن خصوصاً در علم تصوف آنقدر بود که فضلاے وقت که سالها در علوم گذشته اند
استفاده با تحقیق [illegible] الداعی [illegible] شرح رباعیات که مسمی بسلسلة
الاحرار است [illegible] تسوید فرموده بودند تاریخ اتمام آن گفته شود در همان مجلس قلم و دوات
طلبیده [illegible] تاریخ [illegible] آن رساله [illegible] براے تمثیل ایراد یافت
باقی در آخر رساله سلسلة الاحرار [illegible]
[illegible] این تصنیف [illegible] تحقیقات [illegible]

جب حضرت کی نظر مجھ پر پڑی تو مخلصوں میں سے ایک شخص سے جو متعلق خرچ اخراجات کی بڑی فرمایا کہ ہمارے یاروں میں دریافت
کرو کہ جسکے پاس کپڑا یا لحاف نہو یا اُسکی بیوی کے پاس نہو تو وہ جسطرح کہے اُسکی مرضی کے مطابق بنا کر دے دو مجھے
اسکے ساتھ دو تین اور شخصوں کی لحاف کی حاجت ظاہر کی اور ہماری حاجت فوراً رفع کر دی گئی یہی شخص کہتا ہے
کہ اس حاجت میں ہمیشہ خائف رہتا تھا کہ مبادا کوئی ایسا خطرہ دل میں گذرے جس سے خاطر اقدس پر گرانی پیدا ہو
مقاصد سعادت [illegible] کو درہم برہم کر دے۔ آپ کو قوت علمی اور طرح طرح کی باتوں پر بالخصوص علم تصوف میں ایسی
درجہ قدرت تھی کہ فضلائے وقت [illegible] جو سالہا سال سے درس علوم میں مشغول تھے آپ سے بڑے بڑے فائدے حاصل
کرتے تھے۔ ایک دن ایک عزیز نے التماس کی کہ شرح رباعیات کے جسکا نام سلسلۃ الاحرار ہے اور جو ابھی ابھی
میں حضرت نے تصنیف فرمائی ہے تاریخ اتمام کہی جائے۔ آپ نے اسی مجلس میں قلم دوات طلب فرما کر
اُنیس تاریخیں اس رسالہ کے لیے لکھ ڈالیں۔ کاتب حروف کو صرف دو تاریخیں یاد ہیں جو تمثیلاً درج کتاب
کیجاتی ہیں۔ باقی تاریخیں رسالہ سلسلۃ الاحرار کے آخر میں لکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک تاریخ ہی بتجرع مخصوص حکم
دوسری تاریخ ہی بنظم و جب۔ یہ رسالہ اگرچہ آپ کی تصنیف ہے مگر باوجود اسکے آپ نے ظاہر شریعت کی رعایت کی وجہ سے
اپنی اس تصنیف سے کہ وحدت وجود کے بارے میں وہاں بہت عمدہ تحقیق اور تدقیق سے کام لیا ہے

ناراض بودند و میفرمودند از این تصنیف خوب واقع نشده و میفرمودند که محقق شد که وصول
طریق توحید را بسی است وسیع و راه توحید نسبت بآن شاهراه کوچه تنگی باشد و نیست و این نوزده
تاریخ در یک مجلس نوشتن از قدرت اکثر عقول بیرون است خصوصاً با عدم ممارست و کمی ورزش
بلکه خارق عادت است و چه احتیاج باثبات خارق که وجود حضرت ایشان تمام خارق عادت بود
از ینجا نسبت سخن شیخ الاسلام پیر هرات قدس الله تعالی سره بیاد آمد که در نفحات در باب یکی
از اکابر این طائفه زیبا گفته که وی را نه بستایند بکرامات و نه بیارایند باحوال و مقامات کرامت وی
حال و مقام و وقت وی درست او معجزه بود بلی ده و دل هرچند که حق منزه است وی داد از پیمبر معجزه است
حضرت ایشان رحمه الله تعالی بتاریخ بست و پنجم ماه جمادی الآخر سنه یکهزار و دوازده و اواخر روز شنبه رخت اقامت
بدار القرار کشیدند و روز یک شنبه بست و ششم در شمال رویه قدمگاه حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وسلم بیرون قلعه
سلطان فیروز که برای مجاوران قدمگاه ساخته بوده الی الآن آبادست مدفون شدند عمر بسطور در مرثیه حضرت ایشان

این ابیات مرقوم قلم خونین رقم گردانیده

سخت ناراض تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہماری تصنیف عمدہ تصنیف نہیں ہے اور فرماتے تھے کہ یہ بات
پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ طریق توحید کے سوا ایک اور راہ ہے نہایت وسیع جسکے مقابلہ میں توحید کی
راہ ایسی ہے جیسے شاہراہ کے مقابلہ میں ایک تنگ گلی - آپکا ایک مجلس میں انیس تاریخیں لکھدینا اکثر
عقول کی قدرت سے باہر ہے۔ خاصکر عدم ممارست اور کمی ورزش کے ساتھ بلکہ خارق عادت ہے اور آپکی خارق
عادت ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے کیونکہ آپ سراپا خارق عادت تھے۔ اس موقع پر شیخ الاسلام
پیر ہرات قدس اللہ تعالی سرہ کی ایک بات یاد آئی کہ اپنے نفحات میں اس گروہ کے ایک بزرگ کے بارے میں کیا
اچھا کہا ہے کہ اسکی کرامات کے ساتھ تعریف نکریں اور احوال مقامات کے ساتھ آراستہ نکریں کیونکہ
اور حال اور مقام اور وقت اسکے ہاتھ میں بمنزلہ شجرہ کے ہے کیا انہیں ده و دل هرچند که حق منزه است
وی داد از پیمبر معجزه است - حضور خواجہ رحمہ اللہ تعالی نے جمادی الآخر کی پچیسویں تاریخ سنہ ۱۲ ہجری میں
ہفتہ کی شام کو وفات پائی - اور چھبیسویں تاریخ اتوار کے روز سلطان فیروز کے قلعہ کے باہر قدم شریف
کے مجاوروں کے لیے بنایا گیا تھا اور اب تک آباد ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف کی شمالی
جانب میں مدفون ہوئے کاتب حروف نے آپکے مرثیہ میں قلم خونی رقم سے ذیل کی چند بیتیں لکھی ہیں

مرثیهٔ منظوم

دل برگرفت ازین چمن آن تازه نوبها
زین غم بخون دیده نشستم چو لاله زار

کو قسم که داد و خود بستاند ز عیش من
تا پیش از این بچهره به بنشانم بخون نگار

این یک دو روزه عمر ما است برین منه
دین غافل از فریب جهان دل برین منه

بر حال خویشتن گریه کن مرغ این چمن
بر عمر خویش خنده زند کبک کوهسار

از بهر نیست قافله در نیمه ره نماند
هشدار و هان نظر بقضا کنا

خوش خوان سرود هاست نبین و که چون حزین
هر صبح و شام مرثیه خوانست روزگار

بر خون خلق چنگ و دهن باز کرده است
عبرت بگیر ازین سبع آدمی شکار

کان قطبهٔ فلک بلِ عرش جا گرفت
خلوت گزید با حق و جام بقا گرفت

امشب که ناله بلبل خاموش تازه کرد
آهنگ گریه برین مد هوشش تازه کرد

بر ناله های دیگر افزود بر دلم
داغی که خفته بود در آغوش تازه کرد

سوزش درون که از دم سرد هم فسرده بود
آتش بسینه در زده آن جوشش تازه کرد

شوریده حکایت آن رخ نهفته گفت
آشفتگی بسینه بلا نوشش تازه کرد

آن خواجه که با دل غزلی هوشمند
آئین شرع و قاعده هوشش تازه کرد

وز بهر حلقه های غلامیش مهر ماه
هر روز سبقهای بناگوشش تازه کرد

وز یک روزگار بر آمد پیام چرخ
بر یا هزار درد فراموشش تازه کرد

یکره خبر رسید که آن در سفر چه دید
بر اوج نه سپهر برین آن قمر چه دید

آن بادیه نمانده ره اندر نقاب کرد
زین شیوه خانمان جهان را خراب کرد

دهر روزگار ندیدست کس بخواب
زین عجب ترغمی که دل و دیده آب کرد

در کام عیش زهر شکست از فراق او
عشرت بجام و شیشه خود خون ناب کرد

خود وصل بگذر از یاران فراق دید
هرکس که ناله [illegible] شنید
بیدار باد و دیده [illegible] گزین هوش

خون دیده بخورد و جگر را کباب کرد
شب را تمام روز قیامت حساب کرد
کان بخت ارجمند جهان عزم خواب کرد

خون شد دل سپهر ز بیمار خفتنش
در زیر خاک باد دل بیدار خفتنش

[illegible] از این بوستان چه رست
پیمانه [illegible] پنهان نکرده
پژمرده گشت غنچه [illegible]
آن [illegible] جهان [illegible] کرد
آن نوبهار [illegible] اگر نهفته است
از هفت باغ [illegible] اگر [illegible]
آن آفتاب اوج هدایت اگر نهفت

گر گلبن [illegible] زبان چراست
آن ساقی شراب [illegible] سرگران چراست
افسرده خاطر از [illegible] باغبان چراست
افسرده [illegible] جوان چراست
گلها [illegible] خزان چراست
بر پشت جانم این همه کوه گران چراست
این تیرگی [illegible] زمین و زمان چراست

آن گنج شایگان که نهفته است زیر خاک
از مخلصان نیاز بدان آستان پاک

گویند خضر وقت و مسیح زمانه مرد
پوشیده چشم [illegible]
الا [illegible] مرده باد
نالند بلبلان چمن از فراق او
رنگ رخم شکسته [illegible] جام دل
[illegible] از آن [illegible] نهفت [illegible]
بر [illegible] کوتاه بین مگوی

خورشید نورگستر این هفت خانه مرد
[illegible] عاشقانه مرد
چون آن [illegible] یگانه مرد
[illegible] افسانه مرد
[illegible] ترانه چنگ و چغانه مرد
ساز طرب شکست و نوای ترانه مرد
کان روح بخش زندگی جاودانه مرد

چون نوعروس وصل در آغوشش برگرفت
از بس حلاوتش لب [illegible] برگرفت

آدم که شهسوار زمین و زمن نماند / گلدسته‌ که بود بدست چمن نماند
یعقوب وار دیده بکوری سپرده‌ ایم / چون در زمانه یوسف گل پیرهن نماند
آشفته گشت خاطر مجروح آن چنان / کز جوشش گریه هیچ دماغ سخن نماند
دل شاد بلبلی که چو صد ترانه داشت / آن گل چو رخ نهفت زبان در دهن نماند
شد برگ ریز لالهٔ و گل از خزان دهر / در گلشن نشاط لب نغمه زن نماند
وه از فراق چون شب دیجور تیره شد / کان شمع بزم قدس درین انجمن نماند
آن نور قدس روشنی از دیده برگرفت / خورگومان چو شهنشاه من نماند

دل خون کن زمانه که غم خواجه باقی است
جانکاه عاقبت الم خواجه باقی است

از حق هزار مکرمت آفرین برو / شد ختم سرفرازی دنیا و دین برو
چون مادر زمانه ندارد چو او پسر / زانست گو بهاے زمان و زمین برو
بر بام خود کشیده پی فخر چون مسیح / دل بسته بود چون فلک چارمین برو
دانستم آنکه بود چو من عاشقے رخش / کز بام ریخت زهرهٔ گل یاسمین برو
بلبل نهفت در غزلش خنجر و سنان / گل چاک کرد پیرهن نازنین برو
دلها بخاک او چو مگس بر شکر گرد / صد حسرت است در جگر انگبین برو
بر قدر درد او نتوانیم گریه کرد / گویند تا بحشر شهور و سنین برو

آه این چه ماتمست که خون جگر بسوخت
هر لحظه ام بدرد و غم تازه تر بسوخت

تقریظ

چکیدهٔ خامهٔ بلاغت شمامه - فدائے حسن مقالات طریقت - تولّائے ذوق لذّات حقیقت - شیفتهٔ حرف حکایات اولیائے عظام - دلدادهٔ تذکار صوفیهٔ کرام - زبدة الحکماء - سید الشعراء وحید زمن ابو احمد حکیم سید محمد حسن صاحب حسن بارہی نقشبند مجددی مظهری دہلوی ثم الالوری سلّمه الله تعالےٰ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اللہ اللہ اگلے زمانہ میں طالب صادق جو راہِ طلب مولا میں قدم دھرتے اور منزلِ مقصود کے ذوق و شوق کا دم بھرتے تھے وہ مرشدانِ کامل کی تلاش میں جنگل جنگل خاک اُڑاتے اور عالمِ غربت کی طرح طرح کی سختیاں اُٹھاتے کہاں کہاں مارے پھرتے تھے۔

اور جب کہیں اپنے مطلوب کا پتہ پاتے اُس کے آستانہ فیض نشانہ پر حاضر ہوتے اور بعد انفراغ آزمائشوں کے ثابت قدم رہ کر اخذ طریقہ کرتے اور پیہم ریاضتوں کی صعوبتیں جھیل کر اور مجاہدوں کی مشقتیں سہکر اور فقر و فاقہ کی بلائیں اُٹھا کر ایک مدت دراز کے بعد اپنی مُراد و مطلوب کو پہونچتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ اُن لوگوں کی طبیعتیں سعادت ازلی سے مالا مال اور اُن کی روحیں ایسی ہی قابل ہوتی تھیں جو اُن شدائد کی متحمل ہو کر اور مصائب امتحانی کی برداشت کر کے آخر کار فائز المرام ہوتی تھیں۔

تب ہی اُن لوگوں کا سکّہ آج تک بیٹھا ہوا ہے۔ اور کس عظمت و شان کے ساتھ صفحۂ روزگار پر اُن کا نام نامی یادگار و باقی ہے۔

مگر اب زمانہ نے ایسا پلٹا کھایا اور انقلابی حالتوں نے ایسا رنگ دکھایا ہے کہ اگلی سب باتیں خواب و خیال ہو گئیں۔ بفرضِ محال اگر کہیں دیکھیے تو طلب افسردہ۔ طالب دل مردہ۔ متقدمین کے ذکر سُنکر متعجب اور متحیر کہ یہ ریاضتیں طاقت بشری سے خارج اور یہ مجاہدہ قوت انسانی سے باہر ہیں جب خداشناسی کی ایسی سرد بازاری ہو اور مذاقِ تصوف سے طبیعتیں ایسی بیگانہ تو طلب کیسی اور طالب کہاں اور نتائج ریاضت کا کیا ذکر۔ لیکن بنی نوعِ انسان کی ہمدردی اور ابنائے جنس کی مزید شفقت نے گوارا نہ کیا کہ اپنے برادرانِ دینی کو اس فیضِ خاص سے بے بہرہ رکھیں۔

پس ایسی حالت میں یہ ہی بہتر سوجھی کہ اولیائے کرام کے ملفوظات اور اہل اللہ کے حالات شائع کر کے افاضۂ عام کا کام لیجیے چنانچہ مقبول بارگاہ۔ عارفِ حق آگاہ۔ شریعت و طریقت پناہ۔ حقیقت و معرفت دستگاہ حضرت **خواجہ باقی باللہ** قدس سرہ العزیز کے ملفوظاتِ شریفہ اور افاداتِ منیفہ کا ترجمہ اُردو میں کرا کے طبع کیا جاوے تاکہ خاص و عام اُس سے مستفید ہو کر صفائی باطن اور تزکیۂ نفوس کی دولت سے محروم نہ رہیں۔

نظر بر ان جامع حسنات روزگار۔ مورد مراحم پروردگار۔ ستودہ شعار۔ نیکوکار۔ **مرزا محمد عبد الغفار بیگ** صاحب سلمہ اللہ الواہب۔ مالک **افضل الاخبار دہلی** کی سعی جمیلہ متکفل اس امر کی ہوئی۔

مفیض مطلق اس کے ساعی و مترجم وغیرہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین فقط۔



قطعۂ تاریخ



طبع زاد شاعر شیریں مقال۔ سخنور نازک خیال۔ مالک صراطِ مستقیم۔ ناہج منہج قویم۔ راجی رحمت شفاعت حضرت خیر البشر حکیم محمد عمر صاحب فصیح دہلوی ثم الالوری۔

حیات باقیہ خوش طبع گردید	ز افضالِ تعالیٰ و تبارک
فصیحا سال از روئے جہاں	کشم دستیم ملفوظِ مبارک ۱۳ ۲۲



عبادات نجات الملقب بہ حیات صالحہ

کتاب کو بغیر ختم کیے چھوڑ دے۔ باوجود ان خوبیوں کے
قیمت صرف ۱۲؍ رکھی گئی ہے۔

دہلی کا گائیڈ المعروف بہ رہنمائے دہلی

اگرچہ دہلی میں پہلی رونق نہیں رہی لیکن اُس کے پرانے کھنڈرات کسیقدر منہدم عمارتوں کے پتھر زبان حال سے اپنے گزشتہ واقعات کا مرثیہ پڑھنے کیلئے کھڑے ہیں جو بہت گرانبہا لعل وجواہر اور بیش قیمت دفینے اپنے کھنڈروں میں پنہاں رکھتے ہیں۔ رہنمائے دہلی انہیں مقامات کی زیارت یا سیر کرنے کیلئے نہایت جانکاہی کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اگر آپ اس سچے رہنمائے دہلی کو اس کے مشہور مقامات کی اجنبی راہوں میں خضر طریق بنا لیں گے تو اس تحریری رہنما کے ہوتے۔ پھر کسی تقریری رہبر کی ضرورت نہیں۔ دہلی کے جس مشہور مقام کی سیر مدنظر ہو آنکھ بند کر کے چلے جایئے اس میں دہلی کی سچی تاریخ اور واقعی حالات قدیم عمارات اور مشہور مقامات قلعہ معلی و بیرون شہر کے دلچسپ واقعات اور بزرگان سلف کے متبرک مزارات باایں ہمہ قابل یادگار عمارات اور مشہور و معروف مقامات کا نہایت صحیح نقشہ اس خوبی کے ساتھ اضافہ کیا گیا ہے جس کو دیکھ کر ناظرین اصل نقل میں ہرگز تفاوت نہ پائینگے اور ہر نقشہ کے ساتھ اُس کی کیفیت اور اُس کے بانی کی مختصر تاریخ ہے۔ باوجود ان تمام اوصاف کے قیمت ۸؍

اردو گنج شائگان

حیات ولی

تحفۃ الموحدین

دہلی فضل الاخبار

یہ بارہ صفحہ کا متین و مہذب ہفتہ وار دہلی کا اخبار بوجہ اپنی بلا تعصب تمدنی۔ اخلاقی کارناموں قومی کارگزاریوں ملکی سچی خبروں۔ تازہ تار برقیوں کے علاوہ جوہر طبیعت کے مذاق کا ایک پورا دلچسپ ذخیرہ ہے تمام ہندوستان میں اپنا آپ نظیر ہے اور لطف یہ کہ ظریفوں کے دل بہلانے کو چار صفحے بطور ضمیمہ دہلی پنچ کے نام سے بھی شامل ہیں۔ باوجود اتنی ضخامت کے قیمت سالانہ مع محصول ۳؍ روپیہ ہے۔ اور نمونہ درخواست آنے پر مفت روانہ ہوتا ہے۔